جلد ۳

اصلاحی بیانات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

- نکاح کا مسنون طریقہ
- موت کے وقت کی بدعات
- شادی بیاہ کی اہمیت
- مہمان نوازی کے آداب
- جہیز اور نیوتہ کی حقیقت
- تین بھائی، تین جواب
- اولاد کی تربیت
- فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کریں
- مثنوی کی سبق آموز حکایت

میمن اسلامک پبلشرز

اصلاحی بیانات

۳

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

خطبات	↞	حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
ضبط و ترتیب	↞	محمد عبداللہ میمن صاحب
مقام	↞	جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال، کراچی
اشاعت اوّل	↞	اگست ۲۰۰۱ء
تعداد	↞	دو ہزار
ناشر	↞	میمن اسلامک پبلشرز، فون: - ۴۹۱۶۰۳۳
باہتمام	↞	ولی اللہ میمن
قیمت	↞	/= روپے

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور ۲
- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- مولانا اقبال نعمانی صاحب، آفیسر کالونی گارڈن، کراچی

فاروق اعظم کمپوزنگ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی مدظلہم

جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں سیدی واستاذی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کا بہت نافع اور مفید وعظ ہوتا ہے، احقر بھی اس میں اکثر حاضر ہوتا ہے، اور مستفید ہوتا ہے. کبھی حضرت سفر پر جاتے ہیں تو احقر کے بیان کا اعلان فرمادیتے ہیں، یہ ناکارہ اس لائق تو نہیں کہ وعظ و نصیحت کر سکے تاہم تعمیل حکم کے پیش نظر دین کی کچھ ضروری باتیں عرض کردیا کرتا ہے جن سے خود کو بھی نفع ہوتا ہے، اور بعض احباب سے بھی ان کا مفید ہونا معلوم ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے قبول فرمائیں آمین،

مولانا عبد اللہ میمن صاحب مدظلہ نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ان بیانات کو محفوظ کیا: پھر ان میں سے بعض بیانات کیسٹ کی مدد سے لکھ کر کتابچہ کی شکل میں شائع کیا، اور احقر کے چند رسائل بھی شائع کئے ہیں، اب وہ ان تقاریر اور رسائل کا تیسرا مجموعہ "اصلاحی بیانات ورسائل" کے نام سے شائع کر رہے ہیں ان میں سے اکثر بیانات احقر کی نظر ثانی کئے ہوئے ہیں، بعض جگہ احقر نے کچھ ترمیم بھی کی ہے، اور احادیث کی تخریج کر کے ان کا حوالہ بھی درج کیا ہے، بہر حال یہ کتاب کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ تقاریر اور رسائل کا مجموعہ ہے،

اس سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اگر اس میں کوئی

بات غیر مفید یا غیر محتاط ہو تو یقیناً وہ احقر کی کوتاہی ہے، متوجہ فرما کر ممنون فرمائیں!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بیانات کو احقر کی اور تمام پڑھنے اور سننے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، ذخیرہ آخرت بنائیں اور مرتب و ناشر کو اس خدمت کا بہتر سے بہتر بدلہ دونوں جہاں میں عطا فرمائیں، آمین،

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۴۱۷/۱۰/۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب مفتی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات کی تیسری جلد شائع کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشنِ اقبال کراچی میں اصلاحی وعظ فرماتے ہیں۔ جس وقت حضرت مولانا مدظلہم سفر پر ہوتے ہیں تو آپ کی غیر موجودگی میں حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب بیان فرماتے ہیں۔ الحمد للہ آپ کے بیانات ریکارڈ کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور اس وقت تک آپ کے بیانات کے کیسٹوں کی تعداد تقریباً ۱۰۰ ہو چکی ہے۔ انہی بیانات میں سے بعض کو میرے برادر مکرم جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند فرمایا ہے، جو علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے، اور صدق و اخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ولی اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

اجمالی فہرست بیانات

صفحہ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
① نکاح کا مسنون طریقہ	۲۷

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
⑥ مہمان نوازی کے آداب	۲۱۳

عنوان	صفحہ

نکاح کا مسنون طریقہ

۱

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد زاہد صاحب : مولانا محمد وسیم صاحب

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ط

نکاح کا مسنون طریقہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَ نَسۡتَعِيۡنُهٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُهٗ وَ نُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ، مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَأَشۡهَدُاَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ وَأَشۡهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا كَثِيۡرًا۔

أَمَّا بَعۡدُ!

فقد قال النبیِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: النکاح من سنتی، وقال رسولِ اللّٰہ صلیِ اللّٰہ علیہ وسلم : فمن رغب عن سنتی فلیس مِنی۔

نکاح بھی ایک عبادت ہے

میرے قابلِ احترام بزرگوں اور محترم خواتین! جس طرح نماز ایک عبادت ہے اور روزہ ایک عبادت ہے، حج اور زکوٰۃ ایک عبادت ہے، ایسے ہی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ اور جس طریقہ سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ایک طریقہ ہے جو شریعت سے ثابت ہے، اسی طریقہ سے نکاح کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے جو شریعت سے ثابت ہے۔ جو نکاح شریعت کے مطابق ہوگا، سنّت کے موافق ہوگا وہ نکاح عبادت ہوگا اور باعثِ اجر و ثواب ہوگا اور خیر و برکت سے بھرپور ہوگا، اور جو نکاح اور جو شادی بیاہ شریعت سے ہٹ کر ہوگا، سنّت کے خلاف ہوگا تو چاہے نکاح منعقد ہو جائے لیکن نکاح کی جو برکتیں ہیں اور اللہ پاک نے اس میں دنیا و آخرت کے جو فائدے رکھے ہیں، وہ نکاح ان سے خالی رہ جائے گا، جیسے خلافِ سنّت نماز پڑھنے سے چاہے نماز کا فرض اتر جائے، اور خلاف سنّت حج و عمرہ کرنے سے چاہے حج و عمرہ کا واجب ادا ہو جائے، لیکن سنّت سے ہٹ کر ادا کرنے کی وجہ سے اور سنّت کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے نماز کی نورانیت اور مقبولیت ختم ہو جاتی ہے، حج و عمرہ مقبول نہیں ہوتا، ایسے ہی وہ نکاح بھی خیر و برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہئے کہ جب ان کے ہاں نکاح

کی تقریب ہو تو اپنے اس نکاح کو شریعت اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں، جیسے نماز ہمیں سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، حج و عمرہ اور ہماری دیگر عبادتیں سنت کے مطابق ہونی چاہئیں، اسی طرح ہمارا نکاح بھی سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور جیسے نماز کا طریقہ، حج و عمرہ کا طریقہ اور دیگر عبادتوں کے طریقے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ثابت ہے۔ اسی طرح نکاح کرنے کا طریقہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بھی نکاح کئے ہیں، اور اپنی بیٹیوں کے بھی نکاح کئے ہیں، صحابہ کرامؓ کے نکاح بھی پڑھائے ہیں، نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو جنت میں تمام عورتوں کی سردار ہوں گی، ان کا نکاح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے۔ اور کس طرح کیا ہے؟ اس کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، اسی کا خلاصہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں تاکہ کم از کم ہمیں یہ معلوم تو ہو کہ ہمارے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح کس طرح کیا تھا؟ اور پھر ہم بھی اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقہ میں جو ہدایات و تعلیمات ہیں وہ ہمیں معلوم ہوں اور ہم ان کو محفوظ رکھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا واقعہ

وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساڑھے پندرہ سال کی ہوئیں، تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے عذر فرمادیا اور معذرت کرلی کہ میری بیٹی کی عمر کم ہے اور تمہاری عمر زیادہ ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر اکیس سال ہوگئی تھی، انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نعمتِ عظمیٰ کے عطاء فرمانے کی درخواست کی، ان کی درخواست کو سن کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا کہ یہ رشتہ منظور کرلیا جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور منگنی ہوگئی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے انس! جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور انصار کی ایک جماعت کو بلاکر لاؤ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا، اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کردیا، اور مہر تقریباً چار سو درہم مقرر فرمایا، اور ایک طباق میں

تھوڑے سے چھوارے رکھ کر حاضرین کو پہنچائے، اس کے بعد حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ تم فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر پہنچادو۔ چنانچہ حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنّت کی رخصتی فرمادی، حضرت امّ ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو حضرت علیؓ کے گھر پہنچاکر آگئیں۔ یہ دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی رخصتی ہے جو جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: پانی لاؤ! وہ ایک پیالہ میں پانی لائیں، آپ ﷺ نے اس کے اندر لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا کہ ذرا سامنے ہو، پھر آپ ﷺ نے ان کے سر پر اور ان کے سینے مبارک پر کچھ پانی چھڑکا، پھر فرمایا کہ پیٹھ میری طرف کرو، پھر ان کے دونوں شانوں پر پانی چھڑکا اور پھر دعادی کہ اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر ان سے فرمایا کہ باقی پانی تم پی لو، چنانچہ انہوں نے پانی پی لیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پانی لاؤ! وہ گئے اور وہ بھی پانی لے کر آئے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا کٹورا لے کر اس میں لعاب مبارک ڈالا اور ان کے سر اور سینے پر کچھ پانی چھڑکا،

لیکن پشت کی طرف دونوں شانوں کے درمیان نہیں چھڑکا اور ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے لئے عطا فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد ایک پیالہ میں پانی لیا، اور قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پانی پر دم کیا اور دونوں کے آگے پیچھے چھڑکا اور پینے کے لئے بھی فرمایا اور یہ فرمایا کہ تم اس سے وضوء کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نیک اور نصیب دار اولاد ہونے کی دعا دی، اور اچھی اچھی پاکیزہ دعائیں عطا فرمائیں، اور فرمایا کہ خیر و برکت کے ساتھ اور طہارت کے ساتھ رہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز

اور جہیز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزیں عطا فرمائیں، جن میں چار گدّے، دو رضائی، دو چاندی کے بازو بند، ایک چادرہ، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ اور ایک چکی آٹا پیسنے کے لئے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک پلنگ بھی آپ ﷺ نے عطا فرمایا تھا، یہ چیزیں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ان کے جہیز میں عطا فرمائیں۔

اور آپ ﷺ نے ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد گھر کے اندر کے کاموں کے انجام دینے کی ذمہ داری مثلاً گھر کی صفائی و ستھرائی، کھانا پکانا، آٹا پیسنا، پانی بھرنا، حضرت بی بی فاطمہؓ کے سپرد فرمائی اور گھر سے

باہر کے کاموں کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپر ڈالی کہ گھر سے باہر کے کام انجام دینا تمہاری ذمہ داری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولیمہ

نکاح کے بعد دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ فرمایا۔ ولیمہ کے اندر چند صاع مکوہ، ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے، اور چند جو کی روٹیاں اور کچھ کھجوریں تھیں، بس اس طریقہ سے حضرت علیؓ نے اپنا ولیمہ فرمایا۔

یہ مختصر سا طریقہ ہے اُس نکاح کا جس کے کرنے والے دونوں جہاں کے سردار ہیں، اور جس کا نکاح ہو رہا ہے وہ جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں، اور جس کے ساتھ ہو رہا ہے وہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ تو تمام نبیوں کے سردار اپنی بیٹی کا کس سادگی کے ساتھ اور کس اختصار کے ساتھ اور کس سہولت و آسانی کے ساتھ اور کتنے معمولی مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح فرما رہے ہیں، اور حضرت علیؓ کس سادگی کے ساتھ ہلکا پھلکا ولیمہ کر رہے ہیں، یہ وہ طریقہ ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

مذکورہ واقعہ میں ہمارے لئے ہدایات

اس میں ہمارے لئے بڑی ہدایات ہیں اور بڑی تعلیمات ہیں، اور دراصل یہ طریقہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ کرے کہ ہم دل و جان

سے ان ہدایات کو اور ان تعلیمات کو سنیں اور سمجھیں اور جب اس کا موقع آئے تو ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پہلی ہدایت

سب سے پہلی بات جو اس طریقہ سے معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب لڑکیاں اور لڑکے بالغ ہو جائیں اور نکاح کے قابل ہو جائیں اور مناسب رشتہ مل جائے تو پھر بغیر کسی معتبر عذر کے ان کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، جلد ہی نکاح کر دینا چاہئے، بلاوجہ یا بلا عذر لڑکے یا لڑکی کو بغیر نکاح کے رکھنا مناسب نہیں، البتہ اگر کوئی معتبر عذر ہو تو الگ بات ہے۔

اور دوسری حدیثوں میں بھی اس کی تاکید و ترغیب ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب ان کا وقت آجائے تو ان میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، ان میں سے ایک نکاح بھی ہے۔ پھر جب مناسب رشتہ مل جائے تو تاخیر نہ کرو، اگر تاخیر کرو گے تو فساد پھیل جائے گا، معاشرے میں تباہی اور بربادی رونما ہوگی، اور اس کے اندر جو دینی اور دنیوی نقصانات ہیں وہ ہر عاقل و بالغ شخص کے اوپر واضح اور روشن ہیں۔

دوسری ہدایت

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نکاح کے اندر لڑکے اور لڑکی کی

عمروں کے درمیان تناسب ملحوظ رکھنا چاہئے، لڑکے کی عمر لڑکی سے کچھ زیادہ ہونی چاہئے، جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اکیس سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت ساڑھے پندرہ سال تھی، تقریباً چار پانچ سال کا فرق ہے، تو معمولی سا فرق ہو، اس کے برعکس نہیں ہونا چاہئے کہ لڑکی بڑی عمر کی ہو اور لڑکا چھوٹی عمر کا ہو، یا بہت زیادہ فرق ہو، یہ مناسب نہیں، اگرچہ کم زیادہ عمر کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے، کیونکہ نکاح تو باہمی رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے، اور باہمی رضامندی میں چھوٹی عمر والی لڑکی بڑے عمر کے لڑکے سے نکاح کرلے، یا چھوٹی عمر والا لڑکا کسی بڑی عمر کی عورت سے نکاح کرلے تو جائز تو ہے، لیکن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو دیکھیں تو اس کے اندر جو بات سمجھ میں آرہی ہے وہ بڑی اہم اور قابل قدر اور قابل توجہ ہے، لہٰذا جہاں تک ہوسکے ہم اس کے مطابق اس نیک کام کو انجام دیں، تاکہ حضور ﷺ کی سنت کا نور اس کے اندر رچ بس جائے اور اس کی برکتیں ظاہر ہوں اور وہ ہمیں حاصل ہو جائیں۔

سنت سے عُمروں کے تناسب کا ثبوت

تو دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عمر کا تناسب بھی ہونا چاہئے اور اس کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے، چنانچہ مذکورہ واقعہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں رشتہ پیش کیا، لیکن ان کی عمر

زیادہ تھی، اس لئے آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول نہیں فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے درخواست پیش کی، لیکن ان کی عمر بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ تھی، ان کی درخواست بھی آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمائی۔ حضرت علیؓ نے درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ لہٰذا کس طریقہ سے آپ ﷺ نے عمر کا جوڑ اور تناسب دیکھا، تو معلوم ہوا کہ یہ تناسب دیکھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے ہر مومن مرد و عورت کو اس کا خیال رکھنا چاہئے، لیکن جہاں کوئی مجبوری ہو یا کوئی عذر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

تیسری ہدایت

اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے اپنی بیٹی کے نکاح کرنے کا وعدہ اور ان کی درخواست کس سادگی کے ساتھ قبول فرمائی، نہ خاندان جمع ہوا، نہ برادری آئی، نہ قوم آئی اور نہ کوئی لینا دینا اور کرنا دھرنا ہوا، کس سادگی اور کس اختصار کے ساتھ ذرا سی دیر میں یہ مسئلہ طے ہوگیا۔

منگنی کی حقیقت

معلوم ہوا کہ منگنی کی حقیقت اصل میں اتنی ہی ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے درخواست کرتے ہیں اور لڑکی والے اپنے اطمینان کے بعد

درخواست قبول کر لیتے ہیں، بس منگنی تو اس کا نام ہے، اس حد تک اگر کوئی منگنی کرے تو اس کے اندر کوئی خرچہ ہی نہیں، یہ بات ٹیلی فون اور خط و کتابت سے بھی طے ہو سکتی ہے، اگر دونوں گھرانے قریب ہیں تو آ کر اور بیٹھ کر بھی طے کر سکتے ہیں، اس کے سوا دوسرے لوازمات کچھ بھی نہیں ہیں۔

لیکن ہمارے معاشرے میں اس میں چاروں طرف لوازمات و رسومات کی جو ایک طویل اور مضبوط دیوار حائل ہے اس کو پھلانگنا ہر ایک کا کام نہیں اور نہ ہی ہر ایک کے بس کی بات ہے، اس کا یہاں کوئی نام و نشان ہی نہیں، حضرت علیؓ آئے، انہوں نے درخواست کی، آپ ﷺ نے درخواست قبول فرمائی، بس منگنی ہو گئی۔

لہٰذا ہم حضور ﷺ کے اس نقشِ قدم کو اپنے ذہن میں جمائیں اور اس کو نقش کر کے اس سے ہٹ کر جو کچھ ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، اور انہیں ضروری قرار دے لیا ہے کہ ان کے بغیر منگنی ہو ہی نہیں سکتی، ان سے ہم اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں، حضور ﷺ کے نقش قدم کو چھوڑ کر وہ وہ مصیبتیں اور پریشانیاں ہم نے اپنے اوپر بڑھالی ہیں کہ جس کے نتیجے میں منگنی جو انتہائی آسان اور سہل تھی وہ کس قدر مشکل اور مصیبت بن گئی ہے۔

دو لفظوں میں منگنی اور شادی کی حقیقت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منگنی اور نکاح کے بارے میں ایک لفظ ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ جس میں ہمارے اس دور کی منگنی اور شادی کی ساری حقیقت بیان ہو گئی ہے، مختصر سے دو لفظوں میں حضرت نے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہمارے زمانے کی منگنی ''قیامتِ صغریٰ'' ہے اور شادی ''قیامت کبریٰ'' ہے۔

ہمارے زمانے کی شادی بیاہ اور منگنی کا نقشہ کھینچنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا، یہ منگنی قیامت بنی ہوئی ہے، اس میں اتنی رسمیں اور خرافات اور اس قدر نمود و نمائش اور پھر ان سے بڑھ کر بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب اور طرح طرح کی پابندیاں اور لوازمات پائے جاتے ہیں کہ نماز و روزہ سے بڑھ کر وہ ضروری ہیں، کوئی نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، حج نہ کرے، زکوٰۃ نہ دے، کوئی پوچھنے والا نہیں، لیکن اگر منگنی کی ان رسموں کو انجام نہ دیا جائے اور ان کی خانہ پوری نہ کی جائے تو جناب لعن وطعن کی بارش شروع ہو جاتی ہے، طعن و تشنیع سے آدمی کا جینا دو بھر کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہم نے بنالی کہ واقعی جیسے حضرت نے فرمایا کہ قیامتِ صغریٰ ہے، یہ بات حقیقت ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح آسانی اور سادگی سے اپنی چہیتی کی منگنی فرمائی،

یہ بھی ہم دیکھ لیں۔

نکاح کا پیغام کون دے؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کا پیغام لڑکے والوں کو دینا مناسب ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں کو پیغام دیں اور لڑکی والے اس کو قبول کریں، اور اس کے برعکس بھی جائز ہے کہ لڑکی والے لڑکے والوں کو پیغام دیں۔ مگر مذکورہ واقعہ میں طریقہ دیکھئے کہ حضرت علیؓ خود درخواست لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آرہے ہیں اور حضور ﷺ بیٹی والے ہیں اور آپ ﷺ ان کی درخواست قبول فرمارہے ہیں۔ کرنے والے کون ہیں؟ کس کا نکاح ہو رہا ہے؟ کس سے ہو رہا ہے؟ یہ سب دیکھتے چلے جائیں، یہ ہیں ہمارے رہبر اور رہنما اور یہی ہمارے اصل طریقے ہیں جس میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اس لئے اسی طریقہ کو اختیار کریں، اور اس سے ہٹ کر آج کل ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خصوصاً جو حرام اور ناجائز کام اور ناجائز اور خلاف شرع رسمیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں، ان سے اپنے آپ کو ضرور ہی بچانے کی کوشش کریں۔

نکاح میں کن لوگوں کو بلایا جائے؟

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص صحابہ

کرامؓ کو بلایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے موقع پر اپنے بہت ہی قریبی اور خاص خاص احباب کو بلانا چاہئے اور ان کے بلانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اب وہ خاص چاہے رشتہ کے اعتبار سے ہوں، یا پڑوس کی وجہ سے ہوں یا محبت و تعلق کی وجہ سے ہوں یا دوست واحباب ہوں۔ اور اس میں بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس نکاح کا اعلان ہو جائے اور ان سب کے علم میں آ جائے کہ فلاں کا نکاح فلاں کے ساتھ ہو گیا ہے، یہ اس کا مقصودِ اصلی ہے، یہ نہیں کہ یہ اتنا بڑا اور اتنا اہم خوشی کا موقع ہے، اگر ہم اس کے اندر دوسروں کو نہیں بلائیں گے تو انہیں گلہ شکوہ ہوگا اور وہ روٹھیں گے اور ان کو منانا پڑے گا، لہٰذا اس موقع پر ان کو بلانا بہت ضروری ہے، ان کے بغیر تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا، یہ کوئی تصور نہیں بلکہ صحیح تصور اور تعلیم یہ ہے کہ یہ موقع نکاح کے اعلان کا ہے اور اس اعلان کی زیادہ ضرورت خاص خاص لوگوں کو ہے جو ہر دم کے ساتھی اور ہر وقت ان کی آمد ورفت رہتی ہے اور ملتے جلتے رہتے ہیں تاکہ ان کے علم میں آ جائے کہ کس لڑکی کا نکاح کس لڑکے کے ساتھ ہوا ہے اور وہ بے فکر ہو جائیں۔

مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے

اس لئے مسجد کے اندر نکاح کرنا مستحب ہے کہ مسجد کے اندر اعلان زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے خاص خاص احباب کو بلانے میں جن کے آنے میں پریشانی نہ ہو، کوئی تکلیف نہ ہو، دشواری نہ ہو، بس وہی کافی ہیں، لہٰذا جو

بہت ہی دور دور کے رشتہ دار ہیں، یا دوسرے شہروں کے اندر رہتے ہیں یا ہماری صرف ان سے سلام دعاء ہے، انہیں بلانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا نکاح کے موقع پر یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ جتنے بھی خون کے رشتے ہیں، چاہے ان کا تعلق باپ دادا پردادا سے ہو، یا نانی پر نانی سے ہو، ان سب ہی کو بلانا ضروری ہے، اور جتنے بچپن سے لے کر اب تک کے شناسا ہیں، جو کہ کبھی کسی محلہ یا مکان میں رہتے تھے، وہاں کے پڑوسی پھر ان کے پڑوسی، اور اگر کسی راستہ میں بازار میں کسی سے سلام دعاء ہوگئی تو ان کو کارڈ بھیجنا بھی ضروری ہے، حیثیت سو آدمیوں کو بلانے کی نہیں ہے اور دعوت ہزار آدمیوں کی ہے۔ اور اس کے لئے بڑے لمبے لمبے اخراجات، لمبے لمبے سودی قرضے اور رشوتیں لی جاتی ہیں بھیک جمع کی جاتی ہے، اور جمع کر کے سب کو بلانا ضروری سمجھ کر ان کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ غلط ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

لسٹوں کی تیاری

چنانچہ اس کے لئے گھروں کے اندر لسٹیں بنتی ہیں، ایک لسٹ بنی وہ کینسل، دوسری بنی وہ کینسل، تیسری بنی وہ کینسل، مہینوں لسٹ بننے میں لگتے ہیں، اس لئے کہ زبانی سب کہاں یاد رہتے ہیں، ایک دوسرے سے رابطے کئے جاتے ہیں، جہاں کہیں شادی ہوئی ہوتی ہے تو ان سے لسٹیں مانگی جاتی ہیں کہ آپ نے کس کس کو بلایا تھا، تو اس طریقہ سے چلتے ہوئے مسافر کو

بھی دعوت دے دی جاتی ہے، اسی طرح جو دکان دار دکان پر بیٹھا ہے اور اس کے جو گاہک ہیں، ان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سب غیر ضروری باتیں ہیں اور سب غلط طریقے ہیں جن کو ہم نے اپنے اوپر لاد لیا ہے، اور جس نکاح کا طریقہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سستا، ہلکا، آسان، اور خیر و برکت سے بھرپور ہمیں عطا فرمایا تھا، اس طریقہ کو ہم نے پسِ پشت ڈال دیا، اور ہم نے اس کو انتہائی مشکل، انتہائی مہنگا اور مصیبتوں سے بھرپور، اور نمود و نمائش کے لباس سے اس کو آلودہ کر کے اختیار کر لیا۔

حضور ﷺ نے کن لوگوں کو بلایا تھا؟

نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، اور انصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی ایک جماعت کو بلایا تھا، جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے خطبہ پڑھا اور نکاح کر دیا، بس یہی تعلیم ہمیں حاصل کرنی چاہئے۔

شادی کارڈ کی حقیقت

شادی کی اطلاع کیلئے کارڈ چھپوانے کی بھی زیادہ ضرورت نہیں، اگر ضروری ہو تو معمولی درجہ کا کارڈ چھپوالیں، شادی کارڈ کے اندر لوگ بڑے پیسے خرچ کرتے ہیں، بہت مہنگا بناتے ہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، حالانکہ اسکا حاصل صرف اطلاع دینا ہے، جس گھر میں آیا

پڑھا اور ایک طرف رکھ دیا، بنانے والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ یادگار رہے گا، لیکن ذرا سوچیں کون یاد کرتا ہے؟...... دوسرے دن جب ولیمہ ختم، کارڈ سارے کے سارے ٹوکری میں چل دیے، اور لاکھوں روپے ضائع ہو گئے۔

شادی کارڈ کے بارے میں حضرتؒ کا طریقہ

اس بارے میں ہم نے سیدی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا طریقہ دیکھا، کہ حضرتؒ کا جو لیٹر پیڈ تھا، اس پر حضرت نے نکاح کے دعوت نامہ کا خود مضمون تحریر فرمایا اور اس کی فوٹو کاپی کروا کر یا کسی پریس میں دے کر مناسب انداز میں چھپوا کر سادے لفافہ میں رکھ کر دے دیا، خرچ بھی زیادہ نہیں ہوا، اور مقصد بھی حاصل ہو گیا۔ تو حضرت کے اس عمل میں آسانی ہی آسانی ہے، اور اس طریقے سے یہ کام بسہولت انجام دیا جا سکتا ہے، یا وقت پر اپنے خاص خاص احباب کو تحریری طور پر یا ٹیلی فون پر یا زبانی اطلاع دے دی جائے اور مسجد میں نکاح رکھ لیا جائے۔

مقدار مہر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں ۴ سو درہم مہر مقرر فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم عورتوں کا مہر زیادہ نہ بڑھاؤ، اس لئے کہ زیادہ مہر عورتوں کے اندر اگر کوئی خیر کی بات ہوتی، بھلائی کی چیز ہوتی، یا کوئی عزت کی چیز ہوتی اور آخرت کے اعتبار سے کوئی تقویٰ کی بات

ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

مہر فاطمی کی حقیقت اور اس کی اہمیت

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر ۱۲ اور ۱۳ اوقیہ چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ اور ایک روایت میں ساڑھے بارہ اوقیہ بھی ہے۔ اور ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے پانچ سو درہم بنتے ہیں، اور درہم چاندی کا ہوتا ہے اور ایک درہم تین ماشہ ⅕ اکے برابر ہوتا ہے، اس طرح پانچ سو درہم کا حساب تولہ ماشہ کے اعتبار سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی بنتی ہے۔ یہ وزن مہر مسنون ہے اور اسے مہر فاطمی بھی کہتے ہیں، اور یہ وہ مہر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا مقرر فرمایا، لہٰذا ہو سکے تو یہ مسنون مہر سنت کی نیت سے مقرر کرنا اچھا ہے، جب بھی کسی کا نکاح ہو تو وہ اپنے نکاح کے اندر مہر فاطمی یعنی ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی مقرر کر سکتا ہے۔

مہر کی ادائیگی کس طرح کریں؟

ادائیگی میں اختیار ہے جس طرح چاہیں کرلیں، چاہیں تو چاندی کا وزن دے دیں، یعنی چاہیں تو اتنی مقدار چاندی مہر میں دے دیں، یا جو ادائیگی کا وقت مقرر ہو اس وقت چاندی کی جو قیمت بنتی ہو وہ ادا کر دیں۔

مہر کی کم از کم مقدار اور زیادہ کی حد

شریعت میں کم از کم مہر کی مقدار دس درہم مقرر ہے جس کی مالیت دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی بنتی ہے، اور زیادہ کی شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں، بس مہر اتنا ہی ہونا چاہئے کہ جس کو شوہر آسانی کے ساتھ ادا کر سکے، اور اس کی نیت بھی ادا کرنے کی ہو، اور وہ ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔

فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا

لہٰذا فخر کے طور پر اور دکھاوے کے طور پر، نمائش کے طور پر بڑی بڑی رقمیں جو مہر کے اندر مقرر کی جاتی ہیں، یاد رکھئے! مقرر کرنے سے وہ واجب ہو جاتی ہیں اور ریاکاری کا گناہ الگ ہوتا ہے اور ادا نہ کرنے کی نیت کا گناہ الگ ہوتا ہے، چنانچہ اگر پانچ لاکھ یا دس لاکھ مہر مقرر کریں گے تو وہ واجب ہو جائیگا، اور پھر وہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اتنی بڑی مقدار اگر اس لئے مقرر کی تاکہ برادری میں میرا نام روشن ہو کہ فلاں کے مہر کی اتنی بڑی رقم تھی کہ آج تک کسی کا اتنا مہر مقرر نہیں ہوا، یہ ریاکاری اور دکھاوا ہو گیا، اور ریاکاری حرام ہے، ناجائز ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ گناہ بھی ہوا اور مقررہ مہر واجب بھی ہوا، اور اگر پوچھیں کہ بھائی اتنا مہر کیوں مقرر کیا؟ تو کہتے ہیں کہ دیتا کون ہے، نام ہو گیا اور کیا چاہئے، نہ کوئی دیتا ہے نہ مانگتا ہے، اللہ بچائے۔

مہر نہ دینے پر وعید

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس آدمی نے مہر مقرر کیا اس حال میں کہ اس کے مہر دینے کی نیت نہیں تھی، تو اللہ بچائے اس کو بدکاری کا گناہ ہوگا اور وہ بدکار کہلائے گا۔

مہر معاف کرانے کے دو موقعے

اور پھر ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سننے میں آتا رہتا ہے کہ وہ پہلی ہی رات میں اپنی بیوی سے اپنا مہر معاف کرا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے آپ میرا مہر معاف کریں بعد میں آپ سے ملاقات کر سکوں گا۔

مرد ہو کر بیوی سے مہر معاف کرانا بڑی ہی بے غیرتی اور بے حیائی کی بات ہے، مردانگی تو یہ ہے کہ پانچ لاکھ مقرر ہو تو دس لاکھ ادا کرے، بہادری تو اس کا نام ہے، نہ یہ کہ پانچ لاکھ مہر بندھوالیا اب پانچ ہزار دینے کی طاقت نہیں، اب بیوی سے معافی مانگ رہے ہیں کہ مہر بہت زیادہ ہے، شاید معاف کردے، یہ بات مرادنگی اور غیرت کے خلاف ہے۔

مذکورہ معافی معتبر نہیں

دوسرے اگر اس نے مجبور ہو کر یا لحاظ میں آکر یا شرم کی وجہ سے معاف کر بھی دیا تو وہ مہر معاف نہیں ہوگا، بعد میں دینا پڑے گا۔ ایک تو اس

موقع پر لوگ اپنا مہر معاف کراتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر مہر کی معافی معتبر نہیں۔

دوسرا موقعہ

اور ایک موت کے وقت معاف کراتے ہیں، جب کسی کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور زندگی میں اس نے مہر ادا کرنے کی فکر نہیں کی، اور ہزاروں لاکھوں روپے کا مہر اپنی گردن پر لے گیا، تو جب اس کی میت گھر سے نکلنے لگتی ہے تو عورتیں اس کی بیوہ سے کہتی ہیں کہ اری مہر معاف کر دے ورنہ یہ کہاں اپنے سر پر بوجھ لے کر جائے گا، اس وقت انکار کرنا بھی بڑی بے شرمی کی بات ہوتی ہے، لہٰذا اس وقت وہ مجبور ہو کر، بادلِ نخواستہ اور عورتوں کے جبر اور زبردستی کی وجہ سے بے چاری معصوم بیوہ اپنا مہر معاف کر دیتی ہے، اس وقت بھی مہر کی معافی معتبر نہیں۔

مہر کب معاف ہوتا ہے؟

مہر اس وقت معاف ہوتا ہے جب عورت خوش دلی سے اور اللہ کے واسطے معاف کر دے، پھر معاف ہو جاتا ہے۔

لیکن غیرت مند شوہر کے لئے اس طرح کی معافی کا قبول کرنا گوارہ نہیں ہو سکتا، مرد کی مردانگی یہ ہے کہ وہ پورا پورا مہر ادا کرے، یا پھر مہر مقرر کرتے وقت نام و نمود سے پرہیز کرے اور اتنی مقدار مقرر کرے کہ

جتنی مقدار ادا کرنے کی اس میں طاقت اور مالی استطاعت ہو اور جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکے جو کم از کم تقریباً پونے تین تولہ چاندی ہو یا اس سے بڑھ کر ہو مگر حسب حیثیت ہو، بہتر یہ ہے کہ مسنون مہر کے مطابق ہو۔

اور اگر کسی خاندان میں اس سے زیادہ کا رواج ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، البتہ ہر حال میں مہر کی ادائیگی ہونی چاہئے، چاہے فی الحال ادائیگی ہو، یا جب باہمی رضامندی سے اس کی ادائیگی طے ہو جائے۔

چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کی تعلیم میں اعتدال ہی اعتدال ہے، آپ کا مقرر کردہ مہر نہ زیادہ اور نہ کم بلکہ مناسب اور بالکل درمیانہ ہے۔

صراطِ مستقیم کی تعبیر اعتدال کے ساتھ

اور اعتدال اسلام کی روحِ رواں ہے اور اعتدال ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور صراطِ مستقیم کی تعبیر اعتدال کے ساتھ فرمانا یہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی، کئی مرتبہ فرمایا کہ ہم ہر نماز میں صراطِ مستقیم کہتے ہیں، معلوم بھی ہے کہ صراطِ مستقیم کسے کہتے ہیں؟

فرمایا صراطِ مستقیم راہِ اعتدال کا نام ہے، اور یہ ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کہتے ہیں۔ اور ان میں کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر اعتدال درکار ہے، شادی ہو، غمی ہو، ملازمت ہو، تجارت ہو، تفریح ہو، جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں، جس شعبہ زندگی میں

ہوں، ہر جگہ ہر مسلمان مرد و عورت کا اعتدال پر عمل کرنا صراطِ مستقیم ہے، اور ہر آدمی کو تمام شعبہ زندگی میں اعتدال نصیب ہو جائے تو سمجھو وہ کامیاب و کامران ہے، اور آج کل ایک جگہ اعتدال ہے اور دوسری جگہ اعتدال نہیں، تو یہ بے اعتدالی ہے۔

مہر شرع محمدی ۳۲$\frac{1}{2}$ روپے کی حقیقت

اس سلسلے کا ایک گناہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ ہمارے معاشرے کے اندر مہر کی ایک صورت اور بھی ہے جو بڑی مشہور و معروف ہے جس کو ساڑے بتیس روپے مہر شرع محمدی کہا جاتا ہے، اور بڑے ہی اہتمام سے اس کو مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کو فی الحال مہر شرع محمدی کہنا بالکل غلط ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں مہر کی جو کم سے کم مقدار مقرر ہے وہ پونے تین تولہ چاندی ہے، اور آج کل چاندی تقریباً ۸۰ روپے تولہ ہے، جس کے تقریباً ۲۲۵ روپے بنتے ہیں، اب اگر کوئی شریعت کے مطابق کم از کم مقدار پونے تین تولہ چاندی بھی مقرر کرے تو اس کے بھی تقریباً سوا دوسو روپے بنتے ہیں، ساڑھے بتیس روپے تو کسی صورت میں نہیں بنتے۔ اور مہر مسنون جو کہ ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی ہے، یہ وزن ۵۰۰ درہم کا ہے جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں اور مہر مسنون بھی اسی کو کہتے ہیں، یہ تقریباً ۱۲، ۱۳ ہزار روپے کا بنتا ہے، یہ مہر بہت ہی درمیانہ اور معتبر ہے، اس سے زیادہ بھی مہر ہو سکتا ہے جتنا کہ شوہر بغیر چہرہ کے تیور بدلے آسانی سے بخوشی ادا

کر سکے اور اس کو بیوی سے معافی نہ مانگنی پڑے۔ چاہے وہ ایک لاکھ ہو یا ۲۰ لاکھ، لیکن جو جتنا مقرر کرے گا وہ واجب ہو جائے گا، تو ساڑھے بتیس روپے کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانے میں جب چاندی بہت سستی ہوگی دس بارہ روپے تولہ، تو اس زمانے میں ممکن ہے کہ کسی نے مہر شرع محمدی ساڑھے بتیس روپے مقرر کیا ہوگا، یا اتنی سستی ہوگی کہ ۱۲۱ تولہ تین ماشہ چاندی ساڑھے بتیس روپے میں آ جاتی ہوگی، تو اس زمانہ کی حد تک اس کو مقرر کرنا درست ہو سکتا تھا، لیکن آج کل یہ مہر شرع محمدی نہیں، اور اگر کوئی مقرر کرے گا تو اسے پونے تین تولہ چاندی کے پیسے جس کے آج کل تقریباً سوا دو سو روپے بنتے ہیں، دینا واجب ہونگے۔ لہٰذا جہاں کہیں یہ مہر باندھا جاتا ہو، ہر گز ہر گز نہیں باندھنا چاہئے، اور مہر فاطمی بھی صرف مسنون ہے، فرض و واجب نہیں، لہٰذا اگر کسی کی حیثیت اس کے ادا کرنے کی نہ ہو اور وہ پانچ ہزار مقرر کرنا چاہے تو وہ بھی جائز ہے۔ بہر حال شوہر اور بیوی دونوں کی حیثیت دیکھ کر مہر مقرر کرنا چاہئے۔

چھواروں کی تقسیم

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کے پاس کچھ چھوارے طباق میں ڈال کر بھیجے تاکہ حاضرین ان کو لے لیں، چنانچہ اگر حاضرین میں کچھ چھوارے تقسیم کر دیئے جائیں تو اچھا ہے، اس سے خوشی کا

اظہار ہوتا ہے۔

ہماری بے اعتدالی

لیکن ہمارے زمانہ میں چھواروں کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی چپک گئی ہیں، جیسے چنگم چپکتی ہے ایسے کچھ اور چیزیں بھی اس کے ساتھ چپک گئی ہیں اور ان کا چپکانا ہنگامے سے خالی نہیں، خالی چھواروں کی تقسیم آج بھی انتہائی پر سکون ہو سکتی ہے اگر ان کو اوپر لٹایا نہ جائے بلکہ ویسے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ صرف چھواروں کی لوگوں کے دلوں میں اب خواہش کم ہو گئی ہے وہ طلب و تڑپ نہیں رہی، بس خاموشی سے چپکے چپکے ہر آدمی لے لیتا ہے۔

مسجد کی بے حرمتی

اور اگر اس میں کچھ اور جیسے پان چھالیہ، ٹافیاں، اور سپاریاں بھی اس کے اندر بھری ہوئی ہیں تو پھر مسجد کیا، پھر وہ ایک کھیل کا میدان ہے، اس میں ایسی لوٹ مار اور چھینا جھپٹی ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ، اور اس چھینا جھپٹی میں مسجد اور ایک دوسرے کی بے حرمتی ہوتی ہے، کبھی تھیلیاں پھٹ رہی ہیں اور کبھی تھیلا پھٹ رہا ہے، کبھی آدمی کا سر پھٹ رہا ہے، ایک طرح کا ہنگامہ ہوتا ہے، اللہ بچائے، ذرا سا سنت سے ہٹے اور کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلاء ہو گئے، بچے بھی، بوڑھے بھی، جوان بھی سارے ہی اس کی طرف

لپک جاتے ہیں اور ایسے لپکتے ہیں کہ معلوم نہیں کتنے دن کے بھوکے تھے اور آج پہلی مرتبہ ان کے سامنے یہ چیز آئی ہے، اللہ بچائے بانٹنے والے اور لینے والے دونوں مصیبت میں مبتلاء ہیں، بھائی ایسی مصیبت اپنی طرف سے بڑھائی کیوں؟ کس نے کہا تھا اس کو بڑھاؤ؟

محض اپنے فخر کے لئے، نام کے لئے، بڑائی کے لئے، تاکہ معلوم ہو کہ ہمارے یہاں شادی ہوئی تھی اور اس میں یہ چیز بٹی تھی۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے یہاں شادی ہوئی تھی اس میں تھیلی میں کیا کیا ڈالا گیا تھا، اگر اس نے پانچ چیزیں ڈالی تھیں تو اگلا سات ڈالے گا، اور پھر اگلا نو ڈالے گا، یعنی اس میں بھی مقابلہ بازی ہو رہی ہے، اور جس کی زیادہ موٹی تھیلی اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ رنگین بٹوہ اس کی تقسیم میں زیادہ مصیبت اور پھر وہ سب کو دکھاتا پھرے گا، اور سب ایک دوسرے کو دکھائیں گے، یہ سب کچھ کیا ہے؟ نام و نمود ہے، دکھاوا اور نمائش ہے، اس دکھاوے اور نمائش سے تو کچھ نہیں ہوتا۔

دیکھئے! چھواروں سے آگے بڑھتے ہی فتنہ ہو گیا، اب مسجد میں جاؤ وہاں مصیبت، کہیں اور جگہ جاؤ وہاں پریشانی، اور بے حرمتی الگ ہو رہی ہے، لوگ ان کے چھلکے اور گٹھلیاں وغیرہ مسجد میں ہی ڈال دیتے ہیں، حالانکہ جب آئے تھے تو مسجد صاف ستھری تھی، جب گئے تو معلوم ہوا کہ گندی ہو گئی، دریاں بھی خراب، قالین بھی خراب، اور فرش بھی گندا، جگہ جگہ بینیوں وغیرہ کے ریزے بکھرے ہوئے ہیں، گٹھلیاں پڑی ہوئی ہیں،

مسجد کی یہ بے حرمتی کیسے گوارہ کی جاسکتی ہے؟ اور کسی مسلمان کا اپنے نکاح میں اس طرح مسجد میں گندگی کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ پھر ایسے نکاح میں کیسے خیر و برکت آسکتی ہے جس میں خانہ خدا کو پامال کر دیا گیا ہو اور اس کو گندا کر دیا گیا ہو۔

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی

اس کے بعد حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی دیکھئے! اس میں کس قدر سادگی اور اختصار ہے، حضرت امّ ایمنؓ حضرت بی بی فاطمہؓ کو لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں اور ان کو وہاں پہنچادیا۔ معلوم ہوا کہ شادی اور رخصتی میں اختصار کرنا چاہئے، اس کے ساتھ کسی دھوم دھام کی ضرورت نہیں، شور شرابے اور نمود و نمائش کی ضرورت نہیں، اختصار اور سادگی کے ساتھ بیٹی کو دلہا کے گھر پہنچادو۔

ہمارے یہاں کا طریقہ

لیکن ہمارے یہاں دیکھئے کہ اس کے پیچھے کتنا بڑا ہنگامہ ہے، اور جب تک ہال نہ ہو اس وقت تک رخصتی ممکن نہیں، لہٰذا آج کل کے زمانہ میں بیٹی کی رخصتی کے لئے ہال کا ہونا بھی شرط ہے، وہ تو شکر ہے کہ گورمنٹ نے کھانے پر پابندی لگادی تو کچھ معاملہ ہلکا ہو گیا ورنہ پوری برات اور برادری کی دعوت بھی ضروری سمجھی جاتی ہے، بصورتِ دیگر نکاح کا تصور ہی نہیں،

اگر کوئی اس طرح کر بھی لے تو لعن و طعن کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ انسان کا زندگی گزارنا اور برادری میں بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ مذکورہ واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی شادی پر دعوت نہیں فرمائی، بیٹی کی شادی کی دعوت کا یہاں کہیں ذکر نہیں، صرف حضرت علیؓ نے ولیمہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بیٹی کو رخصت فرمایا ہے۔

بیٹی کی شادی کی دعوت سنّت سمجھ کر کرنا غلط ہے

اس لئے علماء کرام نے فرمایا کہ بیٹی کی شادی کی دعوت ولیمہ کی طرح سنّت سمجھ کر کرنا غلط اور ناجائز ہے، اور یہ سمجھنا کہ یہ ضروری ہے اور اس کے بغیر ہم اپنی بیٹی کو رخصت کر ہی نہیں سکتے، اور جب تک اس کی دعوت نہ ہو اور سب لوگوں کو نہ بلایا جائے اور دھوم دھام سے نہ ہو، چاہے حیثیت بھی نہ ہو لیکن وہ ضروری سمجھتے ہیں، تو ضروری سمجھ کر کرنا بھی صحیح نہیں، یہ بھی غلط ہے۔

البتہ یہ گنجائش ہے کہ حسبِ استطاعت جو خاص خاص عزیز و اقارب ہوں ان کو بلالیا جائے، اور جب اپنے گھر میں بلایا جائے گا تو کھانا بھی کھلایا جائے گا، اس طرح یہ ان کی مہمان نوازی ہوگی، وہ بھی کھالیں گے، بچی اور گھر والے بھی کھالیں گے، کھانے کے بعد بچی کی رخصتی ہو جائے گی۔

لیکن یہاں تو لڑکے والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے کتنے آدمی آئیں گے، اور بعض اوقات تو وہ خود ہی لسٹ بھیج دیتے ہیں کہ کم از کم پانچ

سو افراد ہمارے ہوں گے، اور ہزار لڑکی والوں نے بلا رکھے ہیں، اب ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا کھانا کوئی معمولی بات ہے؟ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر نکاح نہیں ہو سکتا، رخصتی نہیں ہو سکتی۔

یہ جو لمبے لمبے خرچے ہم نے اپنی طرف سے بنالئے ہیں، یہ سراسر ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہوا ہے، زیادتی کر رکھی ہے، جس کی وجہ سے شادی بیاہ کے مسائل کو ہم نے خود ہی مشکل سے مشکل بنالیا ہے۔ بہر حال دیکھ لیجئے کہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی آپ ﷺ کے گھر سے کس طرح رخصت ہو رہی ہیں، اس بات کو ہم یاد رکھیں۔ اگر بیٹی کے لئے کچھ کرنا ہی ہے تو مختصر سے مختصر اور کم سے کم، بس اپنے خاص خاص عزیز و اقارب اور اپنے گھر کی حد تک اور دو چار پڑوسیوں کی حد تک محدود رکھیں، جس کے لئے کوئی لمبا چوڑا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی وہ کرے کہ جس میں استطاعت ہو، جس کی یہ بھی استطاعت نہیں اس کے لئے یہ بھی کوئی ضروری نہیں۔

قیامت کبریٰ

بہر حال، آج ہم نے اپنے ذہنوں کے اندر شادی بیاہ کے لئے رائج الوقت رسومات و لوازمات کے ساتھ جو ایک معیار مقرر کرلیا ہے اپنے ماحول اور اپنے معاشرہ کے اعتبار سے اور پھر اس معیار کے مطابق امیر و غریب سارے کے سارے پابندی کرنے والے ہوگئے ہیں، یہ ایک قیامت

کبریٰ ہے اور یہ ایک بڑی آفت و مصیبت ہے،اب غریب آدمی اتنا روپیہ کہاں سے لائے، یا تو اس کی بیٹی گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جائے اور وہ اس غم میں مر جائے اور ہارٹ فیل ہو جائے، یا پھر وہ معاشرہ میں بھیک مانگے، زکوۃ و خیرات مانگے، فطرہ مانگے، اس طریقہ سے وہ پیسے اکٹھے کرے تاکہ کسی طریقہ سے وہ معاشرہ کا پیٹ بھر سکے، اور ان کی رسمیں پوری کر سکے، اور ان کے مقرر کردہ معیار کو کسی طریقہ سے پورا پورا ادا کر سکے، اللہ بچائے۔

معوّذتین کی سنّت

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الناس اور سورۃ الفلق پڑھنے کا عمل فرمایا،لہٰذا اگر کسی کی بیٹی کی شادی ہوئی ہو، اور اس سے پہلے داماد سے بے تکلّف ہوں جیسے بھائی بھائی کے بیٹا اور بیٹی ہوتے ہیں، تو یہ لوگ محرم بھی ہوتے ہیں اور بے تکلّفی بھی ہوتی ہے تو اس موقع پر یہ سنّت بھی ادا کر دینی چاہئے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا، اگر ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع میں اس سنّت کا عمل کرلیں تو یہ کیسا خیر و برکت کا عمل ہے اور سراسر سعادت مندی کی بات ہے۔

اور اگر کسی کے ماں باپ نہ کر سکیں تو میاں بیوی یہ عمل خود بھی کر سکتے ہیں، سورۃ الناس اور سورۃ الفلق پانی پر دم کر کے دونوں پی لیں اور جس طرح حضور ﷺ نے پانی چھڑ کا اسی طریقہ سے وہ بھی چھڑک لیں، میاں بیوی کے لئے تو یہ عمل بہت ہی آسان ہے، وہ اس سنّت پر عمل

کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

❁

شادی بیاہ کی اہمیت

۲

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد زاہد : مولانا محمد وسیم

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شادی بیاہ کی اہمیت

اور

ہمارے گناہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ!

!فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

النکاح من سنتی ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم: فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

(ابن ماجہ: باب ماجاء فی فضل النکاح، ص ۱۳۲)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو!

اس وقت میں آپ کے سامنے نکاح کی اہمیت و فضیلت اور اس کا باعثِ اجر و ثواب ہونا (انشاء اللہ تعالیٰ) بیان کروں گا۔ خاص طور پر اس عظیم نعمت کے ملنے کے موقع پر اوراس عظیم سنّت کی ادائیگی کے وقت ہمارے معاشرہ میں جو بڑے بڑے گناہ کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض گناہوں کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ متوجہ کروں گا، تاکہ جب کسی مسلمان مرد و عورت کو یہ عظیم نعمت حاصل ہو، اور انبیاء علیہم السلام کی اس عظیم سنّت پر عمل کرنے کا موقع میّسر ہو تو وہ اپنے نکاح کو شریعت کے مطابق انجام دے اور اس موقع پر ہونے والے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے، تاکہ اس نعمت کا صحیح شکر ادا ہو اور پھر وہ باعثِ برکت بنے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اور ان کو ناراض کر کے اس نعمت کی برکتوں سے اپنے آپ کو محروم نہ کیجئے۔

نکاح کی اہمیت

اس نکاح کی اہمیت آپ اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اربع من سنن المرسلین

چار چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّتوں میں سے ہیں۔

(۱) نکاح کرنا۔

(۲) ختنہ کرنا۔

(۳) مسواک کرنا۔

(۴) خوشبو لگانا۔

اور دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

النکاح من سنّتی۔

نکاح کرنا میری سنّت ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار ہیں، ان کی بھی یہ سنّت ہے اور جن کے سردار ہیں یعنی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی سنّتوں میں سے بھی ایک سنّت نکاح کرنا ہے۔ لہٰذا جو چیز سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہو اور دونوں جہانوں کے سردار رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنّت ہو تو وہ کتنی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہوگی، اور جو چیز عبادت ہو وہ یقیناً دین کا حصّہ ہوتی ہے اور اللہ

تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوتی ہے۔ اور اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام سنّتوں کے بارے میں ایک ارشاد فرمایا کہ:

فَمَنْ رغبَ عَن سنّتی فلیس منّی

جس نے میری سنّت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ حدیث خاص نکاح سے متعلق نہیں ہے بلکہ عام سنّتوں کی اہمیت کے سلسلے میں ہے، لیکن جس طرح اور سنّتیں ہیں اس طرح نکاح بھی ایک سنّت ہے۔ لہٰذا جو لوگ نکاح پر قدرت کے ہوتے ہوئے نکاح نہیں کرتے، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک عظیم سنّت ہے اور جتنی عظیم سنّت ہوتی ہے اتنی ہی وہ عبادت اور باعثِ اجر و ثواب ہوتی ہے، بشرطیکہ اس سنّت پر اسی طریقہ سے عمل کیا جائے جیسا کہ شریعت کے اندر منقول ہے۔

اللہ کی نظرِ رحمت کے مستحق

ایک روایت میں ہے کہ جب شوہر بیوی کی طرف محبّت سے دیکھتا ہے اور بیوی شوہر کی طرف محبت سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

نکاح سے پہلے تو دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے، اور خدا

ناخواستہ نکاح سے پہلے اگر کوئی مرد بری نظر سے کسی عورت کو دیکھے، یا کوئی عورت کسی مرد کو دیکھے تو یہ گناہ ہے اور از روئے حدیث آنکھوں کا زنا ہے، اور نکاح ہونے کے بعد اگر ایک دوسرے کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت کے مستحق بن جائیں۔

نکاح کیلئے بیوی کا انتخاب

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ:

ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے بہت محبّت کرنے والی ہو اور جو بہت بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر پچھلی امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔

اور چونکہ امّت کا کثیر ہونا نکاح پر موقوف ہے، اس لئے اس کی ترغیب دی گئی۔ اور ویسے بھی اللہ پاک نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ قیامت کے میدان میں کل (۱۲۰) ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں سے چالیس صفیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاءؑ کے امتیوں کی ہوں گی اور اسی (۸۰) صفیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کی ہوں گی، گویا کہ پہلے انبیاءؑ کے امتیوں کی صفوں سے تعداد کے اعتبار سے دگنی صفیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کی ہوں گی، اور تعداد بڑھتی ہے نکاح کرنے سے، اس لئے نکاح مطلوب و مقصود اور عبادت

ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کا باعث ہے۔

نیک اولاد درجات کی بلندی کا باعث ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آخرت میں پہنچے گا تو اپنے لئے غیر معمولی اجر و ثواب اور درجات دیکھے گا، وہ حیران ہو گا کہ میں نے تو اتنے نیک کام نہیں کئے تھے، میرے لئے یہ کہاں سے اتنے درجات اور اتنی نیکیاں آ گئیں، اور خلاف توقع اتنے انعامات کہاں سے آ گئے؟ اس کو بتایا جائے گا کہ تمہارے انتقال کے بعد تمہاری اولاد تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی تھی، اس کی بدولت یہ سب کچھ تجھے ملا ہے۔

اور اولاد نکاح کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، لہٰذا آخرت کے اندر بلند درجات کا حاصل ہونا نیک اولاد کے ذریعہ ہو گا، اور نیک اولاد حاصل ہوتی ہے نکاح کرنے سے، تو نکاح کتنی بڑی عبادت اور نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان آخرت کے اندر بہت سے اجر و ثواب کو حاصل کر سکتا ہے۔

نیک اولاد ماں باپ کو نہیں بھولتی

اور نیک اولاد واقعی دنیا میں اس کام کو یاد رکھنے والی ہے کہ وہ اپنے والدین کو مرتے دم تک بھولتی نہیں، ہر سال ان کے لئے قربانی کرنا اور استطاعت ہو تو ان کے لئے حج و عمرہ کرنا، رمضان شریف میں ان کے لئے

صدقہ نکالنا، اور انہیں ثواب پہنچانے کی نیت سے افطار کرانا، کپڑے دینا، یہ نیک اولاد کا معمول ہوتا ہے، جو آج بھی ہم دیکھتے ہیں۔

نیک اولاد اور ایصال ثواب

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ انہوں نے اس دنیا سے جانے کے بعد قیامت آنے سے پہلے پہلے ایصال ثواب کا ایسا بہترین ذریعہ رکھا ہے کہ اگر کوئی دنیا سے خالی ہاتھ چلا بھی گیا ہو اور اس کے ساتھ زیادہ نیکیوں کا ذخیرہ نہ گیا ہو، لیکن اس نے اپنے پیچھے نیک اور صالح اولاد چھوڑی ہو اور نیک دوست احباب اور نیک عزیز واقارب چھوڑے ہوں تو ان کی دعاؤں اور ایصال ثواب اور ان کے صدقہ و خیرات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کو عالم برزخ میں نعمتوں سے مالامال فرمائیں گے اور اس میں نیک اولاد کو سب سے زیادہ دخل ہے، اور تو سب بھول جاتے ہیں لیکن عام طور پر نیک اولاد نہیں بھولتی، چاہے وہ خود بھی بوڑھی ہو جائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے والد صاحب کا ایک جملہ

مجھے اپنے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آئی کہ جب حضرتؒ کی عمر ۸۲ سال تھی اور اس وقت حضرتؒ اکثر بیمار اور صاحب فراش رہتے تھے، اس وقت حضرتؒ سے یہ بات سنی، حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب میرے والد صاحبؒ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک موقع

پر والد صاحب نے مجھ سے میرا نام لے کر فرمایا کہ "دیکھو! بھول تو سب ہی جایا کرتے ہیں تم ذرا جلدی مت بھولنا۔"

فرمایا کہ والد صاحب کا یہ ارشاد ایسا دل پر نقش ہے کہ اب میری عمر تقریباً ۸۰ سال سے اوپر ہو گئی ہے لیکن مجھے اپنے والد صاحب کا یہ ارشاد ایسا یاد ہے جیسے ابھی فرمایا ہے۔

لہٰذا نیک اولاد اپنے ماں باپ کو یاد رکھتی ہے اور زندگی بھر ان کے لئے ایصال ثواب کرتی رہتی ہے، اور پھر یہی نیک اولاد آدمی کے لئے نجات کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے، بلکہ دوسری حدیث کی روشنی میں یہ نیک اولاد آدمی کے لئے صدقہ جاریہ ہے، وہ اسطرح کہ ماں باپ تو دنیا سے چلے گئے لیکن وہ نیک اولاد چھوڑ گئے اب یہ ان کے لئے ایصالِ ثواب کر رہی ہے، اور ان کے آخرت کے ذخیرہ میں اضافہ کر رہی ہے۔

ناقص بچہ بھی جنّت میں لے جائے گا

حدیثِ شریف میں ہے کہ اگر کسی عورت کی ولادت کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہی ناقص بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ بھی قیامت کے دن اس وقت اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں کھڑا ہو جائے گا جس وقت اس کے ماں باپ کے لئے جہنم میں جانے کا حکم ہو جائے گا، اور یہ بچہ کہے گا کہ یااللہ! میرے ماں باپ کو تو آپ جہنم میں بھیجیں اور مجھے جنّت میں بھیجیں یہ نہیں ہو سکتا، کچھ بھی ہو میں تو انہیں جنّت میں لے کر جاؤں گا، اور وہ اڑ جائے گا اور ضد

کرے گا کہ میں بھی جنّت میں نہیں جاؤں گا جب تک ان کو آپ جنّت میں نہیں بھیجیں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل کہتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ پاک اس کی ضد پوری فرماکر ان کو بھی جنّت میں بھیج دیں گے، چنانچہ وہ اپنے ساتھ ان کو بھی جنّت میں لے جائے گا۔ اس سے اندازہ کریں کہ یہ نکاح کتنی بڑی نعمت اور دولت ہے۔

نکاح کے ذریعے نصف دین کی حفاظت

اور اس نکاح کے ذریعہ آدمی کا آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے، باقی آدھے دین کی اگر آدمی حفاظت کرنا چاہے تو آسانی سے کر سکتا ہے، اس لئے کہ انسان سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ یا تو انسان کی جنسی خواہش سے پیدا ہوتے ہیں یا اس کے علاوہ دوسری وجوہات سے پیدا ہوتے ہیں، انسان سے گناہوں کے صادر ہونے کے یہ دو سبب ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے نکاح کی نعمت عطا فرمادی اور دو مرد و عورت کو نکاح کے اندر جوڑ دیا تو اب اللہ پاک نے ایک حلال اور پاکیزہ تعلق ان کو عطا فرمادیا، جس کے ذریعے جنسی بے راہ روی کے جو گناہ ہوتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ کر دیا، اب وہ آسانی سے اپنی نظر کی بھی حفاظت کر سکتے ہیں، اور اپنی زبان، کان اور اپنے جسم کو بھی گناہوں سے بچا سکتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام سے بچاکر ایک حلال نعمت عطا فرمادی، اس لئے اب انہیں چاہئے کہ جنسی خواہش کے علاوہ دوسرے گناہوں سے بھی بچنے کی فکر کریں اور ان سے بچنا

بھی کوئی مشکل نہیں۔ بہر حال نکاح ایک عظیم نعمت ہے، جس کے اندر اس کی استطاعت ہو اس کو ضرور یہ سنّت ادا کرنی چاہئے، اور اس نیت سے ادا کرنی چاہئے کہ میں عفیف اور پاک دامنی کے ساتھ اپنی باقی زندگی گزاروں کہ میری نظر بھی پاک ہو میری زبان اور میرا دل و دماغ بھی پاک ہو اور میرا جسم بھی پاک ہو۔

نکاح شریعت کے مطابق ہو

اور جب نکاح عبادت اور سنّت ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے انجام دہی کے وقت شریعت والا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، جیسے نماز، زکوٰۃ، حج عبادتیں ہیں اور ان سب کا ایک طریقہ ہے، اسی کے مطابق کریں گے تو یہ قابل قدر اور قابل قبول ہونگیں، تو جیسے ان تمام عبادتوں کو اس طریقہ سے کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث قبول ہے ایسے ہی نکاح کے اندر بھی ہے۔

چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نکاح کیا اور آپ ﷺ کے نکاح میں گیارہ بیویاں آئیں، حضرات خلفاء راشدین نے نکاح کئے، صحابہ و تابعین نے نکاح کئے اور آج تک علماء امّت اور صلحاء امّت نکاح کرتے آئے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جس طرح نکاح کرنا ثابت ہے، اسی طرح اس کا طریقہ بھی ثابت ہے، اسی کے مطابق ہم مسلمانوں کو نکاح کرنا چاہئے۔

اور اس کا خلاصہ یہی ہے کہ سادگی کے ساتھ ہو، اختصار کے ساتھ

ہو، اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہونا چاہئے۔ اس موقع پر گناہوں کا ارتکاب بہت ہوتا ہے، جس طرح ہمارے اور کاموں میں بگاڑ آگیا ہے، جس طرح اور طور طریقے ہمارے خراب اور بگڑ گئے ہیں، جس طرح ہماری نمازوں میں طرح طرح کی کوتاہیاں بھر گئی ہیں، حج اور زکوۃ میں طرح طرح کی کوتاہیاں اور خرابیاں اور خامیاں آگئی ہیں، اسی طرح نکاح کے موقع پر بھی ایسی ایسی کوتاہیاں اور کمزوریاں اور ایسی ایسی خامیاں اور ایسے ایسے گناہ وجود میں آگئے ہیں کہ "الامان والحفیظ"

آج نکاح کی برکت اٹھ گئی

ان گناہوں نے اس نکاح کی عبادت کی خیر و برکت اڑادی اور اس عظیم نعمت کو طرح طرح کے گناہوں سے ایسا آلودہ کردیا کہ اس کی جو حقیقی مسرتیں ہیں اور حقیقی خوشیاں اور فوائد اور حقیقی برکات و ثمرات ہیں اس سے ہم محروم ہوگئے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس معاشرتی مسئلہ کو صحیح کرنے کی کوشش کریں۔

پہلا گناہ: تصویر کشی

﴿۱﴾ اس موقع پر جو ایک بہت خطرناک اور بہت ہی سنگین گناہ ہوتا ہے وہ تصویر کشی کا گناہ ہے۔ منگنی سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور عام طور پر دعوتِ ولیمہ پر اس کا اختتام ہوتا ہے، ابتدا تا انتہاء ہر مرحلہ پر یہ گناہ

کثرت سے ہوتا ہے، ہر حلہ پر جی بھر کر تصویر کھینچی جاتی ہے، باقاعدہ یادگار کے لئے اور البم بنانے کے لئے تصویریں کھینچی جاتی ہیں، اور بڑے فوٹو کھنچوا کر فریم کروا کے لگائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی ویڈیو بھی بنتی ہے۔ حالانکہ ہمارے دین اور ہماری شریعت کے اندر جاندار کی تصویر کھینچنا ناجائز اور گناہ ہے اور احادیث میں اس پر بڑی سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ان اشد الناس عذاباً عندالله يوم القيامة المصورون"

قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ)

نکاح کے وقت ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ادا کر رہے ہیں، تمام پیغمبروں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو زندہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس موقع پر ایسا کام بھی کر رہے ہیں جس پر سب سے زیادہ عذاب ہونے والا ہے۔

قرآن کریم میں سب سے زیادہ سخت عذاب ایک تو آل فرعون کے بارے میں آیا ہے کہ فرعون اور فرعون کے ماننے والوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا، اور ایک سب سے زیادہ سخت عذاب حدیث شریف میں تصویر بنانے والے کے لئے بیان ہوا ہے۔

جہنم میں سب سے ہلکا عذاب

اس خوفناک عذاب کا ایک مضمون حدیث شریف میں وارد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ کسی شخص کو جہنم سے دو تپتی ہوئی چپلیں نکال کر پہنائی جائیں گی جس سے اس کے دماغ کا یہ عالم ہوگا جیسے پھک پھک ہنڈیا پک رہی ہوتی ہے، اور اس کے منہ کی تمام ڈاڑھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی ہوں گی، اور آنتوں سے بھی لپٹیں نکل رہی ہوں گی، گویا وہ سر سے پیر تک آگ میں ہوگا، اور وہ اپنے ذہن میں سوچے گا کہ مجھے جہنم کا سب سے سخت عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا۔ جو سب سے ہلکے عذاب میں ہے اس کا یہ حال ہے تو تصویر بنانے والوں کے بارے میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے، تو ان کا کیا حال ہوگا۔

اس خوشی کے موقع کو ہم نے جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ بنا دیا، اس تقریب کو جہنم کا ایندھن بنا کر رکھ دیا۔ منگنی کے موقع پر کتنی تصویریں کھینچی ہیں، پھر منگنی کے بعد مختلف موقعوں پر، خاص شادی والی رات کو، پھر دن کے اندر، پھر اس رات کو، پھر رخصتی کے موقع پر، پھر اس کے بعد ولیمہ کے موقع پر کتنے ہی جہنم کے انگارے اپنے اوپر برسائے۔ اور ہم نے جتنی تصویریں کھینچی ہوں گی، ان میں سے ہر تصویر پر الگ الگ عذاب ہوگا۔

تصویروں کی تعداد کے برابر عذاب دینے والے

ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ جتنی تصویریں کسی نے کھینچی اور کھچوائی ہوں گی، قیامت کے دن ان تمام تصویروں کے مطابق ایک ایک آدمی اللہ تعالیٰ بنائیں گے، اور وہ سارے کے سارے مجسّم انسان اس تصویر بنانے والے کو جہنم کے اندر عذاب دیں گے، اس سے کتنی تکلیف ہو گی؟ مثلاً پانچسو فوٹو کھچوائے ہیں تو جہنم میں پانچسو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو عذاب دیں گے۔ اب گھر جاکر دیکھ لیں کہ کس کس نے اپنی شادی کے البم بنا کر رکھے ہوئے ہیں اور اس میں جاکر تصویریں شمار کرلیں، اگر ایک سو ہیں تو عذاب دینے والے سو ہوں گے، دو سو ہیں تو دو سو، ہزار ہیں تو ہزار ہوں گے۔

تصویر پر ایک اور عذاب

اور ایک جگہ تو اللہ پاک نے اس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جتنی کسی نے تصویریں کھینچی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس تصویر بنانے والے کو اپنے سامنے بلائیں گے، اور فرمائیں گے کہ جب تم نے یہ تصویریں بنائی ہیں تو اس میں روح بھی ڈالو (جب تم نے آنکھ، کان، ناک، پیٹ کی تصویر کھینچ لی تو اس میں روح بھی ڈالو) اور وہ روح ڈال نہیں سکیں گے، لہٰذا اس کی وجہ سے ان کو سخت عذاب ہو گا۔

تصویر پر سنگین عذاب کی وجہ

اس گناہ کی سنگینی کی ایک خاص وجہ ہے، وہ یہ ہے کہ جیسے بڑائی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

ولہ الکبریاء فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم۔

اور آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بڑائی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی بڑے ہیں اور بڑائی لائق بھی انہیں کے ہے، ان کے سامنے اور ان کے مقابلہ میں کوئی بھی بڑا ہے ہی نہیں، لہٰذا اگر کوئی دنیا میں بڑا بننا چاہے گا اور تکبر اختیار کرنا چاہے گا تو بس سمجھ لو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی پر دست درازی کی ہے، چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ذلیل کریں گے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ (یہ جو چھوٹے چھوٹے کیڑے یا چونٹیاں ہوتی ہیں) قیامت کے دن متکبر ان کیڑے مکوڑوں کے مانند ہوں گے اور لوگ ان کے اوپر آجا رہے ہوں گے۔ دنیا میں انہوں نے اپنے آپ کو بڑائی کا تاج پہنا کر بڑا بننے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی میں دخل اندازی کی، اس کی سزا ان کو یہ ملے گی کہ آخرت میں اس طرح ان کو ذلیل کر دیا جائے گا۔

حقیقی مصوّر اللہ تعالیٰ ہیں

ایسے ہی تصویر بنانا، یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اور جو بندہ کسی جاندار کی تصویر بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت مصوری میں دست درازی کرتا ہے اور اس صفت میں دخل اندازی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی بڑائی پر ہاتھ ڈالنا بڑا گناہ اور جرم ہے (اور اسی لئے تکبر حرام ہے) ایسے ہی مصوّر اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، کسی انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا کہ وہ ان کی اس صفت کے اندر دخل دے، اگر کوئی شخص دخل دے گا تو اس پر یہ عذاب شدید ہوگا۔

پہلے سے گناہ سے بچنا طے کرلیں

میرے عزیزو اور میرے بزرگو!

ہمیں چاہئے کہ جب یہ نکاح کی تقریب شروع ہو تو اس کے شروع ہونے سے بہت پہلے ہی لڑکے والے بھی اور لڑکی والے بھی آپس میں جس طرح دن اور تاریخ طے کرتے ہیں، وہاں اس بات کو بھی طے کرلیں کہ اس موقع پر اس گناہ سے مکمل پرہیز کریں گے۔ اس تقریب میں آپ کے بھی رشتہ دار شامل ہوں گے اور ہمارے بھی رشتہ دار ہوں گے اور وہ سب ہمارے پیچھے ہیں، اگر ہم آپس میں بیٹھ کر اس بات کو طے کرلیں گے کہ اس

موقع پر کسی قسم کی کوئی تصویر کشی نہیں ہوگی، اور کسی مرحلہ پر بھی ہم اس گناہ کو نہیں کریں گے، اور پھر طے کرلینے کے بعد اپنے تمام احباب کو دونوں مطّلع کردیں کہ اس موقع پر کسی قسم کی کوئی تصویر نہیں کھینچی جائے گی، اور ہم بھی اس سے اجتناب کریں گے اور آپ بھی اس سے اجتناب کریں، تو دیکھیں اس سے بچنا کتنا آسان ہوتا ہے اور کچھ بھی مشکل نہ ہوگی، ہم بچنا چاہیں تو نہایت آسانی سے بچ سکتے ہیں اور نہ بچنا چاہیں تو پھر بہانے ہی بہانے ہیں۔

تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

لیکن یاد رکھیں کہ یہ بہانے دنیا میں تصویر کشی کے لئے استعمال کرلیں گے لیکن قبر اور آخرت میں یہ بہانے نہیں چل سکتے، وہاں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔

تصویریں جلادی جائیں

اس لئے جس جس نے اپنی تصویریں شادی کی یا شادی کے علاوہ کی کھچوائی ہوئی ہیں اور بعض جگہوں میں تو باقاعدہ گھروں میں باپ، دادا، پردادا وغیرہ کی تصویریں آویزاں ہوتی ہیں، ایسی تمام غیر ضروری، شوقیہ، یادگار کے طور پر کھچوائی ہوئی اور بنوائی ہوئی تصویروں کو جلادینا چاہیے۔

ضرورت کے لئے تصویر کھچوانا

اور پاسپورٹ کے لئے، شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے چھوٹی تصاویر کی ضرورت ہوتی ہے ان کے کھچوانے کی گنجائش ہے، لیکن یہ تصویریں بھی بند کر کے رکھنی چاہئیں۔

نوٹ اور اشیاء پر تصاویر

اور ہمارے گھروں کے اندر ویسے بھی بہت سی چیزیں آتی ہیں جن پر تصویریں ہوتی ہیں تو ان کو بھی مٹانا چاہئے، اسی طرح نوٹ پر تصویر ہوتی ہے، تو یہ تو بند رکھنے کی چیز ہے، بند کرنے کے بعد اس کا حکم وہ نہیں رہتا جو آویزاں کرنے کا ہے، لہذا وہ بند کر دیں تو بند ہو گئیں۔

اخبارات، رسائل اور مصنوعات کی تصاویر

اسی طرح جو تصویریں اخبارات و رسائل میں ہوتی ہیں، یا دیگر مصنوعات پر ہوتی ہیں، تو اخبارات ور سائل کو بھی جلدی سے پڑھ کر لپیٹ کر رکھنا چاہئے تاکہ اس کی تصویریں بھی کھلی نہ رہیں، اور جو استعمال کی چیزوں کے اوپر ہوتی ہیں تو اس میں بھی ان کا منہ مٹا دینا چاہئے۔

تصویر سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے

کیونکہ تصویر کی ایک نحوست یہ ہے کہ جس گھر میں تصویریں

آویزاں ہونگی یا رکھی ہوئی ہوں گی، اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔ اسی لئے ہمارے گھروں میں سکون نہیں، نکاح میں خیر و برکت نہیں اور وہ خوشی و مسرت نہیں جو نکاح کے اندر ہوا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نکاح کو کس قدر بگاڑ دیا ہے اور کس قدر برباد کر دیا ہے، اس کی خیر و برکت کا تو جنازہ ہی نکال دیا، اب اس میں وہ راحت و سکون اور خوشی و مسرت کہاں آئے گی اور ہمارے گھروں کے اندر دل کو اطمینان و قرار کیسے نصیب ہوگا؟ آج کل یہ گناہ بڑے وسیع پیمانے پر نکاح و دیگر پُر مسرت تقریبات کے موقع پر ہوتا ہے، ایسی تمام تقریبات پر ہمیں تصویر کشی سے بچنا چاہئے۔

دوسرا گناہ: گانا بجانا

﴿۲﴾ اور دوسرا گناہ جو اس موقع پر ہوتا ہے وہ گانا بجانے کا گناہ ہے۔ اس میں تین گناہ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں (۱) گانا گانا (۲) گانے باجے کے آلات کا استعمال کرنا (۳) ناچنا۔ اس موقع پر کہیں عورتیں، کہیں مرد، کہیں دونوں مل کر باقاعدہ ناچتے ہیں۔ اور یہ ناچنے کی تعلیم اسکول و کالج میں باقاعدہ دی جاتی ہے، اور جب ناچنے کی تعلیم حاصل کریں گے تو ناچیں گے، اور جب وہی لوگ شادی بیاہ کریں گے تو وہاں جو سیکھ لیا وہی وہاں دکھائیں گے، حالانکہ یہ ناچنا بھی بہت سخت گناہ ہے۔ ایسے ہی گانے بجانے کے آلات، ڈھولک، سارنگی، ڈھولک تو عام

تقریبات اور نکاحوں کے اندر عام ہے۔ اور ان سب کو ملا کر کیا جائے تو تین گناہ ہوتے ہیں، اور یہ سب منگنی سے لے کر ولیمے تک چلتے ہیں۔ دیہات سے لے کر شہر تک چلے جاؤ ہر جگہ یہ تین گناہ ہوتے نظر آئیں گے۔ خاص طور پر جب نکاح کی تقریب ہوتی ہے تو مردوں اور عورتوں میں گانا بجانا بہت ہوتا ہے، اور یہ گانا بجانا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسے تصویر کھینچنا گناہ ہے اور اس کے بارے میں بڑی سخت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

خوشی اور غمی کے موقع پر شریعت کا طریقہ

اور اس میں اصل بات یہ ہے کہ شیطان کسی وقت بھی اپنا کام کرنے سے نہیں چوکتا، اور ہم ایسے ہیں کہ ہر وقت تیار دشمن سے بالکل غافل رہتے ہیں۔ دو موقع ایسے ہیں جس کے اندر شیطان بہت زیادہ انسان کو بہکاتا ہے (۱) ایک خوشی کا موقع (۲) دوسرا غمی کا موقع، دونوں مُوقعوں پر انسان غافل اور بے اختیار ہو جاتا ہے۔ لیکن اسلام اور شریعت نے مسلمانوں کو دونوں موقعوں پر اہم عبادات انجام دینے کا حکم دیا ہے، خوشی کے موقع پر شکر کی تاکید کی ہے کہ جب تمہیں اللہ پاک نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس کا شکر بجالاؤ، اور اپنی اس نعمت کو دوام بخشو، اور اس میں ترقی کے چار چاند لگاؤ، الحمدللہ کہو، اور شکرانے کے نفل پڑھو اور دیگر عبادات میں لگو، اسی طرح نکاح کے موقع پر دیکھیں! اس میں خطبہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور تجدید ایمان ہوتا ہے، کلمہ شہادت اس کے اندر ہوتا ہے،

سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہوتا ہے اور قرآن کریم کی تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، چند احادیث پڑھی جاتی ہیں، اس کے بعد ایجاب و قبول ہوتا ہے اور نکاح مکمل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے! کیسا سادہ اور عمدہ اور پاکیزہ طریقہ ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ہی شکر بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح عید بھی خوشی کا موقع ہے، شکرانے کے دو نفل عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جمعہ کا دن بھی ہفتہ واری عید کا دن ہے، اس کے اندر نماز جمعہ اور خطبۂ جُمعہ ادا کئے جاتے ہیں، یہ سب خوشی کے موقع ہیں۔ اور ان سب میں شکر ہی کی تعلیم، تلقین اور تاکید ہے۔

شیطان اپنا حصّہ لگا لیتا ہے

اور غم کے موقع پر صبر کا حکم دیا ہے اور صبر کا ثواب یہ بتایا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

(سورۂ زمر، آیت ۱۰)

بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

اگر غم کا موقع ہے تو صبر کرو، خوشی کا موقع ہے تو شکر کرو، صبر اور شکر ہی سے زندگی گزار دو، اور دنیا آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن شیطان نے دیکھا کہ اگر انہوں نے شکر کیا تو ان کا نفع، صبر کیا تو ان کا نفع، ان کی تو نہ دنیا گئی نہ آخرت گئی، دونوں جگہوں میں یہ کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا اس نے

اپنا داؤ مار دیا، خوشی کے موقع پر گانے بجانے میں لگادیا اور ایسے گناہوں میں لگا دیا کہ وہ سر سے لے کر پیر تک ناشکری ہی شکری اور نافرمانی ہی نافرمانی اور ناقدری ہی ناقدری ہے۔

ایسے ہی غمی کے موقع پر اس نے نوحہ کرنے اور گریبان پھاڑنے میں لگادیا جو سراسر گناہ اور نافرمانی ہی نافرمانی ہے۔

دو آوازوں پر اللہ کی لعنت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو آوازیں ایسی ہیں کہ جن پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے:

(۱) ایک خوشی کے موقع پر گانے بجانے کی آواز۔

(۲) اور دوسرے غمی کے موقع پر رونے دھونے اور نوحہ کرنے کی آواز، رو رو کر بین کر کے رونے کی آواز۔

ان دونوں آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر اگر نکاح کے موقع پر آکر گانے بجائے جائیں اور ڈھولک و سارنگی بجائی جائے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی لعنت ہی وہاں آئے گی، پھر اس میں خیر و برکت کیسے آئے گی۔ ہمارے یہاں شیطان نے ایسا بیج بو دیا کہ جو موقع تھا شکر کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنے کا، اُس نے اس سے ہٹا کر گانے باجے میں لگا دیا۔

بانسری کی آواز سن کر کان بند کر لینا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سواری پر جارہا تھا کہ یکایک انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے اندر ٹھونس لیں، اور وہیں سے اپنی سواری کو موڑ لیا تاکہ آگے جانے سے کانوں میں مزید آواز نہ پڑے، حضرت نے پوچھا نافع بتاؤ! اب آواز تو نہیں آرہی؟ میں نے کہا کہ ابھی تو کچھ کچھ آرہی ہے، پھر کچھ اور چل کر دوسری طرف چلے اور پوچھا کہ اب تو نہیں آرہی؟ میں نے کہا کہ نہیں حضرت! اب آواز بند ہو گئی ہے، پھر آپ نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں اور فرمایا کہ میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا، تو آپ ﷺ نے بھی بانسری والے کی آواز سن کر اپنے کانوں میں اسی طرح انگلیاں دے لی تھیں جس طرح میں نے دی تھیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بانسری کی آواز سن کر اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے شیدائی تھے اور صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ سنتوں پر عمل کرنے میں مشہور تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر قربان تھے، اسی لئے اس موقع پر انہوں نے بھی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور بانسری کی آواز سن کر

اپنے کانوں کو انگلیوں سے بند کر لیا۔

دوسری طرف ہمارا طرز عمل

اور آج ہم لوگ اپنی شادی بیاہ کے اندر ڈھولک، سارنگی، گانا بجانا، اتنی تیزی کے ساتھ چلاتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ اہل مجلس اور شادی والے سنیں بلکہ پورے محلے والے سنیں، اور اگر کوئی برابر والے ہال میں ہے تو ان تک بھی وہ آواز پہنچے، اور اگر گاؤں میں شادی ہو جائے تو سارے گاؤں والے سنیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابیؓ کا تو یہ عمل ہے کہ بانسری کی آواز سن کر اپنے کانوں کو بند کر رہے ہیں اور ہمارا یہ عمل ہے، وہ اس سے بچنے کا اہتمام کر رہے ہیں اور ہم اس کو کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں، جس طرح کھانے پینے اور بیٹھنے کا انتظام کیا جاتا ہے اسی طرح باقاعدہ گانے بجانے کا انتظام کیا جاتا ہے اور تصویر کشی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان کتنا زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مجھے آلاتِ موسیقی ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے

جبکہ تین حدیثوں کے اندر ایک مشترکہ بات صاف واضح طور پر موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ پاک نے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں گانے بجانے کے آلات اور

بانسریوں کو مٹاؤں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کے جہاں اور بہت سے فرائض ہیں مثلاً لوگوں کو توحید کی دعوت دینا، کفر و شرک سے بچنے کی تلقین کرنا، کتاب و حکمت کی تعلیم دینا، وہاں آپ ﷺ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ میں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ بانسریاں اور موسیقی کے آلات کو دنیا سے مٹادوں اور ختم کردوں، اللہ کے نبی تو دنیا میں ان چیزوں کو مٹانے کے لئے آئے ہیں، اور آپ ﷺ کے امتی اس کا انتظام واہتمام کریں، کتنی خطرناک بات ہے۔

بلا قصد آواز کا کان میں پڑنا

البتہ ایک بات درمیان میں سمجھ لینی چاہئے کہ الحمدللہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو گانے بجانے سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن معاشرہ اس کی لپیٹ میں ہے، اور جہاں وہ رہتے ہیں وہاں گردوپیش کے اندر کہیں گھروں کے اندر سے آواز آرہی ہے، کہیں دکانوں سے اور کہیں کسی تقریب سے آواز آرہی ہے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جو آواز خود بخود آئے اور کان میں پڑ جائے تو آدمی اس سے گناہ گار نہیں ہوتا، قصداً سننے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے، یعنی اگر اپنے قصد و اختیار سے گانا چلائے، ڈھولک بجائے، یا خدانخواستہ ناچے، یا ایسی محفل میں جائے اور وہاں جاکر بیٹھے، یا خود اپنے گھر کے اندر ریڈیو، ٹی وی پر ناچ گانا سنے سنائے، یا دیکھے، یا خود گائے تو گناہ گار ہوتا ہے، اور اگر وہ خود تو بچتا ہے، لیکن بازاروں میں اور دکانوں میں لوگ گانے

چلاتے ہیں، یا اسی طریقہ سے گاڑی میں یا بس میں یا ویگن میں سوار ہے اور اس گاڑی والے نے گانے چلا رکھے ہیں، اور اب یہ منع کرتا ہے لیکن وہ باز نہیں آتا اور بعض دفعہ تو اس کی ہمت بھی منع کرنے کی نہیں ہوتی اور سننا بھی نہیں چاہتا، تو ان سب صورتوں میں بلا ارادہ اور بلا قصد اگر کان میں آواز پڑے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوتا، اور اگر اس موقع پر بھی آدمی اپنا ذہن اور اپنا دل اس سے ہٹا کر رکھے تو یہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتر ہے اور وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

گناہ کی تقریب میں شرکت نہ کریں

لہٰذا جس تقریب کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں تصویر کشی اور گانا بجانا ہوگا تو پھر اپنے اختیار سے وہاں نہیں جانا چاہئے، اور اگر ان سے کوئی خصوصی تعلق ہے تو آدمی ایک دن پہلے یا ایک دن بعد جا کر شادی کی مبارک باد دے سکتا ہے اور اگر کوئی تحفہ دینا چاہے تو تحفہ دے سکتا ہے، لیکن اس گناہ کی موجودگی میں وہاں جانے سے بچنا چاہئے اور پرہیز کرنا چاہئے۔

گانا سننے پر سخت وعید

ایک حدیث میں بڑی ہی خوفناک اور ہولناک وعید آئی ہے کہ جو شخص دنیا کے اندر گانا گائے گا یا سنے گا تو قیامت کے دن جہنم کی آگ میں

سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔

سیسہ ویسے ہی معمولی آگ سے پگھل جاتا ہے اس کو جہنم کی آگ میں کھولایا جائے گا، جب وہ کھولے گا اور خوب گرم ہو کر پگھلنے لگے گا تو پھر وہ ان لوگوں کے کانوں میں ڈالا جائے گا جو دنیا میں گانا سنتے تھے، اور جو سارنگی کا شوق رکھتے تھے، ہارمونیم سنا کرتے تھے، ڈسکو کے عاشق تھے، ان کے کانوں میں یہ پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اب اس میں ذرا سوچیں کہ دنیا کی یہ شادی اور خوشی کتنے دن کی ہے، اور اب تو چند دن کی بھی نہ رہی چند گھنٹوں کی رہ گئی اور وہ بھی خشک رہ گئی، اس موقع پر اگر آدمی اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرے تو پھر کیا ہے، یہ وقت گزر جائے گا اور گناہ نامہ اعمال میں درج ہو جائے گا، اور خدانخواستہ توبہ بھی نہ کی تو پھر آگے کیا ہو سکتا ہے، یہ ہم خود سوچ لیں۔ اس لئے مسلمان خواتین و حضرات سب کو مل کر سوچنا چاہئے۔

صورت مسخ ہونے کا عذاب

اور ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب آئے گی تو میری امت میں سے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو کر خنزیروں اور بندروں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گی۔ صحابہ کرامؓ نے سن کر عرض کیا کہ کیا وہ لوگ مسلمان نہیں ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اس بات کی گواہی

دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اور وہ نماز پڑھیں گے، یعنی مسلمان ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ حضور ﷺ! پھر ان کے ساتھ اتنا خوفناک معاملہ کیوں ہوگا کہ ان کی شکلیں سوروں اور بندروں میں تبدیل ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ باجے اور گانے والی عورتوں کے عادی اور عاشق ہو جائیں گے، اور شراب نوشی کرنے لگیں گے، اور ایک رات پھر اسی طرح کھیل کود اور تماشے میں مشغول ہوں گے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے ان کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔

ہم لوگوں کی حالت

اب آپ دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ عذاب اس امّت کے ان لوگوں کا بیان فرما رہے ہیں جو گانے بجانے کی عادت، اس کا شغل اور اسے پسند کرنے والے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ مسلمان ہوں گے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ حج و عمرہ بھی کرتے ہیں، رمضان شریف میں روزے بھی رکھتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، اور ساتھ میں ان کے گھروں کے اندر ٹی وی بھی چلتا ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا سب گانے کی آواز میں ہوتا ہے، ان کی شادی بیاہ ناچ گانوں اور آلاتِ موسیقی سے پُر اور بھری ہوئی ہوتی ہے، بارات آرہی ہے تو باجے تماشے کے ساتھ آرہی ہے، ہال جارہی ہے تو باجے تماشے کے ساتھ جارہی ہے، اور جب

تک یہاں تقریب ہو رہی ہے گانا چلتا رہتا ہے۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی

اپنی امت کے لئے خوفناک اور ہولناک عذاب کی آپ خبر دے رہے ہیں اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ عذاب وہ ہے جو بنی اسرائیل کے اوپر آیا تھا، بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کا دن صرف عبادت کے لئے مقرر کر دیا تھا، اور یہ ان بنی اسرائیل کے لئے تھا جو کہ سمندروں کے کنارے رہتے تھے اور ان کا گزر بسر دریا کی مچھلی پر تھا، ان کو حکم یہ تھا کہ ہفتہ کے دن تم لوگ عبادت میں لگو اور کوئی شخص مچھلی کا شکار نہ کرے، اور جب ہفتہ کا دن گزر جائے پھر شکار کرو، چھے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دیے اور ایک دن اپنے لئے مقرر کر دیا، لیکن وہ ہفتہ کے دن بھی شکار کرنے لگے، جس کا طریقہ انہوں نے یہ اختیار کیا کہ جب ہفتہ کی شب شروع ہوتی تو وہ دریا پہ جا کر وہاں سے لمبی لمبی نالیاں نکال لیتے اور دور لے جا کر ایک گہرا گڑھا بنا دیتے اور آجاتے، جب ہفتہ کی شب شروع ہوتی تو دریا کے پانی کے ساتھ مچھلیاں نالیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہوئیں گڑھوں میں آجاتیں جو تالاب کی شکل اختیار کر لیتے، اور جوں ہی ہفتہ کا دن گزرتا اور اتوار کی شب شروع ہوتی تو یہ لوگ آکر ان نالیوں کا جو دھانہ دریا کے کنارے پر ہے وہاں مٹی ڈال دیتے، مٹی ڈالتے ہی دروازہ بند اور سب کی سب مچھلیاں تالاب میں جمع ہو جاتیں، یہ انہوں نے حیلہ اختیار کیا۔ ان

کے جو پیغمبر تھے انہوں نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو یہ سب تم حیلہ کر رہے ہو، اس دن تمہیں شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہوا ہے یہ طریقہ بھی ممنوع ہے، اس سے بھی پرہیز کرو۔ لیکن وہ باز نہیں آئے، جب وہ باز نہیں آئے تو ان کے اندر تین قسم کی جماعتیں پیدا ہو گئیں (۱) ایک تو وہ تھی جو بالکل خاموش تھی، نہ ان کو منع کرتی نہ ان کی تائید کرتی (۲) دوسری جماعت وہ تھی جو ان کو منع کرتی کہ تم غلط اور ناجائز کام کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور تم اس میں مبتلاء ہو جاؤ گے، اس سے باز آ جاؤ (۳) اور تیسری وہ جو شکار کھیلتی تھی۔

اب جو لوگ شکار کھیلنے والوں کو منع کرتے تھے، انہوں نے اپنے اور شکار کھیلنے والوں کے درمیان ایک دیوار بنالی اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے بنالئے، اس لئے کہ خاندان اور برادری ایک ہونے کی وجہ سے دونوں جانب ایک دوسرے کے عزیز و اقارب رہتے تھے، اور دن میں تو ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے اور ملتے جلتے تھے، لیکن جب رات ہوتی تو جو لوگ شکار سے بچنے والے تھے وہ اپنی طرف سے تمام دروازے بند کر لیا کرتے تھے، تاکہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے کسی طریقہ کا ان پر عذاب آئے تو وہ ادھر ہی رہے، اِدھر نہ آئے اور ہم اس عذاب سے بچ جائیں، اگر ہم بھی ادھر ہوں گے تو ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب آ سکتا ہے، اس لئے انہوں نے راستے بند کرنے کا اہتمام کیا۔

نافرمانی کرنے والے بندر بنادیے گئے

ایک دن ایسا ہوا کہ مچھلی کا شکار کرنے والے رات کو مل ملا کر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے، اور انہوں نے اپنی طرف سے سب دروازے بند کرلئے، سویرے جب اٹھے تو دیکھا کہ برابر والی آبادی میں بالکل سناٹا ہے، نہ کوئی رونق ہے اور نہ ہی کوئی شور شرابہ ہے، اور نہ کوئی کنڈی کھول رہا ہے، نہ کوئی آرہا ہے اور نہ کوئی جارہا ہے، تو انہوں نے خود ہی کنڈیاں کھولیں اور کھول کر اس طرف گئے تو دیکھا کہ گلیاں اور راستے بھی سب سنسان پڑے ہیں، کہیں کوئی شخص نظر نہیں آرہا، بڑے حیران ہوئے کہ ایک دم سارے کے سارے کہاں چلے گئے، اب چونکہ گھروں کے اندر سب ان کے رشتہ دار ہی تھے، کسی کا بھائی تھا، کسی کا باپ تھا، کسی کی ماں تھی، لہٰذا اب وہ گھروں کے اندر داخل ہوگئے تو گھروں کے اندر کہیں کوئی انسان نہیں نظر آیا، بلکہ انسانوں کے بجائے وہاں خنزیر اور بندر تھے، ان لوگوں میں جتنے بوڑھے تھے وہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہوگئے، اور جو جوان تھے وہ سارے کے سارے بندروں کی شکل میں تبدیل ہوگئے، اسی طرح بوڑھی عورتیں مادہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہوگئیں اور جو لڑکیاں تھیں وہ بندریوں کی شکل میں تبدیل ہوگئیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو آپکڑا۔

تین دن کے بعد مر گئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہو جاؤ تم سب ہی بندر، چنانچہ سب کے سب بندر بن گئے، تین دن تک وہ سب زندہ رہے، پہلے دن ان کے چہرے بالکل سرخ ہوگئے پھر دوسرے دن زرد ہوگئے، آخری دن سب کے چہرے کالے اور سیاہ پڑ گئے، پھر سب کے سب مر کر ختم ہوگئے۔

موجودہ بندر بنی اسرائیل کی نسل نہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ موجودہ بندروں اور خنزیروں کی جو نسل ہے یہ ان کی نسل ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، یہ ان کی نسل نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلاء ہونے کے بعد ختم ہوگئے تھے اور باقی ہی نہیں بچے، جبکہ یہ سور اور بندر تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے، یہ الگ نسل ہے، یہ جانور ہیں، وہ انسان سے جانور بنے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے خنزیر اور بندروں میں تبدیل ہوئے تھے، اور تین دن کے بعد سارے کے سارے مر گئے تھے۔

قرب قیامت میں مسلمان بندر بن جائیں گے

اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جب قیامت قریب ہوگی تو میری امت میں سے بعض لوگوں کی صورتیں مسخ

ہو کر بندر اور خنزیر میں تبدیل ہو جائیں گی، حالانکہ وہ مسلمان ہوں گے، نماز پڑھتے ہوں گے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ گانوں اور باجوں کے رسیا ہوں گے، گھروں میں بھی ان کے گانے ہوں گے، شادی بیاہوں میں ان کے گانے باجے ہوں گے، اور شراب نوشی کے بھی عادی ہو جائیں گے۔

شراب نوشی کا گناہ

گانے بجانے کے بعد اگلا قدم شراب نوشی کا ہی آتا ہے، اور دنیا کے اندر عیاشی کا یہی طریقہ ہے کہ ناچ گانا ہو اور شراب نوشی ہو۔

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سنا اوّل طاؤس و رباب آخر

اور جو قوم عیاشی میں مبتلاء ہو جاتی ہے، وہ خنزیر اور بندر بننے کے قابل ہی رہتی ہے۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کیسا خوفناک اور خطرناک گناہ ہو رہا ہے، اور ہمیں پتہ بھی نہیں کہ ہم کیسا خطرناک کام کر رہے ہیں، اس لئے سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

جو چیز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اور ساری انبیاء علیہم السلام کی سنّت ہے، عبادت ہے اور باعث اجر و ثواب اور باعث خیر و برکت ہے، دنیا و آخرت کے اندر اس کا بڑا ثواب ہے، اس کے واسطہ سے انسان کو نیک اولاد جیسی نعمت جو کہ بہترین صدقہ جاریہ ہے حاصل ہوتی

ہے، اور ہم اس کو گانے بجانے سے آلودہ کرکے تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

مسخ صورت والی حدیث کی تشریح

علماء کرام نے حدیث شریف کی شرح میں یہ فرمایا ہے کہ آخر یہ سور اور بندر کیسے بنیں گے؟اور یہ سور اور بندر ان کو حقیقتاً کہا ہے یا مجازاً کہا ہے؟ بعض علماء کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ سچ مچ سور اور بندر بن جائیں گے، اور یہ اس وقت ہوگا جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی، ان بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہوگی کہ صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔

گانے سے دو بری عادتیں پیدا ہونا

اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس سے مجازی معنی مراد ہیں کہ ظاہر میں تو شکلیں نہیں بدلیں گی، لیکن جو لوگ گانا گانے اور ڈھول سارنگی کے عاشق ہوں گے، ان کے اندر دو خبیث اور بری خصلتیں پیدا ہو جائیں گی۔

ایک انکے اندر بے شرمی اور بے حیائی کی صفت پیدا ہو جائے گی، اور دوسرے ان کے اندر نقالی کی صفت پیدا ہو جائے گی۔ بے حیائی اور بے شرمی کا اصل مالک خنزیر ہے، اس لئے کہ جانوروں میں سب سے زیادہ بے شرم و بے حیا جانور خنزیر اور سور کہلاتا ہے، اور جانوروں میں سب سے بہتر نقالی کا ماہر بندر ہے۔

اب جو لوگ گانا گانے اور ناچنے اور آلات موسیقی کا معمول بنالیں گے اور ان کے عادی بن جائیں گے، ان کے اندر یہ دو بداخلاقیاں پیدا ہو جائیں گی، ان کے اندر بے حیائی کوٹ کوٹ کر بھر جائے گی، بے شرمی ان کے سر کا تاج بن جائے گی، نقالی کا وہ نمونہ بن جائیں گے۔ اور یہ چیز ہمیں ہمارے معاشرے میں اپنی آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ جن کی نسلوں میں اور جن کے گھروں میں ناچ گانا عام ہے، ان میں حیاء و شرم کہاں ہوتی ہے۔ حیاء و شرم کے نکل جانے کی وجہ سے تو یہ کام ہو رہا ہے، ان کی شرم و حیاء کا تو جنازہ ہی نکل چکا، شرم و حیاء رکھنے والے انسان کہاں اس کو گوارہ کرتے ہیں، اگر ذرا بھی کسی کے اندر شرم و حیاء ہو وہ کیسے ناچ سکتے ہیں؟ کیسے گانا گا سکتے ہیں اور ڈھولک سارنگی اور ہارمونیم بجا سکتے ہیں؟ جو لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں تو دوسرے معنی میں یہ سمجھ لیجئے کہ وہ خنزیر کی شکل کے مالک بن گئے، خنزیر کے اندر جو بے حیائی پائی جاتی ہے وہ بے حیائی ان کے اندر بھی آجاتی ہے۔

نقالی اور فیشن پرستی پیدا ہونا

اور جو لوگ ٹی وی، وی سی آر، اور گانے باجے کے عادی ہوتے ہیں، ان کے ہاں تو روز مرہ نقل ہی نقل فیش ہی فیش ہوتا ہے، وہ تو فیشن کے غلام ہیں، جیسا فیشن آگیا ویسا ہی کرنا ہے اور ویسے ہی چلنا ہے، چاہے گھر میں کھانے پینے کو نہ ہو، لیکن انہوں نے تو ویسا ہی لباس پہننا ہے اور ویسی

ہی شکل اور وضع بنائی ہے، جو نمونہ دیکھ لیں تو پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، ان کے لباس میں کوئی وقار نہیں، کوئی ٹھہراؤ نہیں، کوئی اعتدال نہیں، ان کے اٹھنے بیٹھنے میں کوئی شرم و حیاء نہیں۔ یہ اگر مجازی معنی مراد لے لیں تو یہ بات آج ہمیں اپنے معاشرے میں نظر آتی ہے۔

اس بات کی طرف ہم خصوصی طور پر توجہ دیں، اپنی عام زندگی میں بھی اس نحوست کو اپنے گھروں سے نکالیں اور اس گناہ عظیم سے اپنے آپ کو بچائیں، اپنے بچوں کو بچائیں، اپنی تقریبات کو بچائیں۔

ان گناہوں سے بچنے کے دو راستے

اور اس گناہ سے بچنے کے دو طریقے ہیں:

﴿۱﴾ پہلا طریقہ جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے جو بڑا حکیمانہ طریقہ ہے، وہ یہ ہے کہ جو گناہ اجتماعی شکل اختیار کر جائیں ان سے بچنے کا بھی اجتماعی طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اگر اجتماعی طریقہ اختیار کیا جائے گا تو بہت ہی سہولت اور آسانی سے بچاؤ ہو جائے گا، جیسے کوئی تقریب ہوتی ہے اور اس میں تصویر کشی اور ناچ گانا ہوتا ہے اور پوری برادری اسے کر رہی ہے، تو اب برادری کے بڑے بڑے حضرات جن کا اثر و رسوخ برادری پر ہوتا ہے، وہ سب اکٹھے ہو کر آپس میں بیٹھ جائیں، اور آپس میں اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ ہماری برادری اور خاندان میں کوئی

تقریب تصویر کشی کے ساتھ نہیں ہوگی، گانے باجے کے ساتھ نہیں ہوگی، اور اس بات کو مکمل طور پر طے کرلیں۔ جب برادری کی سطح پر یہ مسئلہ طے ہو جائے گا تو ایک منٹ میں سب گناہ ختم ہو جائیں گے، پھر امیر غریب سب کے لئے بچنا آسان ہو جائے گا کہ بڑوں نے طے کر دیا ہے، شادی بیاہ کی خوشی اور غمی کی ساری رسومات اور بدعات اور تمام ناجائز اور خلاف شرع کاموں کو چھوڑنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اگر تمام برادری والے اپنی اپنی سطح پر یہ فیصلہ کرلیں تو بہت جلد یہ خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔

دوسرا طریقہ شرکت سے معذرت

﴿۲﴾ دوسرا طریقہ انفرادی ہے، کہ اگر برادری کی سطح پر یہ فیصلہ نہ ہو تو نہ صحیح، ہم تو الگ الگ صاحب ایمان ہیں، اور الگ الگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں، جب الگ الگ ایمان لائے ہیں تو الگ الگ جواب دہ ہیں، جب ہر ایک نے الگ الگ جواب دینا ہے تو ہر آدمی اپنی ذمہ داری پوری کرے، اور جس تقریب میں بھی وہ جانا چاہے تو پہلے ہی سے معلوم کرلے کہ وہاں کیا ہوگا؟ اور پہلے ہی سے یہ ذہن بنالے کہ اگر پہلے معلوم نہ ہوا کہ وہاں کیا ہوگا اور وہاں جاکر پتہ چلا تو میں واپس آجاؤں گا۔ جب کارڈ آئے تو کارڈ لانے والے سے معلوم کرلیں یا ٹیلیفون نمبر اس پر ہوگا، فیکس نمبر ہوگا اس سے معلوم کرلیں کہ بھائی شادی ہو رہی ہے اس میں کیا کیا ہوگا؟ اگر وہ کہے کہ اس میں سب کچھ ہوگا، تو کہہ دیں کہ میں

آپ کو اس تقریب کی ٹیلی فون پر مبارک باد دیتا ہوں، لیکن میں حاضری سے معذرت چاہتا ہوں۔

اور اگر خدانخواستہ انہوں نے دھوکہ سے کام لے لیا اور کہدیا کہ کچھ نہیں ہوگا، آپ بالکل آئیں اور ضرور آئیں، اور وہاں سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر آپ وہاں سے واپس آجائیں۔ اور یہ بچنا ہر مرد و عورت کے ذمہ ضروری ہے، وہاں جاکر بھی اُلّو نہ بنیں کہ آپ تصویر سے بچنے کے لئے اور گانے سے بچنے کے لئے چھپ کر بیٹھے رہیں، یہ کوئی تقریب میں شرکت کرنا ہے، یہ تو اس طریقہ سے الّو بننا ہے، یہ تقریب کوئی واجب نہیں بلکہ جس تقریب میں یہ خرافات ہو رہی ہوں تو ایسی تقریب میں شریک ہونا درست بھی نہیں ہے۔ اور میں نے جیسے عرض کیا کہ کوئی قریبی رشتہ دار ہے، اس کو مبارک باد دینی ہے، تحفہ دینا ہے، تو وہ آگے پیچھے بھی ہو سکتا ہے، لیکن خود بھی اس سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی اس سے بچائیں، اور اگر پہلا طریقہ اختیار کریں تو سب کے لئے بچنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری تقریبوں کو ان دونوں گناہوں سے بھی اور دوسرے گناہوں سے بھی محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

اور اگر کسی کے ماں باپ تصویر کشی کی اجازت دیں، گانے بجانے کی اجازت دیں، تو ان کی اجازت دینے کا کوئی اعتبار نہیں، اور ان کی اجازت سے اولاد کے لئے ان کاموں کو کرنا جائز نہیں، کیونکہ ماں باپ کی اطاعت جائز امور کے اندر ہے، حرام اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت نہیں ہے۔

تیسرا گناہ: مخلوط اجتماع

﴿۳﴾ اور تیسرا گناہ جو عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر دیکھا جاتا ہے کہ ان تقریبات کے اندر مخلوط اجتماع ہوتا ہے، مرد و عورت جو ایک دوسرے کے حق میں نامحرم اور اجنبی ہوتے ہیں وہ سب ایک ہی جگہ پر اکھٹے اور جمع ہو جاتے ہیں، آمنے سامنے دائیں بائیں بے پردہ عورتیں ہوتی ہیں اور ان کے سامنے نامحرم مرد ہوتے ہیں اور یہ سب اس نکاح کی تقریب میں ایک ہی جگہ پر جمع اور اکھٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک عام رواج ہوتا جارہا ہے، بلکہ منگنی سے لے کر ولیمہ تک جہاں جہاں بھی خواتین و حضرات کا اجتماع ہوتا ہے وہ مخلوط اجتماع ہوتا ہے، دونوں مکس ہوتے ہیں، کہیں تو آنا جانا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا بالکل ہی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے اور کہیں بس اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ ایک لان یا ایک ہی ہال ہے، ہال کی ایک جانب خواتین بیٹھی ہیں اور دوسرے حصہ میں مرد حضرات بیٹھے ہیں، اور عورتوں والے حصے میں مردوں کا آنا جانا بالکل کھلّم کھلاّ اور اعلانیہ ہے، یہ بھی مخلوط اجتماع کہلاتا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اس قدر بے حجابانہ اختلاط اور اجتماع ہمارے دین کے اندر گناہ ہی گناہ ہے جس سے بچنا مردوں کو بھی ضروری ہے اور عورتوں کو بھی ضروری ہے۔

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں قرآنِ کریم کے اندر اور چالیس سے زیادہ احادیث کے اندر عورتوں پر نامحرم مردوں کے سامنے جانے یا ان کے پاس سے نکلنے کے لئے پردے-کو فرض قرار دیا ہے، کسی نامحرم عورت کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ بے پردہ ہو کر کسی نامحرم مرد کے سامنے آ جائے شریعت نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، ناجائز قرار دیا ہے، گناہ قرار دیا ہے۔

اور حکم یہ ہے کہ عورت پردہ کر کے آئے، جب بھی عورت گھر سے باہر نکلے، چاہے بازار جائے، چاہے اپنے کسی رشتہ دار کے ہاں جائے اور چاہے کسی تقریب میں شرکت کے لئے جائے، ہر حالت میں اس کو شرعی پردہ اختیار کرنا ضروری ہے، سر سے پیر تک اپنے آپ کو اس طرح چھپائے کہ اس کے جسم کا کوئی حصّہ نظر نہ آئے اور نہ جھلک آئے۔ راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے، اور اگر جالی ہو تو دونوں آنکھوں سے بھی راستہ دیکھا جاسکتا ہے اور رنگین چشمہ بھی لگایا جاسکتا ہے، تو آنکھیں کھولنے کی اجازت راستہ دیکھنے کی ضرورت کی وجہ سے ہے، اگر بغیر آنکھیں کھولے راستہ نظر آسکتا ہو جیسے میں نے عرض کیا چشمہ لگائے یا برقع کے اندر جالی بنالے، یا موٹے کپڑے کی نقاب ہو اور آنکھوں کے آگے باریک کپڑا ہو، تو آنکھوں کو چھپا کر پھر وہ سامنے آسکتی ہے اور سامنے سے گزر سکتی

ہے اور کسی تقریب میں جاسکتی ہے۔ اس میں مردوں سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جب گھر سے باہر نکلیں تو سر سے پیر تک اپنے آپ کو کسی بڑی چادر کے اندر اس طرح چھپالیں کہ ان کا جسم بالکل پوشیدہ اور مستور ہو جائے، نہ ان کے کپڑے نظر آئیں، نہ ان کا زیور نظر آئے اور نہ ہی ان کے ہاتھ اور چہرہ نظر آئے، سب پوشیدہ ہو۔

بے پردہ باہر نکلنا

لیکن اس طریقہ سے گھر سے باہر نکلنا اور کہیں جانا کہ نہ برقع ہے نہ چادر ہے نہ دوپٹہ ہے، بالکل بے حجابانہ طریقہ سے نکلنا کہ سر بھی کھلا ہو، گردن بھی کھلی ہو، بازو اور سینہ بھی کھلے ہوں، پیٹھ اور پیٹ بھی کھلے ہوں، اسی طریقہ سے خاص طور پر آراستہ پیراستہ ہو کر شادی بیاہ کی تقریبات میں جانا سراسر گناہ ہے اور بڑے ہی عذاب اور وبال کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

ایک حدیث میں عبرتناک واقعہ

ایک حدیث میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دونوں ملنے کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، ہم نے جاکر دیکھا کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار

رو رہے ہیں اور آج تک کبھی ہم نے آپ کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح روتا ہوا دیکھ کر ہمیں بڑا افسوس بھی ہوا اور تعجب بھی ہوا کہ کس بات پر آپ ﷺ کو اتنا رونا آرہا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! کس بات کی وجہ سے آپ ﷺ اتنا رو رہے ہیں؟

چھے عورتیں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں جب میں جہنم دیکھنے کے لئے گیا تو میں نے جہنم میں اپنی امت کی چھ عورتوں کو بہت ہی ہولناک عذاب میں مبتلاء دیکھا، ان کا اس عذاب میں مبتلاء ہونا اس وقت مجھے یاد آرہا ہے جس کی وجہ سے مجھے رونا آرہا ہے کہ ہائے ان کا کیا حال ہوگا۔ پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے جو چھے عورتیں جہنم میں دیکھیں آپ ﷺ نے ان کو کس عذاب میں مبتلاء دیکھا؟

پہلی عورت کا عذاب

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت کو میں نے اس طرح دیکھا کہ وہ اپنے سر کے بالوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے، اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔ اب آپ خود اس سے اندازہ

لگالیں کہ ایک تو خود جہنم میں ہونا کتنے بڑے عذاب کی بات ہے، پھر بالوں کے بل لٹکنا کہ سارے جسم کا وزن بالوں پر، لہٰذا کسی عورت کا بالوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہونا، محض اس تصور ہی سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، چہ جائیکہ جہنم کے اندر کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو، اور پھر اس کے ساتھ جہنم کی آگ کی گرمی کی وجہ سے دماغ کا ہنڈیا کی طرح پکنا۔ اپنی امّت کی عورتوں میں سے ایک عورت کو یہ عذاب ہوتا ہوا دیکھا۔

دوسری، تیسری اور چوتھی عورت کو عذاب

(۲) اور دوسری عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کی زبان کو کھینچ کر باندھا ہوا ہے اور وہ اپنی زبان کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۳) اور تیسری عورت وہ ہے جو اپنے سینے کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۴) اور چوتھی عورت کو جہنم میں اس طرح دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے ہیں اور دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور سانپ اور بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔

پانچویں اور چھٹی عورت کو عذاب

(۵) اور پانچویں عورت کو جہنم میں اس حالت میں دیکھا کہ اس

کا چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے یا کتے کی طرح ہے۔

(۶) اور چھٹی عورت کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کا سارا جسم گدھے کی طرح ہے اور جہنم کی آگ اس کے منہ میں داخل ہو رہی ہے اور پاخانہ کے راستہ سے نکل رہی ہے اور فرشتے گرز لے کر اس کو مار رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کی یہ چھے عورتیں جہنم کے اندر عذاب میں مبتلاء دیکھیں، اور آپ ﷺ کو جن کے عذاب کی تکلیف دیکھ کر رونا آ رہا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! ان عورتوں کو یہ عذاب کس بناء پر ہو رہا تھا!

پہلی عورت کے عذاب کی وجہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے پہلی عورت کے بارے میں فرمایا! جس کو سر کے بل جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا تھا وہ میری امت کی وہ عورت ہے جو بے پردہ گھر سے نکلا کرتی تھی اور اپنے سر کے بالوں کو نامحرم مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

تقریبات اور بے پردگی

آج ہماری تقریبات کے اندر یہ بات سو فیصد پائی جاتی ہے کہ جہاں مرد و عورت ایک ہی لان اور ایک ہی حال میں مخلوط بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں،

وہاں جو خواتین شرکت کے لئے آتی ہیں وہ اس حالت میں ہی آتی ہیں کہ ان کے جسم پر پردہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، دوپٹہ اوّل تو ہوتا ہی نہیں، اگر ہوتا ہے تو پٹی کی طرح وی (V) شکل میں گلے میں پڑا ہوا ہوتا ہے، اور ان کا چہرہ، سر کے بال اور گدی بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے، بلکہ قمیض بھی اتنی باریک اور اتنی چست اور اتنی نامکمل ہوتی ہے کہ ہر چیز اس کے اندر سے نمایاں ہو جاتی ہے، جسم کے اوپر والا حصّہ اکثر کھلا ہوا ہوتا ہے اور گردن سے کافی نیچے تک قمیض کا گلا ہوتا ہے، اس میں گدّی سے بھی نیچے دور تک کا حصّہ نظر آتا ہے، سامنے سے بھی گلے کے نیچے تک کا بہت سا حصّہ کھلا ہوا ہوتا ہے، اور آستین اتنی چھوٹی کہ کہنی سے اوپر تک ہوتی ہے اور اس کے اندر بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

فیشن ہی یہ ہے کہ سر کے بال اچھی طریقہ سے بنا کر اور ان کو کھول کر تقریبات کے اندر شرکت کی جائے۔ حدیث شریف کے اندر ایسی عورت کے لئے یہ عذاب اور وبال بیان ہوا ہے کہ جب وہ مرے گی اور توبہ بھی نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معاف بھی نہ فرمایا تو صرف جہنم میں ہی نہ ڈالا جائے گا بلکہ جہنم کے اندر ڈال کر اس کو بالوں کے بل لٹکایا بھی جائے گا۔

قربِ قیامت میں ظاہر ہونے والی دو جماعتیں

اور ایک حدیث میں بے پردہ عورتوں کے لئے یہ وعید آئی ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں آخری زمانہ میں دو جماعتیں ہوں گی، جن کو ابھی تک میں نے نہیں دیکھا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا) ان میں سے ایک جماعت تو وہ ہوگی کہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے اور وہ کوڑے لوگوں کو مارتے ہوں گے، یعنی ایک ظالموں کی جماعت ہوگی جو لوگوں پر ظلم کرتے ہوں گے اور زیادتی کرتے ہوں گے اور اُن کو ناحق ستاتے ہوں گے۔

اور ایک جماعت عورتوں کی ہوگی جو بظاہر لباس پہننے کے باوجود ننگی اور برہنہ ہوں گی، اور وہ خود بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہوں گے۔

فرمایا کہ یہ دونوں جماعتیں جنّت کی خوشبو بھی سونگھ نہ سکیں گی حالانکہ اتنے اتنے فاصلے سے جنّت کی خوشبو آجائے گی۔

چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ سو (۱۰۰) سال کی مسافت سے خوشبو آنے لگے گی، اور بعض روایتوں میں ہے کہ پانچ سو سال کی مسافت سے خوشبو آنے لگے گی۔ لیکن اس گناہ کی وجہ سے ان عورتوں کو جنّت کی خوشبو تک نہ آئے گی۔ پھر یہ جو فرمایا کہ جو بظاہر لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن حقیقت میں برہنہ ہوں گی:

چُست لباس، ننگا پہناوا ہے

اس کی تشریح علماءِ کرام نے یہ فرمائی ہے کہ یا توان کے جسم پر لباس ہی اتنا چُست ہوگا کہ لباس کے چُست ہونے کی وجہ سے ان کے جسم کے اعضاء وجوارح کی جو ہیئت اور شکل ہے وہ صاف اور بالکل نمایاں ہوگی۔

جبکہ لباس ایسا ہونا چاہئے جو کہ ان کے لئے پردہ پوشی کا باعث ہو۔ لباس کا مقصد ہوتا ہے ستر پوشی، جسم پوشی، جسم کو چھپانا مقصود ہوتا ہے، اور خاص طور پر وہ اعضاء جن کو زیادہ سے زیادہ چھپانے کی ضرورت ہے، چنانچہ لباس ایسا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ ان کی ہیئت اور ان کی شکل زیادہ سے زیادہ نمایاں نہ ہو بلکہ کم سے کم نمایاں ہو، لیکن جب لباس چست ہوگا تو ایسی صورت میں اس کے اندر لباس برائے نام ہی ہوگا، ورنہ اعضاء وجوارح جتنے ہیں وہ سارے کے سارے صاف اور نمایاں نظر آتے ہیں۔

باریک لباس

اور دوسرا مطلب اس کا یہ بتلایا کہ وہ لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی یعنی ان کے لباس میں اتنا باریک کپڑا ہوگا کہ اس کپڑے کے اندر سے جسم جھلک رہا ہوگا۔

اور یہ بات بھی ہمارے معاشرہ کے اندر عام ہے، جون جولائی کے مہینہ میں خواتین ایسا باریک کپڑا استعمال کرتی ہیں کہ سر سے لے کر پیر تک

جہاں تک بھی وہ لباس ہوتا ہے، ہر طرف سے جسم نمایاں ہوتا ہے، جالی کا کپڑا تو عام استعمال ہو رہا ہے، اسی طرح لان بھی عام استعمال میں آتی ہے اور بعض لان کے کپڑے تو اتنے باریک اور ہلکے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر سے جسم صاف اور نمایاں نظر آتا ہے، لیکن خواتین ایسا باریک لباس پہن کر گھر سے باہر نکلتی ہیں، تقریبات اور شادی بیاہ میں شرکت کرتی ہیں، اور وہاں ایسے ہی لباس کے اندر نامحرم مردوں کے سامنے آتی جاتی ہیں، ان کے ساتھ بیٹھتی ہیں، ان سے باتیں کرتی ہیں، اس حال میں کہ ان کا جسم کپڑے کے اندر سے جھلکتا نظر آتا ہے اور نمایاں ہوتا ہے۔ یہ دونوں باتیں اس کے اندر داخل ہیں، میری امت کی یہ دونوں جماعتیں جہنم کی جماعتیں کہلائیں گی۔

یہ عورتیں ملعون ہیں

ایک طرف تو ان کا جہنمی ہونا بتلایا، دوسری روایت میں ان کے بارے میں فرمایا کہ میری اُمت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، ایسی عورتوں پر لعنت کرنا، کیونکہ وہ ملعون عورتیں ہوں گی۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور، اور یہ کسی جائز اور حلال کام پر نہیں ہو سکتی، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔ اور یہ دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بتلا رہے ہیں، لہٰذا جس کام پر یہ لعنت ہو اور جس کام کی وجہ سے سر کے بال سے جہنم میں لٹکائی جائیں، جس کام کی وجہ سے جہنم کی جماعت میں شمولیت واقع ہو، اللہ بچائے وہ کیسے جائز کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی شادی بیاہ کی تقریبات میں اپنی خواتین کو سمجھائیں۔

تقریبات میں ان باتوں کا اہتمام کریں

لہٰذا جو بھی کسی تقریب کا اہتمام کرے، وہ سب سے پہلے اس بات کا اہتمام کرے کہ مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بالکل نہ ہو، عورتوں اور مردوں کے آنے جانے کا راستہ بالکل جدا جدا ہو، اسی طریقہ سے ان کے بیٹھنے کی جگہیں بھی بالکل الگ الگ ہوں، عورتوں کے حصّہ میں مردوں کے آنے جانے کا کوئی عمل دخل نہ ہو، نہ مرد آئیں اور نہ قریب البلوغ لڑکے آئیں۔

بالغ لڑکے یا بالغ ہونے کے قریب لڑکے بھی مرد ہوتے ہیں، ان کے سامنے آنا جانا یا ان سے باتیں کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ اور اسی طریقہ سے جو ہالوں کے منتظمین ہوتے ہیں، عام طور پر تو ان کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی، نہ مرد پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی عورتیں پرواہ کرتی ہیں، وہ مرد ہی عورتوں کی جگہ میں گھس کر کھانے کا اور دوسری چیزوں کا انتظام کرتے ہیں، اور عورتیں بھی ان کے سامنے بے حس بیٹھی رہتی ہیں، یہ بھی گناہ اور بے پردگی کے اندر داخل ہے۔

ملازم اور نوکر سے بھی پردہ

چاہے ملازم ہو، چاہے نوکر ہو، چاہے قریب البلوغ لڑکا ہو یا بالغ لڑکا ہو، یا کوئی ادھیڑ عمر کا ہو، یا بڑی عمر کا ہو، یہ سارے نامحرم مرد ہیں، عورتوں کو چاہئے کہ ان سب سے پردہ کریں، ان کے سامنے بے پردہ اور بے حجابانہ ہو کر آنے جانے سے پرہیز کریں۔

اور شادی بیاہ کی تقریب کرنے والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا پورا پورا انتظام اور اہتمام کریں، ورنہ وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

اور ایسی تقریب منعقد کرنا ہی گناہ ہے اور ایسی تقریب میں شرکت کرنا بھی گناہ ہے، اور ایسی تقریب کہ جس کے اندر مخلوط اجتماع ہو، شادی بیاہ تو درکنار تعلیم و تعلّم میں بھی جائز نہیں۔

تعلیم و تعلّم کے وقت پردہ

اور دنیاوی تعلیم بھی اسی طریقہ سے ہوتی ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے اور مخلوط تعلیم بھی ناجائز ہے، اور اگر خدانخواستہ کسی دینی مدرسہ میں ایسا ہونے لگے کہ وہاں بھی بغیر پردہ کے استاد بیٹھا ہوا ہے اور سامنے طالبات بیٹھی ہیں اور استاد ان کو پڑھا رہا ہے تو یہ بھی گناہ ہے اور ناجائز ہے، اور یہ مخلوط تعلیم آج کل کی ناجائز ہے۔

اور شادی بیاہ کے اندر ایسا مخلوط اجتماع ناجائز اور گناہ ہے، یہ اس لئے

کہ عورتوں پر نامحرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے، اور بے پردگی گناہ ہے، جب یہ چیزیں گناہ ہیں تو سب جگہ گناہ ہیں، چاہے شادی ہال میں ہو، چاہے اسکول وکالج میں ہو، چاہے مدرسہ و مسجد میں ہو، جہاں بھی بے پردگی ہوگی گناہ ہوگا، اور یہ گناہ عذاب اور وبال کو دعوت دینے والا ہے۔

بد نگاہی کا گناہ

اور پھر یہ بے پردگی تو گناہ ہے ہی، لیکن اس گناہ سے نہ جانے کتنے گناہ وجود میں آتے ہیں، سب سے بڑا گناہ جو وجود میں آتا ہے وہ بد نگاہی کا گناہ ہے، بری نیت سے کسی عورت کو دیکھنا یا کسی عورت کا کسی مرد کو دیکھنا یہ ایک الگ گناہ ہے، یعنی عورت کا بے پردہ ہونا الگ گناہ ہے اور اس کے بے پردہ ہونے کی وجہ سے اس کا یا دوسروں کا بد نگاہی اور بد نظری میں مبتلاء ہونا یہ الگ گناہ ہے۔

حدیث شریف میں اس کو فرمایا گیا ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا بد نظری اور بد نگاہی ہے۔ وہ خواتین خاص طور پر سوچیں جن کا بے پردہ رہنے کا ایک معمول اور دستور بن چکا ہے، اور جن کی عادت بن گئی ہے کہ جب وہ گھر سے نکلیں گی چاہے سارا دن گھر سے باہر رہیں یا چاہے شادی میں شرکت کے لئے گئی ہوں وہ جہاں بھی رہیں گی بے پردہ رہیں گی، اور بے پردہ رہنے کی وجہ سے کتنے ہی مردوں نے ان کو بری نیت سے دیکھا ہوگا اور بد نظری اور گناہ میں مبتلا ہوئے ہوں گے، تو جتنے مردوں

نے ان کو دیکھا اور بد نظری اور بد نگاہی کا گناہ کیا وہ تو سب ہی اس گناہ کی وجہ سے گناہ گار ہوئے، لیکن ان سب کے برابر یہ عورت بھی گناہ گار ہوئی، اس لئے کہ ان سب کے گناہ کا ذریعہ یہ عورت بن رہی ہے، تو اگر خدانخواستہ کوئی عورت گھر سے بے پردہ ہو کر نکلی یا کسی شادی بیاہ کی تقریب میں اس نے شرکت کی اور وہاں پردہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور وہ خود بھی بے پردہ تھی، پھر اگر ایک ہزار مردوں نے اس کو بری نظر سے دیکھا اور اس کو دیکھ کر بد نگاہی کا عمل کیا تو اس کی وجہ سے وہ ایک ہزار مرد گناہ گار ہوئے اور اس کے برابر گناہ اس عورت کو الگ ہوا اور اپنی بے پردگی کا گناہ الگ ہوا اور ایک ہزار نامحرم مردوں کی بد نظری اور بد نگاہی کا گناہ بھی اس کو ہوا کیونکہ یہ ذریعہ بنی۔

گناہ کا ذریعہ بننے والا بھی گناہ گار ہے

اور جو شخص کسی گناہ کا ذریعہ بن جائے تو اس کو بھی گناہ ہوتا ہے جس طرح کوئی آدمی نیکی کا ذریعہ بن جائے تو نیکی کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے، جیسے نیک کام کا راستہ بتانے سے آدمی کو کرنے کا ثواب ملتا ہے، ایسے ہی برائی کے راستہ میں کسی کو ڈالنے سے برائی کا بھی عذاب اور وبال آتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں اور دین میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا، نیکی اور بھلائی کا کام کیا اور وہ مسلمانوں کے اندر جاری ہو گیا تو اس کو تو اس کا ثواب ملے گا، لیکن جتنے مسلمان اس کام کو

کریں گے اور جب تک کرتے رہیں گے ان سب کو بھی ثواب ملے گا اور ان سب کے برابر ثواب اس کو بھی ملے گا۔

اور اگر خدانخواستہ کسی نے دین کے اندر کوئی گناہ کا کام جاری اور ساری کر دیا کہ خود بھی اس نے گناہ کا کام کیا اور لوگ بھی اس کے دیکھا دیکھی گناہ کرتے چلے جارہے ہیں، تو اللہ بچائے اللہ بچائے، اس کو اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے لوگوں نے اس گناہ کو کیا تو اس کے خود کرنے کی وجہ سے وہ سب بھی گناہ گار ہوں گے اور ان سب کے برابر اس کو بھی گناہ ہوگا۔

خواتین گناہ کا ذریعہ بننے سے بچیں

اس لئے خواتین کے واسطے یہ بات سوچنے کی ہے کہ وہ دنیا کی تھوڑی سی سہولت کی خاطر، ذرا سے ایک فیشن کی خاطر، ایک ذرا سی اپنی طبیعت کی چاہت کی خاطر، وہ بے پردگی اختیار کر کے خود تو فرض چھوڑ ہی رہی ہیں اور بے پردگی کا گناہ کر رہی ہیں، لیکن ان کی دیکھا دیکھی دوسری عورتوں نے بھی بے پردگی اختیار کرلی اور ان کے بے پردگی کی وجہ سے نہ جانے کب تک وہ بے پردہ رہیں اور اس تمام عرصہ میں نہ جانے کتنے نامحرم مردوں نے اس کو دیکھا اور گناہ کے اندر مبتلاء ہوئے تو یہ وبال اور سارا گناہ ان خواتین کے کھاتے میں بھی لکھا جائے گا جنہوں نے بے پردگی کا آغاز کیا اور اسے اختیار کیا۔

سبق آموز حدیث

اور ایک عجیب و غریب حدیث ہے جس کا خلاصہ بڑا ہی جامع ہے کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جہنم کا مشاہدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کے معاینہ کے دوران یہ دیکھا کہ میری امت کی عورتیں بنسبت مردوں کے زیادہ جہنم کے اندر ہیں، اور دوسری احادیث میں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ بھی بیان فرمائی ہے، لیکن یہاں جو وجہ بیان فرمائی وہ بڑی ہی عجیب و غریب اور بڑی ہی جامع ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار وجہ سے میری امت کی عورتیں زیادہ جہنم میں داخل ہوں گی:

اللہ کی اطاعت میں کمی

(۱) ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ کم پایا جاتا ہے، نیک صالح پابندِ صوم و صلاۃ خواتین بہت کم ہوتی ہیں، آزاد اور دین و آخرت سے بیگانہ ہو کر زندگی بسر کرنے والی خواتین زیادہ ہوتی ہیں، یہ مشاہدہ ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

رسول ﷺ کی اطاعت میں کمی

(۲) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا جذبہ بھی ان کے اندر کم پایا جاتا ہے۔

یہ سب ارشادات وہ ہیں جو عورتوں کے بے پردہ ہونے کے سلسلہ میں ہیں، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات کے ذریعہ مسلمان خواتین سے یہ فرما رہے ہیں کہ تم شرعی پردہ کا اہتمام کرو، بے پردگی سے پرہیز کرو، جس خاتون کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ ہوگا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے بعد وہ بے پردگی کر سکتی ہے، لیکن اگر کرتی ہے تو اس کے اندر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ یا تو ہے ہی نہیں یا برائے نام ہے، ورنہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو مرد و عورت مؤمن ہو بس اس کے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے اور ان کی تابعداری کا جذبہ سب سے زیادہ ہونا چاہئے۔

شوہر کی اطاعت میں کمی

(۳) ان کے اندر اپنے شوہر کی تابعداری کا جذبہ بھی کم پایا جاتا ہے، خاص طور سے اگر شوہر دین کی بات کہے یا شریعت کی بات کہے یا سنّت کی بات کہے تو بہت جلدی مخالفت کرتی ہیں، اور خاص طور سے شادی بیاہ کے موقع پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور خاوند اگر یہ بات کہیں کہ تم وہاں ذرا پردہ سے رہنا، پردہ میں آنا، پردہ میں جانا، تو اس کے لئے ماننے کو واقعی تیار نہیں ہوتیں، اللہ بچائے عام طور پر تینوں کو ٹھکرا دیتی ہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اپنے آپ کو جہنم میں دھکیلنے والی بات ہے۔

عورتوں کا بن سنور کر باہر نکلنا

(۴) چوتھی بات جو ارشاد فرمائی وہ یاد رکھنے کی ہے، اور وہ اس وقت ان کے حال کے عین مطابق ہے جس میں ان کی دکھتی ہوئی رگ پر آپ نے ہاتھ رکھا ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کے اندر بن ٹھن کر آراستہ پیراستہ ہو کر، میک اپ کر کے، بے پردہ ہو کر نامحرم مردوں کے سامنے نکلنے کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے، یہ عورتوں کا وہ جذبہ ہے جس نے ان کو بے پردہ کیا، جس نے ان کو ننگا کر کے باہر نکالا ہے، جس نے ان کو لباس پہننے کے باوجود ننگا کر دیا ہے، یہ وہ جذبہ ہے جس میں سر کھلا ہے، باہیں کھلی ہیں، گردن کھلی ہے، گلا کھلا ہے، بازو کھلے ہیں، پنڈلی کھلی ہے اور جسم پر کپڑا وہ بھی اتنا باریک اور اتنا چست کہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس کے بعد ان کو گھر سے نکلنے میں نہ کوئی حجاب محسوس ہوتا ہے، نہ کوئی عیب محسوس ہوتا ہے، بلکہ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ دور حاضر کا فیشن ہے، ایسا ہی نکلنا چاہئے۔ یہ جذبہ ان کے اندر پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ہم نکلیں تو بے پردہ ہو کر ہی نکلیں تاکہ لوگ ہمیں دیکھیں، اللہ بچائے۔

یہ چار وجوہات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اور فرمایا کہ ان کی وجہ سے میری اُمت کی عورتیں زیادہ جہنم میں ہوں گی۔ خواتین ان ارشادات اور ان وجوہات کو سن کر اپنی زندگی کو بدلیں اور اس ناپاک اور آلودہ زندگی سے اپنے آپ کو بچائیں اور پاکیزہ زندگی اختیار کریں۔

عورت کا خوشبو لگانا

ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت خوشبو لگا کر نامحرم مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسی عورت بدکار ہے، اور وہ نظر بھی بدکار ہے جو بری نیت سے اس کو دیکھے۔

مرد اپنی نظروں کی حفاظت کریں

اور مردوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نظر کی حفاظت کریں اور قصداً کسی نامحرم عورت پر ہرگز اپنی نظر نہ ڈالیں، اچانک چلی جائے تو فوراً ہٹالیں، اسی طرح عورتوں کو بھی چاہئے کہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں جہاں تک ہوسکے ان سے اپنی نظر کو بچائیں، اچانک نظر چلی جائے تو اپنی نظر ہٹالیں۔ قرآنِ کریم دونوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی نظر نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں، اصل طریقہ یہ ہے۔ اور خواتین نظر بچانے کے ساتھ ساتھ شرعی پردہ کا بھی اہتمام کریں اور بے پردہ ہو کر گھر سے نکلنے اور شادی بیاہ کے اندر شریک ہونے سے پرہیز کریں۔

ایک عبرتناک واقعہ

گلگت کا ایک واقعہ یاد آیا اور اس واقعہ کی میں نے وہاں کے اکابر علماء سے بھی تصدیق کی، انہوں نے بھی کہا کہ یہ واقعہ ہمارے گلگت میں اتنا

مشہور تھا کہ ہر آدمی جانتا تھا کہ یہ پر اسرار واقعہ ہوا ہے اور یہ سچ ہے، اور اللہ تعالیٰ عبرت کے واقعات دکھاتے رہتے ہیں، اور اس لئے دکھاتے رہتے ہیں تاکہ لوگ عبرت لیں اور ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ وہ واقعہ یہ ہے:

کوئی شخص گلگت کے قبرستان سے گزر رہا تھا، یکایک اس کو قبر سے یہ آواز آئی کہ میں زندہ ہوں مجھے نکالو، ایک دو مرتبہ اس نے اسے اپنا خیال سمجھا لیکن جب مسلسل یہ آواز آئی تو یہ متوجہ ہوا اور جب اس کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعتاً یہ آواز قبر میں سے آرہی ہے، میرا وہم نہیں ہے، تو وہ گاؤں گیا اور وہاں سے دو چار آدمیوں کو بلا کر لایا، انہوں نے بھی یہ آواز سنی کہ قبر میں سے میت کہہ رہی ہے کہ میں زندہ ہوں مجھے نکالو، اس کے بعد وہ اپنے امام صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اس طرح سے قبر میں سے آواز آرہی ہے اور میت کہہ رہی ہے کہ میں زندہ ہوں مجھے قبر میں سے نکالو، آپ بتائیں کہ کیا کریں۔

انہوں نے کہا کہ جب زندہ ہے تو نکالو، چنانچہ یہ لوگ گئے اور جاکر مٹی ہٹائی، تختے ہٹائے، دیکھتے ہیں کہ ایک برہنہ عورت بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن بالکل خراب ہو چکا ہے، اس نے کہا کہ جلدی سے میرے گھر جاؤ اور اس نے اپنے گھر کا پتہ اور محلہ بتایا اور کہا کہ جلدی سے میرے کپڑے اور چادر لے کر آؤ، میں کپڑے اور چادر پہن کر یہاں سے نکلوں گی۔

چنانچہ وہ لوگ دوڑ کر اس کے گھر گئے اور ان کے کپڑے لائے اور

اس کی قبر کے اندر پھینکے، اس نے وہ کپڑے پہنے اور چادر اوڑھی اور بجلی کی طرح قبر میں سے نکلی اور سیدھے اپنے گھر گئی اور اپنے گھر کے اوپر جو کمرہ تھا اس کے اندر جاکر اس نے اندر سے کنڈی لگالی، لوگ پیچھے بھاگے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے، انہوں نے جاکر دستک دی کہ تم کنڈی کھولو، کیا بات ہے تم کیسے زندہ ہو گئیں؟ تمہیں تو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا، پھر کیسے زندہ ہو کر یہاں پر آئیں؟

اس نے کہا کہ دروازہ میں بعد میں کھولوں گی، پہلے تم یہ فیصلہ کرو کہ اندر کون کون آئے گا، اس لئے کہ ہر آدمی میرے پاس نہیں آسکتا اور ہر آدمی مجھے نہیں دیکھ سکتا، اس لئے کہ ہر آدمی کے اندر مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں، میری حالت ایسی خوفناک ہے کہ اگر کوئی معمولی برداشت والا آدمی دیکھے گا تو وہ بے ہوش ہو جائے گا، لہٰذا جو بہت ہی مضبوط دل والے ہیں اور جو میری حالت دیکھ کر اپنے ہوش و حواس میں رہ سکتے ہیں تو وہی لوگ اندر آئیں اور کوئی نہ آئے، اس کے بعد دو چار آدمیوں نے ہمت کی اور حوصلہ کیا کہ چلو ہم چل کر دیکھتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ ہم دو تین آدمی اندر آئیں گے اور کوئی نہیں آئے گا، تم کنڈی کھولو۔

سر کے بال کھولنے کا عذاب

اس نے دروازہ کھولا اور اپنے آپ کو اس نے چادر میں چھپایا ہوا تھا، اس کے بعد اس نے ان کے سامنے تھوڑی دیر کے بعد اپنا سر کھولا، تو سر کیا

تھا خالی کھوپڑی تھی، نہ بال نہ کھال، دونوں غائب تھے، ایک دم ان کو بھی دیکھ کر خوف آیا لیکن انہوں نے برداشت کیا اور کہا کہ تیرے سر کا یہ کیا حال ہوا، یہ سر کے بال کہاں چلے گئے، کھال کہاں اُتر گئی۔

اس نے کہا کہ جب میں قبر کے اندر اتاری گئی اور لوگ مجھے دفنا کر چلے گئے اور سوال و جواب ہو چکے تو عذاب کے فرشتے عذاب دینے کے لئے اندر آئے، اور سب سے پہلے انہوں نے سر سے عذاب دینا شروع کیا، اور یہ کہا کہ تو جس طریقہ سے دنیا کے اندر بے پردہ سر کھول کر نامحرم مردوں کے سامنے نکلا کرتی تھی، آج ہم تجھے اس کا مزا چکھائیں گے، اور پھر انہوں نے میرا ایک ایک بال کھینچنا شروع کیا اور جہاں تک بال کھال کے اندر پیوست تھا وہاں تک کھال سمیت وہ بال باہر نکلتا تھا، اور میری چیخیں نکلتی تھیں، میں چلاتی تھی، چیختی تھی، ہائے ہائے کرتی تھی لیکن وہاں کوئی سننے والا نہیں تھا، اور پھر دوسرا بال نکالتے اور اس طرح نکالتے کہ اس کے ساتھ ساتھ کھال بھی نکل جاتی، اس طریقہ سے انہوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور سارے سر کے بال انہوں نے نوچ لئے اور بالوں کے ساتھ ساتھ کھال بھی چلی گئی، اس لئے میرے سر پر نہ کوئی بال ہے اور نہ کھال ہے، اتنا خوفناک اور ہولناک عذاب مجھے ننگے سر گھر سے نکلنے اور نامحرم مردوں کے سامنے آنے جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔

لپ اسٹک لگانے کا عذاب

اس کے بعد اس نے اپنا منہ کھولا تو ۳۲ کے ۳۲ دانت نظر آئے، اس نے کہا کہ اس کے بعد میرے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ انہوں نے قینچی سے میرے ہونٹ کاٹے، اس لئے میرے ہونٹ غائب ہیں اور دانت باہر ہیں۔ اور یہ خوفناک عذاب مجھے لپ اسٹک لگا کر نامحرم مردوں کے سامنے آنے جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔

نیل پالش لگانے کی سزا

اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کپڑے سے باہر کیں تو ہم نے دیکھا کہ انگلیاں تھیں لیکن ان میں ایک بھی ناخن نہیں تھا، ہم نے پوچھا کہ ناخن کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ چونکہ میں نیل پالش لگا کر گھومنے پھرنے کی عادی تھی اس لئے جب میں قبر کے اندر رکھی گئی تو فرشتے زمبور اور پلاس لے کر آئے اور انہوں نے میرا ایک ناخن کھینچا اور کہا کہ مزا چکھ اس نیل پالش کا جو تو نامحرم مردوں کے سامنے لگا کر نکلتی تھی تاکہ وہ تیرے ناخن پالش کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، تیری لپ اسٹک کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، تیرے سر کے بالوں کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، انہوں نے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا، اس لئے میرا کوئی ناخن باقی نہیں بچا، میری چیخیں نکلتی تھیں لیکن میں اپنے کیے کی سزا بھگت رہی تھی۔ یہ کہہ

کر وہ پھر دوبارہ مردہ ہو گئی، انہوں نے دوبارہ کفن دے کر اس کو قبر میں دفنا دیا۔

عذاب قبر حق ہے

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایسے عبرت کے واقعات دکھا دیتے ہیں، کیونکہ قبر کا عذاب برحق اور سچا ہے، قبر میں سوال و جواب بالکل برحق ہے، نیک آدمیوں کو وہاں پر آرام و راحت نصیب ہوتا ہے اور بدکار مرد و عورت کو وہاں پر عذاب ہوتا ہے، اس عذاب کے واقعات اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اس طریقہ سے مختلف علاقوں میں دکھاتے رہتے ہیں، جب سے یہ دنیا چلی ہے اس وقت سے یہ واقعات ہو رہے ہیں، علماء کرام نے ان واقعات کے اوپر موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں، جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں دن فلاں قبر میں فلاں وقت یہ عذاب ہوتا ہوا دیکھا۔

یہ عذاب کن عورتوں کو ہو گا؟

یہ عذاب جو اس واقعہ کے اندر بتایا گیا ہے، یہ انہیں عورتوں کا عذاب اور وبال ہے جو بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں، شادی بیاہ کے اندر بے پردہ آتی جاتی ہیں، نامحرم مردوں کے سامنے اٹھتی بیٹھتی ہیں، اور جو مخلوط اجتماع میں ہوتی ہیں، ان عورتوں کا یہ بیان ہے۔

محرم کے سامنے بناؤ سنگھار کی اجازت

ورنہ اگر کوئی اپنے شوہر اور اپنے محرم کے سامنے لپ اسٹک لگائے یا ناخنوں کے اوپر پالش لگائے اور نماز کے اوقات میں اس کو صاف کرلے، یا شوہر کے سامنے سر کے بال کھلے ہوئے ہوں یا والد کے سامنے سر کھل جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، بے پردگی تو نامحرم مردوں کے سامنے ناجائز ہے، اپنے باپ سے اپنے بیٹے سے اپنے سگے بھائی سے تو کوئی پردہ نہیں ہے، ان کے سامنے اگر سر کھل بھی جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور گھر کے اندر اگر اس نے باپ بھائی یا شوہر کے سامنے ناخنوں پر پالش لگالی یا کوئی جائز فیشن کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، گھر میں تو کوئی منع نہیں ہے۔

ممانعت تو اس بات کی ہو رہی ہے کہ یہ کام کرکے بے پردہ اور بے حجابانہ گھر سے نکلے، جیسا کہ آج کل کا دستور ہے اور پھر شادی بیاہ میں شرکت کرے، جہاں اللہ بچائے دونوں طرف مرد و عورتیں ہوتی ہیں، نامحرم مرد نامحرم عورتوں کی طرف مائل ہیں، نامحرم عورتیں نامحرم مردوں کی طرف مائل ہیں، مرد عورتوں کو دیکھ رہے ہیں، عورتیں مردوں کو دیکھ رہی ہیں، جس کے نتیجہ میں بدنظری اور بدنگاہی کا ارتکاب بھی ہوتا ہے جو کہ بڑے عذاب اور وبال کی چیز ہے۔

اور اللہ بچائے ہماری شادی بیاہ کے اندر یہ گناہ بھی بہت زبردست ہو رہا ہے، جس سے ہمیں بھی بچنا چاہئے اور اپنی خواتین کو بھی بچانے کی

کوشش کرنی چاہئے۔ اور بھی اس موقع پر بڑے بڑے گناہ ہو رہے ہیں سب کا بیان کرنا تو بڑا مشکل ہے، ان میں سے بس اہم اہم ہی میں آپ کی خدمت میں بیان کر رہا ہوں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ ہمیں بچنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جہیز اور نیوتہ کی حقیقت

(۳)

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب کھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد زاہد : مولانا محمد وسیم

میمن اسلامک پبلشرز

۱/۱۸۸۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

جہیز اور نیوتہ کی حقیقت

اور

شادی میں ہونے والے گناہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا

وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ!

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال: کان جهاز فاطمه خَمِيْلَةً وَوِسَادَةً مِن اُدُم حشوهماليف۔ اوکما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

(زرقانی شرح بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں، وہ یاد رکھنے کی ہیں۔

حیثیت کے مطابق جہیز دیں

پہلی بات جو معلوم ہوئی وہ یہ کہ جو شخص اپنی بیٹی کو جہیز دے تو حسبِ استطاعت دے یعنی جس کی جتنی طاقت ہو اس کے اندر اندر دے، جس کی ماہوار (۵۰۰۰) پانچ ہزار روپے آمدنی ہے وہ اس کے مطابق دے، جس کی دس ہزار روپے آمدنی ہے وہ اس کے مطابق دے، اور جس کی پچاس ہزار روپے آمدنی ہے وہ اس کے مطابق دے، اپنی اپنی حیثیت کے اندر رہ کر دے، اس کے اندر بڑے فوائد پوشیدہ ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس

کو کہیں بھی ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے گا۔

جہیز دینے کے لئے زکوٰۃ مانگنا

آج ہمارے معاشرے کے اندر زکوٰۃ جس طریقہ سے مدارس کے اندر لی جاتی ہے اسی طرح کتنے ہی لوگ اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے کے لئے، رشتہ اور شادی کرنے کے لئے زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں۔ یہ کیوں مانگتے ہیں؟ اس لئے مانگتے ہیں کہ ان کو جہیز اتنا دینا ہوتا ہے جتنا کہ (۱،۰۰،۰۰۰) ایک لاکھ روپے آمدنی والا دے رہا ہے، اپنے ذہن میں جہیز کا ایک معیار مقرر کرلیا ہے، اب امیر و غریب سب اس کے پابند ہوگئے ہیں۔

پھر اس میں بھی مقابلہ جاری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ غریب آدمی یا تو اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرسکتا، اور اگر کرے تو اس کے لئے وہ سمجھتا ہے کہ میں جب تک اس معیار کے مطابق جہیز کی تمام شرائط پوری نہیں کروں گا، میری بیٹی کی شادی نہیں ہوسکتی، ورنہ تو لوگ مجھے بُرا بھلا کہیں گے، ملامت کریں گے، لعن طعن کریں گے، میری ناک کٹ جائے گی۔ تو اپنی ناک کے پیچھے، فخر کے طور پر، نمود و نمائش کے لئے، دکھاوے کے لئے، معاشرہ کا پیٹ بھرنے کے لئے وہ بھی اس معیار کے مطابق شادی کرتا ہے اور جہیز دیتا ہے اور پھر اس کے لئے بھیک مانگتا ہے، اللہ بچائے۔ اللہ بچائے، پہلی بات جو ہمارے واسطے ہدایت اور تعلیم ہے وہ یہ ہے کہ نکاح کے اندر اگر جہیز دینا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دیں۔

ضرورت کی چیز دیں

دوسری بات جو معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ ایسی چیزیں دیں جس کی اس کو وہاں ضرورت ہو یعنی جہیز میں وہ چیزیں دیں جو ضرورت کی ہوں، مثلاً پلنگ کی ضرورت ہے، تکیہ کی ضرورت ہے، گدے کی ضرورت ہے، پیالہ کی ضرورت ہے، چادر کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ضرورت کی چیزیں دیں، سجانے کے لئے کوئی چیز نہیں دی۔

جہیز کی لعنت

آج ہمارے معاشرے کے اندر جہیز ایک لعنت کی صورت اختیار کر چکا ہے، اور اب تو اللہ بچائے لڑکے والے خود فہرست پیش کرتے ہیں، اور درخواست کرتے ہیں کہ جہیز کے اندر فلاں فلاں چیز دینا ضروری ہے، جب تو رشتہ منظور ہے ورنہ ہمیں منظور نہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہ شادی تو نہ ہوئی دکانداری ہوگئی، سودے بازی ہوگئی گویا عورت اصل مقصود نہیں، جہیز اصل مقصود ہے۔ لڑکے والوں کا جہیز سے کیا تعلق، جہیز تو باپ اپنی بیٹی کو دینا چاہتا ہے، وہ اپنی حیثیت کے مطابق کم دے یا زیادہ دے، لڑکے والوں کو اس سے کوئی غرض ہی نہیں ہونی چاہئے۔

لیکن اب الٹا معاملہ ہے کہ رشتہ بعد میں ہوتا ہے، پہلے یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ جہیز میں کیا دیں گے؟ بلکہ لڑکے والے باقاعدہ شرطیں لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز بھی دینی ہوگی، یہاں تک کہ یہ باتیں سننے میں آتی ہیں، اللہ بچائے، کار بھی دینی ہوگی، دکان اور بنگلہ بھی دینا ہوگا، یعنی کہ بالکل ہی انسان انسانیت سے نکل چکا ہے، اور جانور سے بدتر ہوگیا، جانور بھی اس سے بہتر ہے، اس معاملہ میں نہ حیاء رہی، نہ شرم رہی، نہ غیرت رہی، اور نہ کسی چیز کا پاس رہا، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ہی دنیا کے پجاری بن گئے ہیں۔

پھر وہاں کوئی شادی کامیاب بھی نہیں ہوتی، اس لئے کہ وہاں شادی اور نکاح مقصود ہی نہیں ہوتا، پیسہ مقصود ہے، اور جب پیسہ مل گیا تو جہاں پیسہ پر شادی ہوتی ہو وہ کہاں کامیاب ہوتی ہے اور اس میں کیسے خیر ہو سکتی ہے؟ اور کہاں دل مل سکتے ہیں؟ اس میں تو بس طعن و تشنیع کی بارش ہوتی ہے، پہلے ہی دن سے لڑکے والے جہیز کے اندر عیب نکالنے شروع کر دیتے ہیں کہ اچھا تو یہ دیا ہے، وہ دیا ہے، اور ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اتنا ملے گا، حالانکہ اتنا سا دیا ہے، اور لاؤ، وہ لاؤ، یہ دو، وہ دو، اور جو کچھ دیا اس میں بھی دس عیب نکالتے ہیں کہ فرنیچر خراب ہے، یہ بہت گھٹیا ہے، یہ بہت سستا ہے، اور تمہارے ماں باپ نے دیا ہی کیا ہے، رات دن طعن و تشنیع بہو پر ہوتی رہتی ہے، شوہر کی بہنیں بھی، اس کی ماں بھی، باپ بھی اور خاندان والے بھی اس پر لعن طعن کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا ایک دن

بھی زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اور اگر لڑکے والے یہ شرطیں نہ بھی لگائیں تو زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کا چونکہ اب فیشن بن گیا ہے، لہٰذا لڑکی والے بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر دیتے ہیں۔

جہیز کیلئے سودی قرض لینا

جہاں تک مجھے معلوم ہے بعض لوگ سودی قرض لے کر جہیز دیتے ہیں، زکوٰۃ مانگ مانگ کر دینے کا تو عام رواج ہو گیا ہے کہ جو معیار ہمارے معاشرے نے ایجاد کیا ہے، اس سے اگر اس کی مالی حیثیت کم ہے فوراً زکوٰۃ مانگنے کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، عزیزوں اور رشتہ داروں سے رجوع کیا جاتا ہے کہ جناب ہماری بچی کی شادی ہو رہی ہے اور ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہزار افراد کی دعوت کر سکیں، اور پانچ یا دس لاکھ کا جہیز دے سکیں۔ اور جب زکوٰۃ نہ ملی تو دکان بیچ دی، مکان بیچ دیا، سودی قرض لے لیا، اور پورے گھر میں جھاڑو پھیر دی، پھر یہاں بھی لعنت کی بارش ہوتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت کی حدود کو پامال کر دیا اور ہم نے راہِ سنت کو ترک کر دیا، پھر اس کا تو یہ وبال ہی آئے گا، پھر شادی خانہ آبادی نہیں بلکہ شادی خانہ بربادی ہوتی ہے، جب چاہیں جہاں چاہیں یہ حال دیکھ لیں، اس لڑکی کی زندگی اپنے ماں باپ کے گھر لاکھ درجہ بہتر تھی کہ اس نے اپنے گھر سے جا کر یہ دن دیکھے۔

اس کی کئی وجوہات ہیں، اوّل تو جب آپ سودی قرض لے کر جہیز دیں گے تو وہ کیسے راس آئے گا؟ نمائش کے لئے جب آپ جہیز دیں گے تو اس میں کیا خیر و برکت آئے گی؟ اور جب لڑکے والے لڑکی والوں سے شرطیں لگا لگا کر جہیز لیں گے تو اس سے کیا راحت آئے گی؟ لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں یہ باتیں عام ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے بچیوں کے رشتے نہیں ہوتے، شادیاں نہیں ہوتیں، اور جو ہو جاتی ہیں ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے کے بعد طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے، تو وہ شادی ناکامی کا شکار ہو جاتی ہے۔

جو کچھ دینا ہے اپنی حیثیت اور سنّت کے مطابق دیں اس سے کون منع کرتا ہے؟ شریعت نے جہیز کی جو حدود بتلائی ہیں ان کے مطابق دیں، ضرورت کی چیزیں دیں۔

نمائش نہ کریں

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دکھاوے کے طور پر نہ دیں اور جہیز دکھاوے کے لئے دیا جاتا ہے، تو پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کی نمائش بھی کتنی زبردست ہوتی ہے، اگر کسی نے اپنی حیثیت کے مطابق اور ضرورت کے لئے دیا تو پھر اس کے اندر نمائش کیوں کرتے ہیں؟ باقاعدہ اس کو کمرہ کے اندر سجانا اور پھر لڑکے والوں کا آنا اور پھر ایک ایک چیز کو اٹھا اٹھا کر دیکھنا، اس پر تبصرہ کرنا، اس کو دیکھتے ہی نجانے کتنی نظریں اس سے پار ہوتی

ہیں، اور پھر وہ نظر لگا ہوا جہیز بہت ہی کم راس آتا ہے۔

یہ ساری مصیبتیں اس لئے ہیں کہ ہم نے شادی بیاہ کے اندر بہت بڑے بڑے گناہوں کو چھپایا ہوا ہے، اور ہمارے معاشرے میں یہ چیزیں رواج پا گئی ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ جتنا کوئی گناہ رواج پاتا ہے اتنا ہی وہ سنگین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی ناراضگی اور زیادہ اس کے اندر بھر جاتی ہے، اللہ بچائے۔

نیوتہ یا سلامی کی رسم

زمانہ دراز سے ایک بڑی بدترین رسم شادی بیاہ میں چلی آرہی ہے، جس کو ہمارے علاقہ میں نیوتہ یا سلامی کی رسم کہتے ہیں اور سرحد اور کشمیر میں نندرہ کی رسم کہتے ہیں، یہ رسم آج بھی شادی بیاہ کے موقع پر ہوتی ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جس شخص نے شادی کے موقع پر دلہا یا دلہن والوں کی جتنی مدد کی ہے، اس کو باقاعدہ رجسٹر میں نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے، جس میں شادی کی تاریخ پڑی ہوئی ہوتی ہے، اور دینے والے کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے، اور سامنے اس کی رقم لکھی ہوتی ہے کہ فلاں ابن فلاں نے ہمارے خاندان کی فلاں بنت فلاں کی شادی پر اتنی رقم دی۔ اس کو آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ میں نے تو کراچی میں کئی جگہ دیکھا ہے کہ اس رقم کو لکھنے کے لئے شادی ہال کے باہر ایک آدمی ایک ٹیبل پر باقاعدہ رجسٹر لئے بیٹھا ہوا ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ یہ اتنی پرانی رسم آج بھی موجود ہے،

پہلے زمانے میں تو ہوتی تھی مگر کراچی جیسے شہر میں آج بھی یہ رسم موجود ہے۔ یہاں آدمی کو کچھ نہ کچھ تو الف، ب آتی ہے، کچھ تو پڑھے لکھے ہیں۔

پڑھے لکھے جاہل

مگر اس تعلیم سے کیا فائدہ جس میں جہالت ہی جہالت بھری ہوئی ہو، پھر یہ تو پڑھے لکھے جاہل ہو گئے، پڑھ لکھ کر بھی جہالت دور نہ ہوئی تو پھر کب ہو گی؟ یہاں طور طریقے تو سارے ہی جدید اختیار کر لئے، لیکن گلے کا کانٹا نہ نکالا، گلے کا جو کانٹا ہے وہ ویسے کے ویسے ہی چبھتا چلا آرہا ہے۔

تو جس کے بیٹے یا بیٹی کی شادی ہے وہ شادی ہال کے باہر رجسٹر کھول کر بیٹھ جاتا ہے، اور جب کوئی شخص آکر اس کو رقم دیتا ہے تو وہ رجسٹر میں اس کا کھاتا دیکھتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں نے آپ کو اتنی رقم دی تھی اور آپ اتنی دے رہے ہیں، کم دے دو تو راضی ہی نہیں ہیں، مثلاً اگر آپ نے اس کو پچاس روپے دیے، اس نے آپ کو سو روپے دیے تھے تو پچاس روپے تو لینا ممکن ہی نہیں، آپ تو اندر جا نہیں سکتے، گیٹ پر کھڑے رہیں، یا تو سو روپے پر ۱۱۰ یا ۱۲۰ یا ۵۰۰ روپے تک دو تو ٹھیک ہے، فائدہ ہو گیا، ۱۰۰ روپے دیئے تھے اور ۱۲۰ روپے مل رہے ہیں، شکریہ، تشریف لے جائیے۔ مفت میں تھوڑی کھانا کھانا ہے، اور اب تو کھانا بھی نہیں ہے، لہٰذا اور بھی معاملہ مہنگا ہو گیا، صرف بوتل بہت مہنگی پڑتی ہے۔ تو رجسٹر دیکھا جاتا ہے کہ ہم نے اِتنے دیے تھے، آپ کتنے دے رہے ہیں، برابر سرابر میں بھی وہ

غصہ کے ساتھ رکھ لے گا، لیکن اگر آپ نے دس بیس کم دے دیئے تو پھر آپ کی خیر نہیں، ناراض ہوگا، خفا ہوگا، قطع تعلق ہوگا، بول چال بند ہو جائے گی، سلام و دعا ختم ہو جائے گی۔ اس طریقہ سے ہر ایک اپنا حساب دیکھتا ہے اور اپنا کھاتا کھول کر بیٹھ جاتا ہے، لالہ جی کی طرح کہ کتنے دیے تھے اور کتنے آئے، زیادہ آگئے تو پھر صحیح، کم آئے تو پھر لڑائی، اللہ بچائے۔

سودی معاملہ

علماء کرام نے فرمایا کہ یہ سودی معاملہ ہے، اس لئے کہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو ہدیہ میں واپسی کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا، یہ تو قرض لیا تھا تو قرض واپس کیا جاتا ہے، اس میں برابر سرابر ہو تو آدمی کو کچھ گناہ نہیں ہوتا، سو دیے تھے تو سو لے گا، دو سو دیے تھے تو دو سو لے گا، اور کم پر اس لئے راضی نہیں ہوتا کہ سو دیے ہیں اس سے کم پر کیسے راضی ہو جائے؟ ہاں زیادہ ملے پھر وہ نفع ہے۔

اور شرعی لحاظ سے سو کے بدلے سو لینا تو ٹھیک ہے اور وہ بھی اس وقت جب واقعی ضرورت ہو، یہاں کیا ضرورت ہے؟ قرض تو ضرورت کے موقع پر لیا دیا جاتا ہے اور وہ بھی قرض حسنہ، یعنی جتنا دیا ہے اتنا ہی واپس لینا ہے نہ کم نہ زیادہ، لیکن یہاں تو سرے سے کوئی ضرورت ہے ہی نہیں، بلا ضرورت یہ لیا دیا جارہا ہے، اور شریعت کے اندر بلا ضرورت قرض لینا یا بلا ضرورت قرض مانگنا یہ بھی اچھا نہیں۔

پہلے کسی زمانے میں اس کی ضرورت ہوتی ہوگی جب غربت کا زمانہ

تھا، لیکن آج تو الحمد للہ جہاں یہ کام ہوتے ہیں وہاں اس کی عام ضرورت بالکل نہیں ہوتی، لیکن بالفرض اگر ضرورت کے موقع پر قرض لے بھی لے تو جتنا دیا ہے اتنا ہی واپس لے سکتا ہے۔

مگر یہاں تو ارادہ پہلے ہی سے یہ ہوتا ہے کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ واپس لینا ہے، یہ تصور پہلے ہی سے ہوتا ہے اور اس بات کی پہلے ہی سے کوشش ہوتی ہے، اس لئے برابر سرابر لینے پر وہ خوش نہیں ہوتا، اتنا تو ہم نے بھی دیا تھا، تم نے دے دیا تو کون سا کمال کر دیا؟ اور کم پر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں، اس کے اندر نااتفاقی ہو جاتی ہے، اور طعن و تشنیع تو لازمی ہے۔ تو جتنا دیا تھا اس سے زیادہ جو لیا جا رہا ہے یہ سود ہے، اس لئے کہ ہر وہ قرض جس کے اوپر ذرا سا بھی نفع لیا جائے، وہ سود ہے۔

سود کا گناہ

اور سود کتنا سنگین گناہ ہے۔ تین حدیثوں کے اندر تین الفاظ آئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ سود میں ستر ۷۰ گناہ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سود کے اندر بہتر ۷۲ خرابیاں ہیں، تیسری روایت میں یہ ہے کہ سود کے اندر تہتر ۷۳ وبال ہیں۔

سود کا کم از کم گناہ

اور کم سے کم اس کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا

کرے۔ اور ایک حدیث میں سود کا ایک درہم ۳۳ مرتبہ اور ایک حدیث میں ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ برا ہے۔

اور اس کا عذاب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں اور ایک مرتبہ شب معراج میں دیکھا ہے، خواب کے اندر آپ ﷺ نے اس طرح دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو آدمی آئے اور مجھے لے کر چلے، راستے میں ایک نہر پر سے گزر ہوا، دیکھا کہ وہ خون کی نہر ہے اور وہ خون سے بھری ہوئی ہے اور اس کے بیچ میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور کنارے پر بھی ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور اس کے پاس بہت سارے بڑے بڑے پتھر ہیں، جب نہر کے درمیان کا آدمی باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور کنارے کی طرف آتا ہے تو وہ باہر کھڑا ہوا آدمی اس کے سر پر اس زور سے پتھر مارتا ہے کہ وہ قلابازی کھاتا ہوا پھر نہر کے بیچوں بیچ پہنچ جاتا ہے اور پھر وہیں ٹھہر جاتا ہے، وہ پھر دوبارہ نہر سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ پھر اس کے سر پر پتھر مارتا ہے۔

تو جو دو آدمی مجھے لے کر آئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کون آدمی ہے جو خون کی نہر میں کھڑا ہوا ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کا سود خور ہے، یہ سود کھانے والا آدمی ہے جو خون کی نہر میں کھڑا ہوا ہے اور یہ فرشتہ ہے جو اس کو عذاب دینے پر مقرر ہے۔

سود خور کے لئے ایک اور عذاب

اور شبِ معراج میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کے اوپر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر دیکھا کہ بجلی بڑی کڑک رہی ہے اور چمک رہی ہے، اور بڑی ہولناک اور کڑکنے کی آواز آرہی ہے، اور ساتھ یہ دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ مکانوں کے برابر ہیں، اللہ بچائے، اللہ بچائے، اتنے بڑے بڑے پیٹ جیسے ایک گھر ہوتا ہے، اور ان کے پیٹ کی کھال اتنی باریک ہے کہ اندر کی چیزیں باہر سے نظر آرہی ہیں اور ان کے پیٹ میں سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں، صبح و شام ان کو دوزخ کے سامنے لے جایا جاتا ہے اور آلِ فرعون ان کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ روندنے سے ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ قیامت برپا نہ فرما، قیامت برپا نہ فرما، جب یہیں ہمارے لئے اتنی بڑی قیامت ہے تو آگے نہ جانے ہمارے لئے کتنا عذاب و وبال ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں، جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں ان کا یہ حال اور عذاب ہے۔

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے

چنانچہ سود کا یہ لین دین معمولی گناہ نہیں ہے، بہت ہی خوفناک اور بہت ہی خطرناک، بڑا ہی سنگین اور بڑا ہی حرام کام ہے، جس کا حرام ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے اور ایک نہیں دس آیتوں سے ثابت ہے، اور چالیس سے زیادہ احادیث اس کے حرام ہونے پر موجود ہیں، اور پوری امت اس کے حرام اور ناجائز ہونے پر متفق ہے، لہٰذا اب چاہے ساری دنیا حلال کہے، ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے، جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کہنے سے ہوتا ہے۔ جب انہوں نے اس کو حرام کر دیا تو قیامت تک حرام ہے، چاہے ساری دنیا کھائے پیئے۔ بہرحال نہایت سنگین اور خطرناک گناہ ہے۔

شادی میں بے برکتی کی وجہ

شادی کے موقع پر دیکھیں کہ یہ سودی معاملہ کس طریقہ سے کھلے عام ہو رہا ہے، جس شادی کے اندر سود کا لین دین ہوگا، بتایئے اس کے اندر کہاں سے خیر آئے گی؟ کہاں سے راحت آئے گی؟ کہاں سے اس میں برکتیں آئیں گی؟ کہاں سے اس میں سکون آئے گا؟ کہاں سے میاں بیوی کے دلوں میں جوڑ پیدا ہوگا؟ کیسے میاں بیوی میں اتفاق ہوگا؟ کیسے دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے؟ دونوں خاندانوں کے

لئے کیسے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے؟

توڑنے کے سارے انتظامات ہم نے پہلے ہی کر رکھے ہیں، ایسے رشتہ کا کامیاب رہنا مشکل ہے، اور اگر نہ ٹوٹا تو نکاح کے مقاصد سے تو محروم ہو ہی جائے گا، اور جو نکاح کے فوائد سے، نکاح کے ثمرات سے، نکاح کی برکات سے، اور اللہ کی رحمتوں اور نوازشوں سے خالی ہو گیا، اس کے اندر بے سکونی، بے قراری اور بے چینی کے علاوہ اور کیا ہوگا، اور اس گناہ کے اندر دین دار لوگ بھی مبتلاء ہیں، اللہ بچائے۔

آج کل کی دینداری

ہمارے ایک استاد فرمایا کرتے تھے کہ آج کل دینداری کرتے ٹوپی تک رہ گئی ہے، بس ٹوپی سر پر رکھ لی، کرتا پہن لیا، ٹخنوں سے اوپر شلوار کرلی، بس اس کا نام ہے دینداری، یہ ہیں "دیندار صاحب، چاہے سود لیں چاہے سود دیں، چاہے رشوت لیں یا رشوت دیں، اب چاہے وہ کچھ بھی کرتے رہیں، ان کی دینداری پر کوئی فرق نہیں آتا۔

تبلیغی جماعت کا ایک قصّہ

ایک قصہ یاد آیا، تبلیغی جماعت کے ساتھی جب کہیں جاتے ہیں تو واپسی پر بعض مرتبہ عجیب وغریب واقعات سناتے ہیں، چنانچہ ایک جماعت کہیں کسی محلّہ میں سے گزر رہی تھی، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کے باہر

بہت لوگ جمع ہیں اور بڑے پریشان ہیں تو انہوں نے گزرتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا؟ کیوں پریشان ہیں؟

انہوں نے کہا کہ ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے اور گھر کے اندر اس کی میت موجود ہے، لیکن اس کے سینے پر ایک ناگ بیٹھا ہے، ہم نے اس کو ہٹانے کی بہت کوشش کی مگر ہٹتا ہی نہیں، ڈر بھی لگ رہا ہے کہ کسی کو ڈنگ نہ مار دے، جبکہ ہمیں اسے غسل دینا ہے، کفن دینا ہے، نماز پڑھنی ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کریں؟ اس لئے ہم پریشان ہیں، وہ عام سانپ اور ناگ کی طرح نہیں ہے کہ لکڑی سے وہ ہٹ جائے۔

جماعت والے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عذاب نازل کیا ہے جو اس کے کسی گناہ کا وبال و عذاب ہے جو اس شکل میں اللہ تعالیٰ نے دکھایا ہے۔ چنانچہ جماعت والوں نے بتایا کہ ہم اندر گئے اور دیکھ کر ہمیں یقین آ گیا کہ یہ اس میت کا کوئی برا عمل ہے، کوئی ایسا گناہ ہے جو اس نے کیا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس شکل میں ظاہر کیا ہے، ہم اس کمرہ میں ایک طرف بیٹھ گئے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کرنے لگے اور پڑھ پڑھ کر ایصال ثواب کرنے لگے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی شان وہ ناگ ایک دم غائب ہو گیا، پتہ نہیں کہاں اڑ گیا، پتہ نہیں کہیں گھس گیا، پتہ ہی نہیں چلا کہ کیسے غائب ہوا، حالانکہ سب دیکھ رہے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ ناگ جیسے ہی وہاں سے ہٹا تو انہوں نے جلدی سے اسے نہلایا، کفنایا اور نماز پڑھی، اور جلدی سے اسے قبرستان لے گئے،

اور جب اس کو قبر میں رکھا تو قبر میں رکھتے ہی وہ کالا ناگ پھر دوبارہ اس کے سینے پر آکر بیٹھ گیا، جب ہم نے اس کو دیکھا تو کہا کہ اب اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے، جلدی سے ہم نے تختے رکھے، مٹی ڈالی اور خوف کے مارے ہم جلدی سے وہاں سے آگئے۔

پھر واپس آکر ہم نے اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ بھائی! یہ کیا ایسا کام کرتا تھا جس کی وجہ سے اللہ پاک نے اس کا یہ خوفناک حال ہمارے سامنے ظاہر کردیا؟

تو انہوں نے بتلایا کہ مرنے والا سودی لین دین کرتا تھا۔

توبہ توبہ!! مسلمانو! اس واقعہ سے عبرت لو اور سودی لین دین سے بچو، نیوتہ وسلامی سے توبہ کرو!

ایک اور عجیب وغریب قصہ

ایک اور عجیب وغریب قصہ یاد آیا، گزشتہ واقعہ تازہ ہے اور یہ واقعہ بہت پرانا ہے۔

عبداللہ ابن احمد مدنی ایک بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنے بچپن کا واقعہ سنایا کہ میں حافظِ قرآن تھا، اور میرے والد کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا، میں روزانہ والد صاحب کے مزار پر جاتا تھا اور فاتحہ اور یٰسین شریف وغیرہ پڑھ کران کو ثواب پہنچانا میرا معمول تھا۔

اسی دورانِ رمضان شریف آگئے، اور رمضان میں بھی میرا یہ

معمول جاری رہا، ایک دن آخری عشرہ تھا اور طاق رات تھی، اسی رات شبِ قدر بھی تھی، لیکن تاریخ یاد نہیں کہ ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں سے کون سی رات تھی، چنانچہ رات گزار کر اور نماز فجر پڑھ کر میں سیدھا والد صاحب کی قبر پر چلا گیا، جس وقت میں گیا اس وقت ابھی قبرستان میں اندھیرا تھا، میں نے سوچا کہ سویرے سویرے فاتحہ پڑھ کر گھر جاکر سو جاؤں گا، میں والد صاحب کے مزار پر گیا اور جو میرا معمول تھا وہ میں بیٹھ کر اندھیرے میں پڑھنے لگا، ابھی میں نے تھوڑا سا ہی پڑھا تھا کہ مجھے ایسی آواز سنائی دینے لگی کہ جیسے کوئی آدمی ہے جو بہت زیادہ درد کے ساتھ کراہ رہا ہے، اور اس کی آواز ایسی نکل رہی تھی جیسے کہ اس کا کلیجہ چیرا جارہا ہے، اور اس کے اوپر نہ جانے کتنی مصیبت ڈالی جارہی ہے اور نہ جانے اس کو کتنی تکلیف ہو رہی ہے، اور اس کی بڑی ہی دردناک اور دل دوز آواز مجھے سنائی دینے لگی، اور میں نے جب اندازہ لگایا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ قریب ہی ایک سفید رنگ کی پکی قبر ہے، اس میں سے یہ آواز آرہی ہے، تو میں پڑھنا پڑھانا سب بھول گیا اور خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، اور میں پوری طرح اس آواز کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جیسے جیسے دن نکلنے لگا آواز ہلکی ہونے لگی، یہاں تک کہ جب بالکل چاندنا ہو گیا تو وہ آواز بالکل مدہم ہو گئی، اس کے بعد پھر بند ہو گئی۔ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ آنا جانا شروع ہوگئے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ انہوں نے فوراً نام بتلایا، میں اس شخص کو پہچان گیا جس کی یہ قبر

تھی، وہ ہمارے محلہ کا رہنے والا تھا اور میں اس کو جانتا تھا، وہ بڑا ہی نیک نمازی اور بڑا ہی خاموش اور دوسروں کے معاملوں میں دخل نہ دینے والا انسان تھا، پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف کے اندر ادا کرتا تھا، مسجد کے اندر بھی کسی سے بحث و مباحثہ نہ کرتا تھا، بس اپنے ذکر و تلاوت اور دعا میں لگا رہتا تھا، اس کے علاوہ اس کو کوئی اور کام نہیں تھا، جب میں اس کو پہچان گیا اور اس کی نیکی مجھے یاد آئی تو مجھے اس کا یہ عذاب بہت ہی زیادہ ناقابل برداشت معلوم ہوا کہ یا اللہ! اتنے نیک آدمی کے اوپر اتنا ہولناک عذاب ہے تو ہمارا کیا ہوگا، وہ تو بڑا متقی آدمی تھا، طبیعت کا بہت ہی نرم تھا، لیکن اس کے اوپر اتنا خوفناک عذاب ہو رہا ہے۔ صبح ہو جانے کے بعد میں اس محلہ میں گیا جس میں اس کی رہائش تھی، اور میں اس کے دوستوں سے ملا اور اپنا سارا واقعہ انہیں سنایا۔

اس کے دوستوں نے بتلایا کہ بھائی جیسے تمہارے ذہن میں اس کی نیکی کا روپ ہے وہ ایسا ہی تھا، لیکن ایک کام اس سے بڑا غلط ہو گیا اور یہ کہ وہ بے اولاد تھا، اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور جب تک وہ جوان رہا اور جب تک وہ بڑھاپے میں بھی کاروبار کے قابل رہا، اس نے کاروبار کیا، تجارت کی، حلال کمایا، حلال کھایا، حلال پہنا، جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اولاد تو اس کی تھی نہیں جو کاروبار سنبھالتی۔

نفس خبیث کی شرارت

تو اس کے نفس شریر نے اور اس کے نفس خبیث نے اس کو یہ سمجھایا کہ تو اکیلا ڈیوٹی دے نہیں سکتا، دکان سنبھال نہیں سکتا، اور زندگی پتہ نہیں کتنی باقی ہے، اگر تو نے ویسے ہی بیٹھ کر اپنا سرمایہ کھالیا تو ہو سکتا ہے کہ پیسہ پہلے ہی ختم ہو جائے اور تیرا انتقال بعد میں ہو۔

لہٰذا ایسا کر کہ اپنی دکان بیچ، کاروبار ختم کر، اور جو پیسہ آئے اسے سود پر لگا دے، اور جو سود آئے اس سے اپنا گزارا کر اور مسجد میں اللہ اللہ کر، تیری رقم بھی محفوظ اور سود پر تیرا گزارا ہوتا رہے گا، اب چاہے تو سو برس زندہ رہ یا دو سو برس زندہ رہ، تجھے کیا فکر۔ تو اس کے نفس خبیث نے اسے یہ سبق سکھایا اور اسی پر اس نے عمل کر لیا، اللہ بچائے۔

لہٰذا وہ سودی کھانا کھاتا رہا اور سود ہی کھا کھا کر اس نے نمازیں پڑھیں اور مسجد کے اندر اس نے حاضری دی۔

حرام کے ایک لقمہ کا گناہ

یاد رکھئے! حرام کا ایک لقمہ بھی اگر ہمارے حلق سے اتر جائے تو چالیس دن تک نہ فرض قبول ہوتے ہیں نہ نفل قبول ہوتے ہیں اور نہ دعا قبول ہوتی ہے، حرام خوری کے اندر اتنا عذاب اور وبال ہے۔ دیکھئے اس آدمی کا کیا حال ہوا، اس کی نماز وغیرہ قبول نہیں ہوئیں، سود کا معاملہ ایسا

خطرناک معاملہ ہے کہ اس سے ایسا عذاب اور وبال آتا ہے۔

چند سودی معاملات

آج بھی کتنے مسلمان ہیں جن کے بینکوں کے اندر پیسے رکھے ہوئے ہیں، سیونگ اکاونٹ انہوں نے کھولے ہوئے ہیں، فکس ڈپازٹ ان کے موجود ہیں، ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ لے رکھے ہیں، انعامی بانڈ حاصل کر رکھے ہیں، یہ سب سودی معاملے ہیں، یہ سب سود کے دائرے میں آتے ہیں، نیوتہ اور نندرہ کی رسم بھی سود پر مشتمل ہے۔

اس لئے اس گناہ سے فوری طور پر بچنے کی اور توبہ کرنے کی ضرورت ہے، اگر کسی نے یہ قرض دے رکھا ہے تو جتنا دیا تھا اتنا ہی لے لیں بس، یا پھر اللہ کے لئے معاف کردیں، اور ساتھ میں اس معاملے کے کرنے کا جو گناہ گردن پر چڑھا ہوا ہے اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور عہد کرلیں کہ آئندہ سے یہ رسم نہیں ہوگی۔

اجتماعی گناہ سے بچنے کا طریقہ

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو اجتماعی گناہ ہماری شادی بیاہ کے اندر ہوتے ہیں، ان سے بچنے کا راستہ بھی یہی ہے کہ اجتماعی طور پر ان کو ختم کیا جائے، برادری کے بڑے بڑے لوگ بیٹھیں اور بیٹھ کر ان گناہوں کی لسٹ بنائیں، نہ سمجھ میں آئے تو ہم سے آکر مشورہ کریں، اور پھر بیٹھ کر

فیصلہ کردیں کہ آج کے بعد سے ہماری برادری اور خاندان کے اندر یہ گناہ نہیں ہوں گے، ان کے بغیر شادی ہوگی، اور اگر کوئی شادی کے اندر یہ گناہ کرے گا تو ہم شامل نہیں ہوں گے۔ دیکھئے! کتنی جلدی اصلاح ہوتی ہے، اتنی جلدی اصلاح ہوگی کہ اتنی جلدی اصلاح کسی چیز سے نہیں ہوسکتی، مگر ہم چاہیں تو سہی، علاج تو موجود ہے، دین تو بالکل آسان ہے، ہم نے اس کو مشکل بنا رکھا ہے، مشکل بنانے کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے، دین تو کچھ مشکل نہیں، آج ہی خاندان والے فیصلہ کرلیں تو دوسرے دن ہی رسم مٹ جائے گی، گناہ ختم ہوجائے گا۔

ہماری ذمہ داری

لیکن اگر کسی کی برادری کسی کی قوم ان ناجائز رسموں اور کاموں کو ختم نہیں کرتی تو ہم اس کے ٹھیکہ دار اور ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ گناہ سے بچنے کے ہم خود الگ الگ ذمہ دار ہیں، ہم میں سے ہر آدمی از خود گناہ سے بچنے کا ذمہ دار ہے، لہٰذا جہاں یہ گناہ ہوں وہاں نہ جائیں، جانے کے بعد پتہ چلے تو وہاں سے واپس آجائیں، اور خود بھی نہ کریں اور نہ ایسی محفلوں میں جاکر شرکت کریں، اور اصل ذمہ داری یہی ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اس گناہ سے بچے۔ ان رسموں کے اندر اور بھی بہت ساری قباحتیں اور خرابیاں ہیں، سود کی خرابی ان کا صرف یک پہلو تھا۔

دارالعلوم کراچی کا مفصّل و مدلّل فتویٰ

جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے اس کے بارے میں ایک مفصل اور مدلل فتویٰ جاری ہوا ہے، اگر کسی کو ضرورت ہو تو وہاں سے لے سکتا ہے، تاکہ اسے اچھی طرح پڑھے اور سمجھے، تاہم اس میں جو بنیادی خرابی ہے وہ میں نے آپ کے سامنے عرض کر دی۔

نمازیں قضاء ہونا

ایک گناہ یہ ہوتا ہے شادی بیاہ کے موقع پر کہ دلہا اور دلہن کی کتنی ساری نمازیں قضاء ہوتی ہیں، منگنی کے اندر مردوں اور عورتوں کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، نکاح کی محفل میں کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، پھر لڑکی کی دعوت میں کتنی نمازیں قضاء اور برباد ہوتی ہیں، اور آگے ولیمہ کے اندر اور پھر ولیمہ کے بعد۔

بلاعذر ایک نماز قضاء کرنے کا گناہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل نماز میں ایک حدیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جس آدمی نے جان بوجھ کر بلاعذر شرعی ایک نماز بھی قضاء کر دی؛ اب چاہے اس نے اس کی قضاء بھی پڑھ لی، تب بھی اس کو جہنم میں ایک حقب جلایا جائے گا، اور ایک حقب کا

حساب حضرت نے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال بتلایا ہے، اللہ بچائے۔

اور جہاں دلہا دلہن سے لے کر اوّل تا آخر شریک ہونے والوں کی سینکڑوں نمازیں قضاء ہو رہی ہوں، اندازہ لگائیے کیا وہ شادی ہے یا تباہی ہے؟ یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا تو پھر دوسرا راستہ گمراہی کا راستہ ہو سکتا ہے، اور گمراہی کے اندر پھر اسی طرح کی خرابی ہوتی ہے اور اسی طریقے کے اس میں گناہ ہوتے ہیں اور پھر ایسے ہی گناہوں کا اس کے اندر عذاب و وبال ہوتا ہے۔

نمازیں قضاء ہونے کی وجہ

نمازیں قضاء ہونے کی عام طور پر یہ وجہ ہوتی ہے کہ دلہن کا تو بیوٹی پالر میں لے جاکر میک اپ کرادیا، اب وہ کوئی نماز نہیں پڑھ سکتی، وضوء تھا ہی نہیں، اگر ہو بھی تو زیادہ دیر نہیں رہ سکتا ہے اور نہ تازہ ہو سکتا ہے، کیونکہ میک آپ خراب ہوگا، لہٰذا اس کی تو نہ جانے کتنی نمازیں قضاء و برباد ہوتی ہیں، اسی طرح دلہا کی بھی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، ایک تو وہ بعض دفعہ خود بے نمازی ہوتا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو بعض مرتبہ آدمی ایسے موقع پر تو ہو ہی جاتا ہے، اور پھر اس کے گھر والوں کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، اور جب راتوں کو جاگیں گے تو فجر کی نماز یقیناً قضاء ہو گی، اور بارات کے اور مہمانوں کی آمد کے انتظامات میں منتظمین کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں،

جماعتوں کے فوت ہونے کا تو کوئی تصور ہی نہیں، وہ تو بے شمار و بے حد ہوتی ہیں، ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں کہ جماعت نکل رہی ہے یا نہیں نکل رہی۔

یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ ہماری شادی ہے؟ اس کا نام شادی ہوتا ہے؟ اگر آنکھ بند ہو جائے تو معلوم ہو کہ سوائے غم کے کچھ نہیں، یہ شادی نہیں تباہی ہے جس میں اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہو اور نماز جیسی اہم چیز اس کے اندر ترک کر دی جائے جو کہ ایسے معمولی عذر میں بالکل جائز نہیں۔

ایک بزرگ کا قصّہ

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ وہ حج کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، اور حج ان پر فرض نہیں تھا، بس ایسے ہی بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں جماعت فوت ہو گئی، وہیں سے واپس آگئے۔ کیونکہ جب حج فرض نہیں تو پھر جانا بھی فرض نہیں ہے، لیکن نماز باجماعت پڑھنا تو واجب ہے، اور بلا عذر شرعی کے جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ تو جب حج فرض نہیں اور جماعت پہلے ہی چھوڑ دی تو فائدہ نہ ہوا، نقصان ہو گیا، گھاٹا ہو گیا۔ اور یہاں عام حالات میں شادی فرض بھی نہیں ہوتی اور اس پر ہزاروں فرض قربان کر دیئے جاتے ہیں، کتنی بڑی تباہی کی بات ہے۔

لعنت کے دو کام

اور دو کام بڑے لعنت کے ہوتے ہیں، اللہ بچائے، وہ عورتوں کے ساتھ ہوتے ہیں، دونوں کام تقریباً عام ہیں، اور جس زمانے میں ہم ہیں اس میں تقریباً سارے گناہ ہی عام ہیں، کوئی نہ بھی چاہے تو دوسرے کروادیتے ہیں۔

ایک گناہ بھنویں بنانے کا ہے۔ شاید ہی کوئی گھر خالی ہوگا جس کے اندر خاتون اپنی بھنویں نہ تراشتی ہوں اور ان کو باریک نہ بناتی ہوں۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ اگر عورت کے بال کم ہو جائیں، گر جائیں، جھڑ جائیں، تو ان کے ساتھ دوسرے بال لگائے جاتے ہیں۔

یاد رکھئے! بھنویں اگر منڈوا کر ان کو باریک کیا جائے، یا بال نوچ نوچ کر انہیں باریک کیا جائے، یہ بھی گناہ ہے، حدیث میں اس کے اوپر لعنت آئی ہے۔

اور ایسے ہی جس کے بال کم ہوں، اور وہ دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں ملا کر یہ ظاہر کرے کہ اس کے سر کے بال بہت گھنے ہیں اور بہت ہی زیادہ ہیں، بہت موٹی چٹیا ہے، حالانکہ بہت پتلی چٹیا ہے، تو یہ دھوکہ ہے اور حدیث میں اس پر بھی لعنت ہے اور یہ بھی ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔ آج کل یہ ایسا منحوس فیشن ہے کہ دلہن کی بھنویں بنانا تو لازمی سمجھا جاتا ہے، اور جتنی عورتیں اس کی شادی میں شریک ہیں ۹۵٪ ان کی بھی

بھنویں بنی ہوئی ہوں گی، یہ ایک گناہ ہوا۔

بالوں کے بارے میں گنجائش

البتہ بالوں کا مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کے بال کم ہوتے ہیں بس وہی اس گناہ میں عموماً مبتلاء ہوتی ہے۔

لیکن اس میں ایک گنجائش بھی یاد رکھنی چاہیے، جس عورت کے سر کے بال کم ہوں، یا بالکل ہی نہ ہوں یا بہت کم ہوں تو وہ مصنوعی بال لگا سکتی ہے، مصنوعی بال پلاسٹک کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، دور سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مصنوعی ہیں۔ اسی طرح انسانی بال کے علاوہ کسی اور حیوان کے بال ہوں، وہ بھی مصنوعی بال کے ضمن میں ہیں، تو مصنوعی بال اگر کوئی لگائے تو اس کی گنجائش ہے، وہ گناہ نہیں۔

حدیث کا مصداق

حدیث میں جس پر لعنت آئی ہے اس کا مصداق مصنوعی بال نہیں ہیں، اسی طرح انسان کے علاوہ دیگر حیوان کے بال بھی اس کے مصداق نہیں ہیں، بلکہ حدیث میں جس پر لعنت آئی ہے اس سے مراد کسی دوسری عورت کے یا کسی دوسرے انسان کے سر کے بال لے کر عورت کسی بھی طریقہ سے اپنے بالوں میں ملائے، اور اپنی چٹیا کو موٹا کر کے دکھائے، یہ حدیث کا مصداق ہے، اس پر لعنت ہے اور گناہ ہے اور ناجائز ہے جس سے

بچنا ضروری ہے۔

لیکن بھنویں باریک کرنے کا جو آج کل فیشن ہے، یہ بالکل ناجائز ہے جس سے بچنا ضروری ہے، شادی کے موقع پر بھی شادی کے علاوہ بھی، مگر اب یہ عام فیشن بن گیا ہے، آج کل اس سے بچنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

یہ دو گناہ ہمارے ہاں شادی کے موقع پر خاص طور سے ہوتے ہیں۔

عورتوں کا پٹھے بال رکھنا

ایک گناہ یہ بھی ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے سر کے بال چٹیا کی شکل میں نہیں رکھتیں بلکہ پٹھے بال کروالیتی ہیں۔ اور یہ بھی آج کل کا فیشن ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کٹوا کر کتروا کر چھوٹے کر لیتی ہیں اور پھر وہ ایسی لگتی ہیں جیسے مرد ہوتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔

کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

یہ ہیں وہ گناہ جو آج کل ہمارے ماحول میں شادی بیاہ کے موقع پر جی بھر کر کئے جاتے ہیں۔

میرے عزیزو، میرے بزرگو!

ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد صرف ایک ہے کہ کچھ دین کی باتیں خیر خواہی کے طور پر بیان کی جائیں، بیان کرنے والا بھی اور سننے والے بھی اس کو سنیں اور سمجھیں اور سمجھنے کے بعد جس گناہ کا تذکرہ ہوا ہے اس سے توبہ کریں اور آئندہ بچنے کی کوشش کریں۔

اور اگر کسی کام کے کرنے کا تذکرہ ہو تو اس کو اہتمام کے ساتھ اپنے معمول میں لانے کی کوشش کریں، تاکہ ہمارے ظاہر کی بھی اصلاح ہو اور ہمارے باطن کی بھی اصلاح ہو اور ہم دین کے اوپر اور شریعت کے اوپر صحیح صحیح قائم ہو جائیں جس کا ہمارا ایمان ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

دین کا مطالبہ

ہمارا دین ہر وقت ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اے مسلمانو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ہم پورے پورے داخل نہیں ہیں، لہٰذا ہم پورے پورے داخل ہو جائیں اور پورے پورے دین پر چلنے والے ہو جائیں، تاکہ اس کے نتیجے میں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں نصیب ہو جائے، صلاح اور فلاح ہم کو نصیب ہو اور ہماری زندگی دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ کی مصداق بن جائے اور مرنے کے بعد ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معاملہ ہو، عذابِ قبر سے بھی محفوظ رہیں، اور قیامت کے دن کی ہولناکی سے بھی ہماری حفاظت ہو، اور بغیر حساب و کتاب کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنّت میں داخل ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا

فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد میں ہمیں کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اولاد کی تربیت

(۴)

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اولاد کی تربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا

اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ ۝

(سورۃ التحریم آیت نمبر ٦)

نیک تربیت والدین پر اولاد کا حق ہے

میرے قابل احترام بزرگو، گزشتہ اتوار کو آپ کی خدمت میں والدین کی عظمت، ان کا احترام، ان کی خدمت اور ان کے حقوق کے ادا کرنے کے بارے میں عرض کیا تھا۔ آج انشاء اللہ تعالیٰ اولاد کی نیک تربیت کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرنے کا ارادہ ہے، کیونکہ جس طرح ماں باپ کی خدمت، ان کا احترام اولاد پر ضروری ہے، اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں اور ان کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں، اس لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کیا حقوق اور کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اور ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اور کس طرح ان کی خدمت اور دینی تربیت کرنی چاہئے؟ یہ دینی تربیت اولاد کا ماں باپ پر انتہائی اہم حق ہے جو ماں باپ کو ادا کرنا چاہئے۔ جو ماں باپ اولاد کی دینی تربیت کی ذمہ داری پوری کریں گے، وہ دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ اور جو ماں باپ اولاد کی دینی تربیت نہیں کریں گے تو ان کو اس ذمہ داری کے ادا نہ کرنے پر بڑا عذاب اور وبال ہوگا۔

شریعت کی رو سے اولاد کی تربیت والدین پر فرض ہے

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے ذمے اولاد کی تربیت کو ضروری قرار دیا ہے، اور جس چیز کو ضروری قرار دیدیا جائے، اس میں بندے کو اختیار نہیں ہوتا کہ چاہے تو وہ کرے اور چاہے تو نہ کرے، نفل اور مستحب کام کے اندر انسان کو کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، لیکن جو چیز فرض وواجب ہو، ضروری اور لازم ہو، اس میں اختیار نہیں ہوتا، اگر اس کو نہیں کریں گے تو پکڑ ہوگی۔

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "صاحب روح المعانی" نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان ماں باپ کو ہوگا جنہوں نے اپنی اولاد کی نیک تربیت نہیں کی ہوگی۔ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تربیت اولاد" میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ بچے کی دینی تربیت اور نیک تربیت بچپن ہی سے شروع ہوتی ہے اور یہ فریضہ بچپن ہی سے ماں باپ پر عائد ہو جاتا ہے، بچے کے پیدا ہوتے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام ماں باپ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ تم بچے کے سلسلے میں ان امور کو بجا لاؤ۔ لہٰذا اگر ماں باپ نے بچپن ہی سے ان احکام کے مطابق بچے کی تربیت نہ کی، اور وہ بچے دینی تربیت کے بغیر بڑے ہوتے چلے گئے، اور پھر مکلف ہونے کے بعد ان سے گناہوں کا صدور

شروع ہو گیا تو چونکہ ان کے گناہوں میں ماں باپ کی کوتاہی کو بھی دخل ہے، ان کی غفلت اور سستی کا بھی اس میں دخل ہے، اس لئے بچے بھی گناہ گار ہوں گے اور ان کے ساتھ ساتھ ماں باپ بھی گناہ گار ہوں گے۔

اولاد میں کوتاہیاں دیکھنا اور خاموش رہنا

مثلاً بچے بالغ ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھ رہے ہیں، نہ روزہ رکھ رہے ہیں، نہ زکوٰۃ دے رہے ہیں، لڑکیاں پردہ نہیں کر رہی ہیں، سب آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں، اور ماں باپ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، برائے نام کبھی کچھ کہہ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ یاد رکھئے! ہم نے اپنی ذمہ داری واقعۃً ادا نہیں کی، ہم نے اس فریضے میں زبردست کوتاہی کی، اور برابر کوتاہی کرتے چلے جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں ہمارے گناہوں میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، حتیٰ کہ اگر ماں باپ کا انتقال بھی ہو گیا، لیکن اولاد عیاشی میں اور گناہوں میں مبتلا ہے، تو اب بھی ماں باپ کے گناہوں میں اس تربیت میں کوتاہی کرنے کے نتیجے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا بچے کے پیدا ہونے سے لے کر بچوں کے مرنے تک ماں باپ نے جو ان کی دینی تربیت نہیں کی، اور ان کے جو دینی حقوق تھے وہ ادا نہیں کئے، تو اس کے ادا نہ کرنے سے یہ سارا وبال اور عذاب ماں باپ پر آئے گا۔ اسی لئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسے ماں باپ کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہو گا۔

تربیت میں سستی پر تنبیہ

ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے، ہم پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری نہیں ہے کہ صرف اپنی ذات کو شریعت کے پابند بنائیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنالیں، بلکہ گھر والوں کی ذمہ داری اور اولاد کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے، اپنے تمام ماتحتوں کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے اور ماتحتوں میں سب سے پہلے بیوی بچے ہیں، اور بعض علماء نے فرمایا کہ ملازم اور نوکر چاکر بھی اس میں داخل ہیں، چاہے وہ ملازم دکان میں کام کرتے ہوں، چاہے وہ گھر میں کام کرتے ہوں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں (جیسے ایندھن ڈالنے سے آگ اور تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح انسان اور پتھر ڈالنے سے وہ جہنم اور تیز ہو جائے گی) اس جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت طبیعت کے ہیں، تند خو اور مضبوط اور طاقت ور ہیں (کوئی ان کو ہٹا کر اور جہنم سے نکل کر بھاگ نہیں سکے گا) جو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیدیتے ہیں وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے

وہ اس کو کر لیتے ہیں۔

مثلاً ان کو یہ حکم دیا جائے گا کہ دیکھو کوئی شخص جہنم سے نکلنے نہ پائے، تو بس اس حکم پر پوری طرح عمل کریں گے۔ اس جہنم سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ تم خود اس آگ سے بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس سے بچاؤ، اور اس جہنم سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ ہم بچوں کے حقوق بھی ادا کریں جو حقوق شریعت نے مقرر کئے ہیں، اور یہ حقوق بچے کے پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتے ہیں۔

بچے کا پہلا حق: پیدائش پر اظہار مسرت

چنانچہ بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو، وہ اس پر مسرت کا اظہار کرے۔ آج کل لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر اظہار نفرت ہوتا ہے، یہ نفرت کا اظہار کافرانہ روش ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافروں کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کے یہاں بچی پیدا ہوتی تو وہ اس پر نفرت کا اظہار کرتے اور غصہ کا اظہار کرتے۔ ہمارے دین میں اس پر مذمت آئی ہے، بچی کی پیدائش پر ناراضگی یا غصہ کا اظہار کرنا جائز نہیں، اس کی وجہ سے ملنا جلنا چھوڑنا یا بیوی کو قصوروار ٹھہرانا جائز نہیں، یہ ظلم ہے۔

جیسے بیٹا نعمت ہے بیٹی بھی نعمت ہے

ہمارے دین میں جیسے بیٹا نعمت ہے، اسی طرح بیٹی بھی نعمت ہے، اللہ

تعالیٰ جس کو چاہیں بیٹے عطا فرما دیں جس کو چاہیں بیٹیاں عطا فرما دیں، اور جس کو چاہیں دونوں عطا فرما دیں، اور جس کو چاہیں کچھ بھی نہ دیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت ہے، وہ جس کو جس نعمت سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں سرفراز فرمادیتے ہیں۔ لہٰذا جب کسی کے گھر اولاد پیدا ہو تو وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔

دوسرا حق: دعائیں دینا

دوسرا حق یہ ہے کہ دوسرے لوگ عزیز و اقارب، رشتہ دار، دوست احباب اس کو دعا دیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچے یا بچی کو نیک اور صالح بنائے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے، اللہ تعالیٰ اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اس طرح کی دعائیں دیں۔

تیسرا حق: کان میں اذان اور اقامت کہنا

تیسرا حق یہ ہے کہ جب بچے کو پاک صاف کر دیا جائے تو پھر اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے۔ دیکھئے! ان کاموں کے ذریعہ بچے کو شروع ہی سے دین کی طرف لایا جا رہا ہے، خوشخبری، بشارت، دعائیں، اذان، اقامت، یہ سب دین کے کام ہیں، دنیا میں جب وہ پہلا قدم رکھ رہا ہے تو وہ دعاؤں کی چھاؤں میں قدم رکھ رہا ہے اور سب سے پہلے اس کے کان میں جو آواز آ رہی ہے وہ اللہ کے نام کی آ رہی ہے، "اللہ اکبر، اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ پھر بائیں کان میں اقامت کے

کلمات کہے جائیں۔

اذان واقامت کہنے میں عجیب نکتے کی بات

بعض بزرگوں نے اس کی عجیب و غریب وجہ بھی بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ اذان واقامت کے ذریعہ اس کو یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ دنیا میں تیرے کو اتنا وقت رہنا ہے جتنا وقت اقامت اور جماعت کھڑی ہونے کے درمیان ہوتا ہے۔ بس اس زندگی کو خیال سے گزارنا اور اس زندگی کو آخرت کی تیاری میں لگانا، اس لئے کہ تیری اذان بھی ہو چکی ہے، تیری اقامت بھی ہو چکی ہے، اب صرف نماز باقی ہے اور نماز کے بعد آخرت کی طرف جانا ہے۔ اسی لئے نماز جنازہ کے شروع میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت ہے، جیسے ہی جنازہ آیا اور صفیں درست کیں بس "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع ہوگئی۔ لیکن انسان اس دھوکے میں ہے کہ میری عمر پچاس سال ہوگئی، ساٹھ سال ہوگئی، حالانکہ آخرت کے مقابلے میں یہ زندگی ایک لمحہ ہے، یہاں دنیا میں آیا اور تھوڑی دیر بعد رخصت ہوگیا ؎

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

آنکھیں بند ہوتے ہی پوری زندگی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

چوتھا حق: تحنیک کرانا

بچے کا چوتھا حق یہ ہے کہ کسی بزرگ سے اس کی تحنیک کرائی جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ سے کھجور یا چھوارا چبوا کر اس کا تھوڑا سا حصہ بچے کے تالو سے لگا دیا جائے۔ اس عمل کو "تحنیک" کہا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اذان اور اقامت کہنے کا رواج تو ہے، لیکن یہ تحنیک جو سنّت ہے اس کا رواج نہیں ہے، پھر اس کے لئے کسی بڑے بزرگ کا ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ گھر میں یا قرب و جوار میں یا مسجد میں کوئی نیک صالح متقی پرہیزگار انسان ہو، اس سے یہ تحنیک کرائی جائے، اور گھر کی نیک خاتون سے بھی یہ کام کرایا جاسکتا ہے۔ جس طرح اذان اور اقامت کے کلمات سے اس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت، ایمان کی مضبوطی اور آخرت کی فکر پیوست کی گئی ہے، اسی طریقے سے اگر کسی بزرگ سے تحنیک کرائی جائے تو اس بزرگ کے اثرات اور ان کی برکات تحنیک کے ذریعے بچے کے پیٹ میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

تحنیک کا دنیاوی فائدہ

اس میں دنیاوی فائدہ بھی ہے، وہ یہ کہ جب میٹھی چیز اس کے منہ میں جائے گی تو وہ منہ چلائے گا، اس سے اس کے دماغ کے تمام عضلات اور جسم کے تمام اعصاب سب کے سب بیدار ہو جائیں گے اور متحرک ہو کر

کام کرنے لگیں گے، ذہن بھی کام کرنے لگے گا، کان بھی اور آنکھیں بھی کام کرنے لگیں گی، اور سر ہی ان تمام چیزوں کا مرکز اور جسم کا سردار ہے، اسی کے اندر پورے جسم کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت ہے۔ نیز بچے کے اندر چوسنے کی صلاحیت پیدا ہو گی جس سے ماں کا دودھ آسانی سے پی سکے گا۔ اور اللہ پاک نے کھجور اور چھوارے کے اندر ہر قسم کی توانائی بھری ہوئی ہے جس کی اس کو فوری ضرورت ہے۔

دیکھو دین کی ہر بات میں فوائد ہی فوائد ہیں، اب ہم ہی نہ کریں تو ہمارا قصور ہے، ورنہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں ایسی چیزیں بتادی ہیں کہ جس کے اندر دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں ہیں اور ان کو نہ کرنے میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ کھجور اور چھوارا وقت پر میسر نہ ہو تو پھر شہد بھی لیا جاسکتا ہے، یا باریک چینی اس کے منہ میں ڈالدی جائے تاکہ وہ اس کو چوس لے۔

تحنیک کا دوسرا طریقہ

بعض بزرگوں نے یہ طریقہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس کسی بزرگ کا کپڑا ہو جیسے رومال یا اس کے مستعمل کپڑے تو اس سے چھوٹا سا کرتا سلوالیا جائے اور سب سے پہلے اس کو یہ پہنادیا جائے، تاکہ اس بزرگ کے لباس میں جو برکات ہیں اس سے اس بچے کے اندر اس بزرگ کے اثرات بھی آجائیں گے۔

پانچواں حق: اچھا نام رکھنا

بچے کے نام رکھنے میں کوشش کی جائے کہ اگر لڑکا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ناموں میں سے رکھا جائے، یا اللہ تعالیٰ کے جو صفاتی نام ہیں وہ سب سے بہتر ہیں، ان میں سے رکھا جائے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالستار، عبدالجبار، عبدالرحیم وغیرہ، یا صحابہ کرامؓ کے ناموں میں سے کوئی نام رکھا جائے، یا بزرگانِ دین میں سے کسی کا نام رکھا جائے۔

بچی ہے تو پچھلی امتوں میں جتنی نیک عورتیں گزری ہیں ان کے ناموں میں سے نام رکھا جائے، یا ازواج مطہرات کے ناموں میں سے یا صحابیات کے ناموں میں سے رکھا جائے۔ اور ان سب کے نام حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور میں تحریر فرمائے ہیں۔

نام رکھنے میں احتیاط

آج کل ایسے بے معنی نام رکھے جاتے ہیں کہ ان میں نام ہونے کی بھی صلاحیت نہیں ہوتی، یا پھر فلمی اداکاروں اور ٹی وی اداکاروں کے نام رکھے جاتے ہیں، یا پھر اللہ بچائے انگریزوں، ملحدوں، کافروں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو! جیسا نام رکھو گے بچے کے اندر ویسے ہی اثرات آئیں گے، ہمیں دین اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا میں آتے ہی بچے کے ساتھ وہ عمل کرو کہ اس میں نیکی کے جذبات پرورش پائیں۔

بچے میں نام کے اثرات پر واقعہ

حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں ہے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں آتا تھا، وہ اپنے کسی بچے کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ بیمار بہت رہتا ہے، علاج کرواکر تھک گئے ہیں مگر ٹھیک ہی نہیں ہوتا۔ ایک دن حضرت نے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ کہا کہ اس کا نام کلیم ہے، اور کلیم کے ایک معنی زخمی کے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نام ہی ایسا ہے تو ٹھیک کیسے ہوگا؟ پھر حضرتؒ نے کلیم ہٹا کر سلیم نام رکھ دیا، اور سلیم کے معنی تندرست کے ہیں، چنانچہ نام بدلتے ہی بچہ تندرست ہوگیا اور ساری بیماری زائل ہوگئی۔ تو جس نام کے معنی اچھے ہوں گے اس کے اثرات بھی بچے کے اندر اچھے ہوں گے، اور جس نام کے معنی برے ہوں گے اس کے اثرات بھی بچے کے اندر برے ہوں گے۔ برے نام جیسے شیطان، فرعون، ہامان رکھے گا تو کیا بچہ نیک بنے گا۔ اسی لئے منع کرتے ہیں کہ اس قسم کے نام مت رکھو، یہ کافروں کے نام ہیں، ان میں کفر کی بدبو بھری ہوئی ہے، جیسے ان ناموں کے رکھنے کو ہم بُرا سمجھتے ہیں، ایسے ہی وہ نام جن کے معنی برے ہیں ان سے بھی ہمیں بچنا چاہئے۔

پیدائش کے ساتویں دن کے مستحب اعمال

نام ویسے تو ساتویں دن سے پہلے بھی رکھ سکتے ہیں لیکن ساتویں دن

نام رکھنا مستحب و مسنون ہے۔

عقیقہ کرنا

دوسرا عمل ساتویں دن عقیقہ کرنا، یہ بھی مستحب ہے۔ اگر لڑکا ہے تو صحیح سالم بے عیب دو بکرے یا دو بکریاں اور اگر لڑکی ہے تو بے عیب ایک بکرا یا ایک بکری۔ اگر استطاعت نہ ہو تو عقیقہ نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ بہر حال کرنے میں یہ فوائد ہیں: ایک حدیث میں ہے کہ عقیقہ کرنے سے بچے سے تمام آفات اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، بچہ مکمل محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ ایک اور اس کی عجیب برکت ہے کہ قیامت کے دن بچہ اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔ سبحان اللہ!

اگر کوئی ساتویں دن نہ کر سکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے، لیکن بعد میں بھی ساتویں دن کا خیال کرنا بہتر ہے، اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے ایک دن پہلے کرے، مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو بعد میں جب بھی عقیقہ کرے تو جمعرات کو کرے، اس حساب سے یہ ساتواں دن پڑے گا۔

اسی طرح بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنے گھر کے لئے رکھے، ایک حصہ اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کر دے اور ایک حصہ غریبوں اور مسکینوں کو خیرات کر دے، اس لئے کہ صدقہ کا فائدہ ہی یہ ہے کہ اس سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

بچے کے سر کے بال منڈوانا

اسی طرح ساتویں دن مستحب یہ ہے کہ بچہ ہو یا بچی استرے سے اس کے سر کے بال منڈوا دیے جائیں۔ اس کا دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ اس کے سر کے سارے مسامات کھل جائیں گے اور اس کا دماغ صحیح کام کرنے لگے گا۔ اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی یا چاندی کی قیمت خیرات کر دینا بھی مستحب ہے۔

اب آپ ذرا سوچیں کہ ہمارے دین اسلام میں بچہ کی کیسی عمدہ تربیت ہو رہی ہے کہ ایک طرف عقیقہ ہو رہا ہے تو اس میں بھی صدقہ دیا جا رہا ہے، عزیز و اقارب کو بھی کھلایا جا رہا ہے، پڑوسیوں کو بھی دیا جا رہا ہے، غریبوں کو بھی کھلایا جا رہا ہے، جب سب کھائیں گے تو سب خوش ہوں گے، خوشی میں دل سے دعائیں نکلیں گی اور پھر صدقہ بذاتِ خود اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اور دوسری طرف سر منڈوایا جا رہا ہے تاکہ اس کے دماغ کی تمام صلاحیتیں کار آمد ہوں اور دماغ صحیح کام کرنے لگے۔

حکمت کی بات

اس کے بعد اگر تھوڑی سی زعفران میسّر ہو تو پانی میں گھول کر سر منڈوانے کے بعد اس کے سر پر مل دی جائے۔ طبّی لحاظ سے زعفران گرم اور خشک ہوتی ہے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ایک تو طاقت پہنچائے گی اور

دوسرے گردوپیش کا موسم اس کے سر اور دماغ پر اثرانداز نہیں ہوگا، اس سے انشاءاللہ نزلہ وغیرہ بھی نہیں ہوگا۔

بچے کی ختنہ کرانا

اسی طرح ساتویں دن اس کی ختنہ کروادینا بھی مستحب ہے، بعد میں بھی توکروانی ہے اس وقت کروادینے میں بڑی آسانی ہے، کیونکہ پھر جیسے جیسے بچہ بڑاہوتاجاتاہے ختنے کاکام مشکل ہوجاتاہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے ختنے کا حکم

شرعی لحاظ سے ختنہ کروانا سنّتِ مؤکدہ ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی سنّت ہے، شعائرِ اسلام میں سے ہے، کروانا ضروری ہے، نہیں کروائے گا تو گناہگار ہوگا۔

ختنے کا دنیاوی فائدہ

کسی ڈاکٹر نے کہاہے کہ مسلمانوں کے ہاں جو ختنہ کا عمل ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ ختنہ کروانے سے آدمی پچاس فیصد کینسر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے! شریعت کے ہر حکم میں کتنا فائدہ ہے اور بچے کے ساتھ کتنی خیر خواہی اور ہمدردی ہے۔

بچے کی تربیت کے سلسلے میں مزید تاکید

اس کے بعد پھر بچے کی تربیت کے سلسلے میں مزید یہ بھی تاکید ہے کہ اگرچہ بچہ ہمارے سامنے بالکل معصوم ہے، نہ بول سکتا ہے، نہ چل سکتا ہے، نہ کوئی چیز مانگ سکتا ہے، بس ابھی تو اس کے دو ہی کام ہیں: ہنسنا اور رونا، چیز مل جائے تو ہنس دیتا ہے، نہ ملے تو رو دیتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اپنے ماں باپ کی ایک ایک اداء کو کھینچ رہا ہے اور اپنے اندر جذب کر رہا ہے، ماں باپ کے ہنسنے کو بولنے کو ہر ہر قول و فعل کو ان کی معاشرت کو اپنے اندر لے رہا ہے۔

لہٰذا اب ضروری ہے کہ جب بچہ گھر آ گیا تو پہلے ماں باپ خود نیک بن جائیں، نیک بنیں گے، نیک رہیں گے اور نیکی کا ماحول اپنے گھر میں قائم رکھیں گے تو وہی ماحول بچے کے دل و دماغ پر نقش ہوگا۔

بچوں کی تربیت جو خراب ہو رہی ہے وہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ ماں باپ خود تو نیک بنتے نہیں، خود تو نمازی بنتے نہیں، خود تو قرآن شریف کی تلاوت کرتے نہیں، خود تو نظروں کی حفاظت کرتے نہیں، خود تو ٹی وی دیکھنے والے ہیں، فلمیں دیکھنے والے ہیں، خود تو بے حیا اور بے شرم ہیں تو بچہ کیسے حیادار اور شرم والا ہوگا؟ وہ کیسے نمازی بنے گا؟ وہ کیسے اللہ اللہ کرنے والا ہوگا؟ وہ کیسے تسبیح پڑھنے والا ہوگا؟ اس نے تو جب دنیا میں آنکھ کھولی تو ماں باپ کو جیسے دیکھا ویسا ہو گیا۔ سب سے بڑی کوتاہی یہیں

سے شروع ہوتی ہے، اس میں ہم بچے کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے، اپنے آپ کو قصوروار ماننا چاہئے۔ ہم نے اس کے سامنے اللہ کے نافرمانوں والا نمونہ پیش کیا اور وہ نافرمان بن گیا۔ حاصل یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو ہی جہنم سے بچانے کی کوشش نہیں کی تو پھر ہم اپنے بچوں کو کیسے جہنم سے بچا سکتے ہیں۔

بچے کو سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ

حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ، سب سے پہلے اذان کے ذریعہ اللہ کا نام سنایا تھا، اب اللہ ہی کا نام سکھاؤ تاکہ اس کی زبان پر سب سے پہلے اللہ کا نام آئے، اور جب اللہ کا نام اس کی زبان پر آئے گا تو اللہ کے نام کے اثرات اس کے دل میں آئیں گے، اللہ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کیجائے

نیز یہ کہ بچوں کی تربیت کے لئے گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعات پڑھ کر سنائیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے حالات کہ کس طرح آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے، کس طرح آپ ﷺ نے دین کو دنیا میں پھیلایا۔ کیا کیا آپ ﷺ نے خدمات انجام دیں، کس طرح آپ ﷺ نے فکر مندی سے کام کیا، کس کس طریقے سے

آپ ﷺ نے جہاد کئے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی محفوظ ہے۔یہ باتیں ان کو سنائیں تاکہ ان کے دل میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت پیدا ہو۔

دوسرے نمبر پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں اور اہلِ بیت اور خاندان والے جو مسلمان گزرے ہیں ان کی محبت ان کے دل میں پیدا کی جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کے سامنے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس طرح سناتے اور یاد کراتے تھے جس طرح قرآن شریف کی سورت یاد کراتے ہیں۔ اب سوچو! ہم میں اور ان میں کتنا فرق ہو گیا، ہم تو کبھی نام بھی نہیں لیتے۔

گھر میں تعلیم کا اہتمام کرنا

اسی طرح بچوں کی تربیت کے لئے دس پندرہ منٹ لازمی نکالیں۔ اس وقت سب گھر والے جمع ہوں، اکٹھے بیٹھیں، سیرت کی کوئی سی کتاب پڑھ کر سنائیں۔ ایک سیرت کی کتاب ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے "سیرت خاتم الانبیاءؐ" کے نام سے، اس کا معمول بنالیں۔ انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ کو خود بھی بہت سے فوائد محسوس ہوں گے اور گھر والوں پر بھی بہترین اثر ہوگا، اس لئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی پُراثر ہے کہ جو بھی سنے گا اس سے

ضرور متاثر ہوگا۔ آپ کی وفات کا واقعہ جتنی دفعہ بھی آپ پڑھ لیں ہر دفعہ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپکنا شروع ہو جائیں گے، حالانکہ آپ کی وفات کو چودہ سو سال گزر گئے، لیکن ایسا اس کے اندر اثر ہے کہ کوئی مؤمن اس کو پڑھے تو روئے بغیر نہیں رہ سکتا، اور یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں میں ہے۔ اور اگر اس سے بڑی کتاب لینا چاہیں تو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ کی "تاریخ اسلام" کے نام سے لکھی ہوئی کتاب لے لیں، یہ انتہائی آسان اردو میں ہے اور بہت ہی پر اثر ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب ہے "سیرت المصطفیٰ" حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی لکھی ہوئی ہے، اس میں کہیں کہیں طرزِ تحریر عالمانہ ہے، لیکن اردو میں ہے اور بڑی آسان اور عام فہم ہے۔ ایک اور کتاب "رحمۃ للعالمین" حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی لکھی ہوئی ہے، جن کا حال ہی میں انڈیا کے اندر انتقال ہوا ہے۔ "علی میاں" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب کراچی میں بھی ملتی ہے، دو جلدوں میں ہے، بڑی آسان اور عام فہم ہے اور بہت ہی دلنشین ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ کی کتاب "نشرالطیب" ہے اس میں حضرت تھانویؒ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور خصوصیات تحریر فرمائی ہیں، بڑی عجیب و غریب کتاب ہے۔

تو ان میں سے جو کتاب بھی آسانی سے مل جائے، دس منٹ روزانہ اپنے گھر میں بچوں کو پڑھ کر سنا دیا کریں۔

بچوں کو بزرگوں کی مجلسوں میں لے جانا

اور ایک کام یہ کریں کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ اپنے بچوں اور بچیوں کو اور اپنے گھر والوں کو کسی نیک مجلس میں لے جایا کریں۔ یہ گر ایسا ہے کہ اس میں صرف لانا لے جانا ہے، باقی سب کچھ خود ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اولاد اور ماں باپ کے تعلق میں بے تکلفی غالب رہتی ہے اور بے تکلّفی کی وجہ سے ماں باپ کی بات میں وہ اثر نہیں ہوتا جو ہونا چاہئے، اب وہ اثر کہاں سے لائیں؟ تو وہ بزرگوں کی مجلس سے حاصل ہو جاتا ہے۔ جب وہ دین کی باتیں دوسروں سے سنیں گے اور سننے کے بعد وہ بات ان کے دل میں اترے گی تو جیسے ہمارے دل میں اثر ہو رہا ہے ایسے ہی ان کے دل میں بھی اثر ہوگا، اور اس کی برکت سے خود بخود ذہن بھی بدلے گا اور ماحول بھی تبدیل ہوگا، اور جو ہم بچوں کی تربیت چاہتے ہیں وہ رفتہ رفتہ حاصل ہو جائے گی۔

پہلے زمانے میں یہی طریقہ تھا کہ ماں باپ خود بھی اللہ والوں کی صحبت میں جاتے تھے اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو بھی لے جاتے تھے، اور خواتین کے بھی اللہ والوں سے تعلقات ہوتے تھے، نتیجہ یہ کہ پورا گھر کا گھر نیک اور صالح ہوتا تھا۔ اب وہ صحبتیں نہ رہیں مجلسیں نہ رہیں ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

دوسری طرف سے یہ معاملہ ہے کہ ؎

خواجہ درد نیست ورنہ طبیب ہست

ہمارے اندر ہی وہ طلب نہ رہی، لگن نہ رہی، تڑپ نہ رہی، جذبہ نہ رہا، ایسی مجلسوں سے ہم دور ہوتے چلے گئے اس لئے محروم ہوگئے۔ تو بہر حال جو ہوا سو ہوا، ابھی جب تک زندگی باقی ہے ہمارے اختیار میں پلٹنا باقی ہے۔

بچوں اور گھر والوں کے ساتھ کیسا رویہ اپنانا چاہیے

اور ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ گھر سے باہر اگر ہم کسی سے اصلاح کی بات کریں گے تو بڑی سنجیدگی اور نرمی اور محبت اور شفقت کے ساتھ کریں گے، اور گھر میں اس کا بالکل اُلٹ معاملہ ہوگا، بات بات پر ڈانٹنا ڈپٹنا، تنبیہ کرنا اور لڑنے مرنے کو تیار ہو جانا، یہ ہمارا طریقہ ہوتا ہے گھر میں اصلاح و تربیت کا۔ یہ کونسا اصلاح کا طریقہ ہے؟ ہم سوچیں! اگر ہمارے ساتھ کوئی ایسا کرے تو کیا ہماری اصلاح ہو جائے گی؟ ہم تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے، تو جب ہم اپنے بارے میں یہ رویہ برداشت نہیں کرسکتے تو بیوی بچوں کے بارے میں ہم نے کیسے برداشت کرلیا، آپ کی جو اصلاح ہوئی تو کیا ایک منٹ میں ہوئی یا ایک دن میں جو اپنے گھر والوں کی ایک دن میں کرنا چاہتے ہو، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے عمارت کے نیچے بم رکھ دو ایک منٹ میں نیچے آجائے گی۔ جیسے وہ کام ایسے ہی یہ کام کہ اپنے گھر کو تباہ کرنا ہے۔ اللہ بچائے سب نے یہی طریقہ اختیار

کررکھا ہے۔

اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا

ارے میاں! اولاد کی تربیت آسان کام نہیں، سب سے پہلے تو اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے، جب اللہ پاک کا فضل ہوگا تو یہ کام آسان ہو جائے گا ورنہ یہ کام آسان نہیں۔

دوسرا یہ کہ سب سے پہلے خود نیک بننا شرط ہے، اس کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت محبّت اور نرمی کے ساتھ پیش آنا لازمی ہے، تنبیہ، غصہ شاذونادر کبھی کبھی، ہر وقت بچوں کو ٹوکنے سے بچوں میں ضد پیدا ہو جاتی ہے۔

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عجیب و غریب طریقہ تھا، حضرت تربیت فرماتے تھے تو بات بات پر ٹوکتے نہیں تھے، ہاں البتہ نظر رکھتے تھے کہ کس نے کب کیا کیا؟ اور اس کی باتیں ذہن میں رکھتے تھے کہ آج اس نے یہ گڑبڑ کی، کل اس نے فلاں غلطی کی، جب مہینہ بھر گزر گیا، پھر علیحدہ اس کو بلایا، ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر اس کو فرماتے کہ فلاں دن تم سے یہ غلطی ہوئی تھی، فلاں دن تم نے یہ کیا تھا، اس کو دور کرنا چاہئے، اس میں یہ خرابی ہے۔ چھوڑنے کا یہ فائدہ ہے اور کرنے میں یہ نقصان ہے، یہ باتیں چھوڑنے کی ہیں کرنے کی نہیں۔ چھوٹے بچے کی عزت بھی رکھی، احترام بھی کیا، نرمی بھی برتی، سب کے سامنے اس کو رسوا بھی

نہیں کیا اور ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں کی۔ بھلا بتلایئے وہ بچہ قربان نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

ہمارا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ

ہمارا جو رویہ ہے آج کل اپنی اولاد کے ساتھ کہ ہمارا کمرہ گویا کہ عدالت کا کمرہ ہے، بچوں کو مجرموں کی طرح پکڑ کر لا رہے ہیں، گھسیٹتے ہوئے، گالیاں دیتے ہوئے، منہ پہ تھپڑ مارتے ہوئے، تم ایسے ہو ویسے ہو، نماز نہیں پڑھتے ہو، سوئے رہتے ہو، نکل جاؤ میرے گھر سے۔ تو جب تم آج اس کو گھر سے نکلنے کا کہہ رہے ہو تو کل وہ جوان ہو جائے گا تو تمہیں نکلنے کا کہے گا۔

عبرت آموز واقعہ

ہمارے ایک بزرگ نے اس موضوع پر ایک واقعہ سنایا تھا کہ انڈیا کے کسی شہر میں ایک سکھ تھا، وہ بوڑھا ہو گیا اور بیٹا جوان ہو گیا، بوڑھے کو دمے کا مرض لاحق ہو گیا، اب رات ہوتے ہی دمے کا شدید زور ہو جاتا، کھانسی اور بلغم نکلنا شروع ہو جاتا۔ چنانچہ ساری رات یہ سلسلہ جاری رہتا، وہ بیچارہ خود بھی پوری رات جاگتا اور شور کی وجہ سے دوسرے بھی جاگتے، بیٹا سارا دن کام سے تھکا ہارا ہوتا، بار بار نیند اکھڑتی تو بہت تنگ ہوتا، آخر پھر سوچتا کہ کوئی بات نہیں باپ ہے، لیکن رفتہ رفتہ جب دیکھا کہ روز کا ہی

قصہ ہے، نہ تو یہ مرتا ہے نہ جان چھوڑتا ہے، یہ تو ساری رات جگاتا ہی ہے، ایک دن اس کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس کا کام ختم ہی کردوں، قریب میں ایک دریا بہتا تھا، ایک دن اس نے اپنے بوڑھے باپ کو کندھوں پہ اٹھایا اور دریا کی طرف چل دیا، اب باپ خاموش کچھ نہیں بول رہا کہ کہاں لے جا رہے ہو اور کیوں لے جا رہے ہو؟ بیماری کی وجہ سے ویسے ہی سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا، مقابلے کی سکت نہ تھی اور دل کا چور جانتا تھا، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

چنانچہ جیسے ہی بیٹا دریا میں اترا اور پانی پنڈلیوں تک آیا اور پھینکنے کا ارادہ کیا تو باپ نے کہا: بیٹا ذرا اس جگہ سے ہٹ کر فلاں جگہ پہ مجھے پھینک دے، یہاں مت پھینک، بیٹے نے کہا: یہاں میں اور وہاں میں کیا فرق ہے؟ یہاں بھی پانی ہے وہاں بھی پانی ہے، باپ نے کہا بس میری خواہش ہے، بیٹے نے کہا پہلے مجھے بتاؤ اس میں کیا راز ہے پھر پھینکوں گا، باپ کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہیں پھینکا تھا۔

بیٹا سمجھدار تھا، کہنے لگا اچھا تو یہ بات ہے، فوراً دریا سے نکلا اور سیدھا واپس اپنے گھر گیا، جاکر باپ کا کمرہ صاف کیا، بستر کو دھویا، چادر بدلی اور صبح جب ہوئی تو اس کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا، دوا دلوائی اور بقیہ زندگی خوب اس کی خدمت کی۔ وہ بہتر ہوا نہ ہوا لیکن اس نے اپنا فرض پورا کیا۔ اللہ بچائے۔ اللہ بچائے، جب ہم اپنی اولاد کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آرہے ہیں اور ان کو گالیاں دے رہے ہیں، تو پھر ہم کیسے ان سے خدمت کی امید

کر رہے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کے ساتھ محبّت و شفقت کا اور نرمی کا سلوک کریں، سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم ان کے سامنے نیک نمونہ پیش کریں، جب ہم نیک ہوں گے، با اخلاق ہوں گے اور شریعت کے پابند ہوں گے تو ہماری اولاد بھی نیک اور صالح ہوگی اور ہمارا احترام اور خدمت کرنے والی ہوگی۔

یہ تو میں نے مسلمان گھرانے کے بچے کے پیدا ہونے کے بعد شروع کے آداب بتائے۔ ان ہی سے اندازہ لگالیں کہ باقی زندگی میں ہمارے اوپر کتنی ذمہ داریاں ہوں گی کہ ہم ان کو کس طرح نیک بنائیں، یہ ہماری ساری زندگی کی ذمہ داریاں ہیں، اس کو ساری زندگی انجام دینا ہیں، بزرگوں سے وابستہ رکھیں اور خود بھی وابستہ رہیں اور پوچھ پوچھ کر چلتے رہیں، پوچھ کر چلنے میں بڑی آسانی ہے اور سہولت ہے۔ ہر آدمی کا حال الگ الگ ہوتا ہے، ماحول الگ الگ ہوتا ہے، اس سلسلے میں دینی رہنمائی حاصل کر کے اپنے گھر میں دینی ماحول کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

موت کے وقت کی بدعات

(۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موت کے وقت کی بدعات اور رسمیں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له، وأشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له، وأشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً

أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: ﴿وَمَا آتَـكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا﴾ صدق الله العظيم (سورة الحشر: ۷)

میرے قابل احترام بزرگو! قرآن کریم اور احادیث طیبہ اس تاکید سے بھری ہوئی ہیں کہ مسلمانوں پر رحمتِ کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کی تابعداری اور فرمانبرداری واجب ہے اور اسی میں مسلمانوں کی کامیابی ہے۔ لہٰذا خوشی کا موقع ہو یا غمی کا موقع ہو، ہر حالت میں ہر مسلمان مرد و عورت اس بات کا پابند ہے کہ وہ یہ علم حاصل کرے کہ اس موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کی کیا تعلیم اور ہدایت ہے، پھر جو کام کرنے کا آپ نے حکم دیا ہو اسکو بجالائے اور جس کام سے روکا ہو اس سے رک جائے۔

اس اصولی ہدایت کی روشنی میں یہ عرض ہے کہ جب ہمارے یہاں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس موقع پر ہم بہت سے کام ایسے کرتے ہیں جو شریعت اور سنت سے ثابت نہیں ہیں، ان کاموں سے بچنا ضروری ہے، جو اور امور سرکار دوعالم ﷺ سے ثابت ہیں، ان امور کو بجالانا ضروری ہے، ہمارے ایمان کا اور ہمارے دین وشریعت کا یہی مطالبہ ہے۔

موت کے وقت "کلمہ شہادت" کی تلقین

جب کسی شخص کے انتقال کا وقت قریب ہو جائے اور آثار سے یہ اندازہ ہو کہ اب اس کا آخری وقت ہے تو اس وقت اسکے پاس بیٹھنے والے کلمہ شہادت پڑھیں یا خالی کلمہ پڑھیں، درمیانی آواز سے اس طرح پڑھیں کہ وہ شخص سنتا رہے، لیکن کوئی شخص اس سے یہ نہ کہے کہ آپ کا آخری وقت ہے، آپ کلمہ پڑھ لیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تکلیف کی وجہ سے انکار ہی نہ کردے کہ میں نہیں پڑھتا، اس طرح معاملہ خراب ہو جائیگا۔ اس لئے اس سے کلمہ پڑھنے کو ہرگز نہ کہا جائے کہ تم کلمہ پڑھ لو، بلکہ تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اسکے پاس آہستہ آواز سے کلمہ پڑھتے رہو۔

جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو بس اب خاموش ہو جاؤ، تلقین ہو گئی، اور اب اس سے کوئی دنیا کی بات نہ کرو، اور یہ دعا کرو کہ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب یہی اس کا آخری کلام ہو جائے تاکہ وہ اس حدیث کا مصداق ہو جائے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" ہوگا وہ جنت میں جائیگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے، آمین۔

ہاں اگر وہ پھر دنیا کی کوئی بات کرے تو پھر دوبارہ اسکو تلقین کرو اور اسکے سامنے کلمہ شہادت پڑھو، جب وہ کلمہ پڑھ لے تو پھر خاموش ہو جاؤ۔

انتقال کے بعد فوری کرنے کا کام

پھر جب اسکی روح نکل جائے تو روح نکلتے ہی فوراً اسکی آنکھیں بند کر دی جائیں اور اس کا منہ بند کر دیا جائے، اور کپڑے کی ایک پٹی اسکے جبڑوں کے نیچے سے لے کر سر تک باندھ دی جائے تاکہ اس کا منہ کھلا نہ رہ جائے اور اسکے پیروں کو سیدھا اور قریب قریب کر کے دونوں پیروں کے انگوٹھوں کو ایک پٹی سے باندھ دیا جائے تاکہ پیر پھیل نہ جائیں۔ اگر آسانی سے ممکن ہو تو میت کو قبلہ رُخ کر دیا جائے۔

تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کریں

اسکے بعد میت کے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو اور اسکے پڑوسیوں کو اس کے مرنے کی اطلاع کر دی جائے۔ اسکے بعد جتنی جلدی ہو سکے میت کو غسل دینے کا انتظام کریں، پھر جلدی سے اسکو کفن پہنائیں اور پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں۔ اگر جمعہ کے دن صبح کسی کا انتقال ہو گیا اور جمعہ کی نماز سے پہلے اسکو دفنا کر واپس آسکتے ہیں تو پھر جمعہ کی نماز تک اس انتظار میں روکے رکھنا کہ جمعہ کی نماز میں بہت بڑا اجتماع ہو گا اور بہت سارے مسلمان اسکی نماز جنازہ پڑھیں گے، اس لئے جمعہ کی نماز کے بعد اسکو دفن کرینگے۔ اس انتظار میں اس کو روکنا جائز نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز کے بڑے اجتماع میں نماز جنازہ پڑھوانا نہ فرض ہے اور نہ واجب ہے، یہ تو ہماری اپنی خواہش ہے، ورنہ نماز جنازہ صحیح ہونے کیلئے تین آدمی بھی کافی ہیں، اسکے ذریعہ فرض ادا ہو جائیگا۔ لیکن نماز جنازہ میں زیادہ افراد کی شمولیت کی خاطر نماز جنازہ کو اور میت کی تدفین کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔

کسی کے انتظار میں میت کو روکنا

اب ہمارے معاشرے میں ہوتا یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اسکے

رشتہ دار جو دوسرے شہروں میں ہوتے ہیں، پہلے ان کو اطلاع دی جاتی ہے، مثلاً کوئی رشتہ دار لاہور میں ہے، کوئی کوئٹہ میں ہے، کوئی ملتان میں ہے، کوئی اسلام آباد میں ہے، کوئی حیدر آباد میں ہے، کوئی سعودی عرب میں ہے، کوئی امریکہ میں ہے۔ تو ہوتا یہ ہے کہ انتقال کے فوراً بعد فون کے ذریعہ اطلاع تو کر دی جاتی ہے کہ فلاں کا انتقال ہو گیا، لیکن اب اطلاع کے بعد ان رشتہ داروں کے آنے کے انتظار میں میت کو دفن ہونے سے روک رکھا ہے، ذرا فلاں جگہ سے بیٹا آجائے اور وہ باپ کی شکل دیکھ لے، پھر دفن کریں گے۔ کہیں میت کی ماں کا انتظار ہو رہا ہے، کہیں باپ کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی بھائی کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی بیوی کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی شوہر کا انتظار ہو رہا ہے، تاکہ یہ رشتہ دار آکر آخری مرتبہ شکل دیکھ لیں۔ چنانچہ شکل دکھانے کے لئے کبھی چھ گھنٹے کا انتظار، کبھی دس گھنٹے، کبھی پندرہ گھنٹے انتظار ہو رہا ہے، اور اس دوران میت کو برف کی سلیوں میں رکھا جا رہا ہے تاکہ وہ رشتہ دار آکر آخری مرتبہ چہرہ دیکھ لیں، اب سارے عزیز واقارب اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اس طرح میت کو انتظار میں رکھنا بڑا سخت گناہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

یہ گناہ اتنا عام ہے کہ شاید ہی کوئی گھر اس گناہ سے خالی ہو، حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ میت کو جتنا جلدی ہو سکے اسکو اسکی جگہ پر پہنچاؤ، کیونکہ اگر یہ میت نیک ہے تو پھر اسکو اسکے اصلی گھر جانے سے کیوں روک رہے ہو؟ جلدی سے اسکو اسکے اصلی گھر میں پہنچاؤ، تاکہ یہ آرام و راحت اور چین و سکون حاصل کرے۔ اور اگر یہ بد ہے تو پھر اس بد کو جلدی سے اپنے کندھے سے اتارو، اس سے چھٹکارا حاصل کرو، کب تک اسکو اپنے گھر میں لیٹائے

رکھو گے۔

لہٰذا حضور اقدس ﷺ اس کی تاکید فرمارہے ہیں کہ میت کے کفن دفن اور جنازہ میں جلدی کرو، لیکن ہم عزیز واقارب کے آنے کے انتظار میں بلاوجہ تاخیر کررہے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے اسکو یاد رکھیں اور اس سے بچنے کی کوشش کریں اور میت کو جلد از جلد کفن دیکر نماز جنازہ پڑھ کر دفنانے کی فکر کریں۔

کھانے کا انتظام

ایک گناہ یہ ہوتا ہے کہ جب کسی گھر میں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو گھر والے اور میت کے پسماندگان تجہیز و تکفین اور تدفین کے لئے آنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرتے ہیں، اس دعوت اور کھانے کا انتظام کرنا ایسا گناہ ہے جس میں بہت سے گناہ شامل ہیں، لہٰذا اس کھانے کے گناہ کو چھوڑنا واجب ہے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنا واجب ہے، اور اس گناہ سے بچنا ہر مسلمان کے اختیار میں ہے۔

وہ اختیار اس طرح ہے کہ آنے والوں کے لئے کھانے کا بالکل انتظام نہ کیا جائے، اور میت کے گھر والے اس کا بالکل خیال نہ کریں کہ قبرستان سے جب لوگ میت کو دفنا کر واپس آئیں گے تو یہ کہاں سے کھائیں گے اور کیا کھائیں گے؟ اور نہ کھلانے کے نتیجے میں وہ لوگ چاہیں دس باتیں سنا کر جائیں یا دس طعنے دیکر جائیں، لیکن پھر بھی یہ نہ سوچیں کہ جو لوگ ملنے کے لئے اور تعزیت اور تسلی دینے کے لئے آئیں گے وہ کہاں سے کھائیں گے اور کیسے کھائیں گے؟ اور آپ ان کی باتیں سننے کے لئے اور ان کے طعنے سننے کے لئے تیار رہیں۔ اس طرح جب مرنے والے کے پسماندگان اپنا دل مضبوط کر کے اور ہمت کر کے یہ کام کرلیں گے تو یہ گناہ ختم ہو جائیگا۔

میت کے گھر والوں کے لئے کھانا لے جائیں

بلکہ پسماندگان کی اس ہمت کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحیح طریقہ جاری فرمادیں اور تعزیت کے لئے آنے والوں کے دل میں یہ خیال آجائے کہ جب انہوں نے کچھ کھانا وغیرہ نہیں پکایا تو چلو ہم ہی ان کے لئے پکا کر لے چلیں اور ان پسماندگان کو کھانا کھلائیں۔ تو صحیح طریقہ یہی ہے کہ جو تعزیت کرنے والے ہیں وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں اور کھانا پکا کر میت کے گھر پہنچائیں۔ اور پھر اس ذمہ داری کو دو یا تین افراد مل کر پورا کرلیں تاکہ ایک ہی قسم کا کھانا میت کے گھر پہنچ جائے، اور یہ سوچ کر کھانا تیار کرائیں کہ یہ کھانا ہم اپنے لئے نہیں پکوا رہے ہیں بلکہ میت کے پسماندگان کو کھلانے کے لئے پکوا رہے ہیں۔ اور یہ کھانا پر تکلف اور لمبا چوڑا نہیں ہونا چاہئے بلکہ وہ کھانا بس اتنا ہونا چاہئے جو میت کے پسماندگان اور ان کے یہاں آئے ہوئے مہمانوں کے لئے کافی ہو جائے۔ یہ کھانا صرف پہلے دن کے لئے پکا کر بھیجا جائے، دوسرے دن اور تیسرے دن پکا کر بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ بس پہلے دن دوپہر کو کھلا دیں، اور شام کا کھانا کھلا دیں بس اب آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی، اس کے بعد ان کو کھلانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں، اب دوسرے دن وہ خود پکا کر کھائیں۔

کتنے روز تک سوگ منایا جائے؟

یہ جو مشہور ہے کہ تین روز تک سوگ منایا جائے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مرنے والوں کے گھر والوں نے اپنے ذمہ تین دن تک غم منانے اور سوگ منانے کو جو ضروری قرار دے رکھا ہے، یہ بالکل بے اصل ہے، بلکہ یہ دراصل دوسرے لوگوں کے لئے ہے یعنی جو لوگ میت کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے اور ان کو مرنے کی اطلاع تاخیر سے ملی تو وہ بعد میں بھی جا کر تعزیت

کر سکتے ہیں۔

لہٰذا تین دن کی تحدید تعزیت کرنے والوں کے لئے ہے، گھر والے اور پسماندگان کے لئے نہیں ہے کہ وہ تین دن تک ضرور غم منائیں، بلکہ صرف ایک دن غم منالیں کہ اگر پہلے دن غم کی وجہ سے دکان پر نہیں جا سکتے نہ جائیں، یہ جانا ضروری نہیں۔ لیکن دوسرے دن دکاندار اپنی دکان پر جاکر بیٹھیں، کارخانہ دار اپنے کارخانے کو جاکر دیکھیں، زمین دار اپنی زمین کو جاکر دیکھیں، ملازم پیشہ اپنی ملازمت پر جائیں۔

زیادہ دیر بیٹھنا

آج کل تعزیت کرنے والوں نے یہ جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جب کسی مرنے والے کے گھر میں تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو وہاں گھنٹوں بیٹھتے ہیں، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، بلکہ جس طرح عیادت کے لئے بیمار کے پاس مختصر بیٹھنے کا حکم ہے، اسی طرح تعزیت کے لئے میت کے گھر میں مختصر بیٹھنے کا حکم ہے، اس لئے کہ تعزیت کا اصل مقصد ان کو تسلی دینا ہے، دو چار جملے آپ ان کے لئے تسلّی کے کہدیں، بس اخلاص کے ساتھ کہے ہوئے دو چار جملے اس کے دل کو بڑھادیں گے اور اس کے غم کو ہلکا کر دیں گے۔ وہاں جاکر ایک دو گھنٹے بیٹھنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس سے جانے والے کا بھی حرج ہوتا ہے اور جس کے پاس گئے ہیں۔ اس کا بھی حرج ہوتا ہے، یہ گھنٹوں بیٹھنے کی رسم نے تین دن تک آنے والوں سے گھر بھر دیا ہے۔ اسی رسم نے میت کے پسماندگان کو تین دن تک دکان جانے سے روک رکھا ہے۔ لہٰذا زیادہ دیر بیٹھنے سے پرہیز کریں۔

دعوت ناجائز ہونے کی وجوہات

بہر حال، میت کے پسماندگان کی طرف سے آنے والوں کی دعوت کرنا

ناجائز ہے، اور اس کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس کے گھر میں میت ہوئی ہے، اس کے پڑوسی کھانا پکا کر میت کے گھر میں پہنچائیں۔ شریعت کا اصل حکم یہ ہے، لیکن اس رسم دعوت کے نتیجے میں شریعت کے اس حکم کے بالکل خلاف ہو رہا ہے کہ مرنے والے کے پسماندگان ہی کھانے کا انتظام کر رہے ہیں اور اہل محلّہ کو اور رشتہ داروں کو کھلا رہے ہیں، جس سے شریعت کے حکم کی صریح مخالفت ہو رہی ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت میں دعوت خوشی کے موقع پر جائز ہے، غمی کے موقع پر جائز نہیں۔ اور یہ غم کا موقع ہے، خوشی کا موقع نہیں، اس لئے یہ دعوت جائز نہیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ دعوت کرنا ھندوانہ طریقہ ہے، مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے، اور غیر مسلموں کا طریقہ مسلمانوں کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ جیسے کرسمس منانا، سالگرہ کرنا، انگریزوں کا طریقہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو یہ منانا اور اختیار کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح یہ میت والوں کی طرف سے دعوت ھندوؤں کی تہذیب کا ایک حصّہ ہے، لہٰذا جس طرح کرسمس اور برسی منانا جائز نہیں، اسی طرح یہ دعوت کرنا بھی جائز نہیں۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ میت کے پسماندگان میں بعض مرتبہ یتیم بچے بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں، یا کچھ بالغ مرد ایسے ہوتے ہیں جو اس وقت وہاں موجود نہیں ہوتے، مثلاً دوسرے ملک سفر پر ہوتے ہیں اور ان کی اجازت کا علم نہیں ہوتا، اور نابالغ اور یتیم بچے کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور عورتوں سے اس بارے میں کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے، حالانکہ وہ بھی میراث کے اندر حصّہ دار ہیں، لیکن ان کو حقدار سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا آنے والوں کی

دعوت کے لئے نابالغ کا مال خرچ کرنا یا عورتوں کا مال اور غائب وارثین کا مال ان کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن کریم کا صاف صاف ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ (سورة النساء: ۱۰)

یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔

لہٰذا اس طرح سے یتیموں کا مال جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اس وجہ سے بھی یہ دعوت ناجائز ہے۔

(۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب آدمی سنّت سے اور شریعت کے صحیح طریقے سے ہٹتا ہے تو پھر دور ہی ہٹتا چلا جاتا ہے، چنانچہ اس دعوت کے اندر نام و نمود بھی شامل ہے، دکھاوا اور نمائش بھی ہے، چنانچہ آج لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے ابّا جان کے انتقال کی دعوت پر فلاں فلاں چیزیں کھلائی گئی تھیں۔ اور اب تو خوب بڑھیا سے بڑھیا کھانے پکائے جاتے ہیں تاکہ خاندان اور برادری میں نام ہو کہ فلاں نے تو بڑی شاندار دعوت کی تھی۔ یہ سب دکھاوا اور نمائش ہے، اور نام و نمود اور دکھاوا سب حرام اور ناجائز ہے۔ اس وجہ سے بھی یہ ناجائز ہے۔

ان پانچ وجوہات کی بناء پر یہ دعوت ناجائز ہے۔

دعوت کی تمام صورتیں ناجائز ہیں

پھر یہ دعوت ہر صورت میں ناجائز ہے، چاہے لوگوں کے قبرستان سے واپس آنے کے وقت ہو، یا تیسرے دن ہو، یا چالیسویں دن یہ دعوت ہو، لہٰذا چالیس دن گزرنے کے بعد میت کے گھر والے جس دعوت کا انتظام کرتے ہیں وہ

بھی ان مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے۔ اور ناجائز ہونے میں یہ سب دعوتیں برابر ہیں۔ اس لئے آئندہ اس قسم کی دعوتوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

ایک اور بدعت تعزیت کے وقت کی جاتی ہے، وہ یہ کہ جو شخص تعزیت کے لئے میت کے گھر آتا ہے، وہ بس آکر بیٹھتے ہی لفظ "فاتحہ" کہہ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتا ہے، اور پھر طوطے کی طرح الٹے سیدھے کلمات پڑھے اور ہاتھ منہ پر پھیر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میت کے پسماندگان بچارے صبح سے لے کر شام تک ہر آنے والے کے ساتھ سینکڑوں مرتبہ ہاتھ اٹھاتے ہیں اور گراتے ہیں، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہی تعزیت کرنے کا طریقہ ہے، اور تین دن تک یہی طریقہ جاری رہتا ہے۔ یاد رکھئے! اس کا شرعی تعزیت سے کوئی تعلق نہیں، یہ خالص بدعت ہے جو آج ہمارے معاشرے کے اندر اختیار کر لی گئی ہے۔

یہ بدعت سرحد کے علاقے میں جاری ہے، وہیں سے ہمارے اندر آگئی ہے۔ چونکہ ہمارا وہاں جانا رہتا ہے اور وہ لوگ ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں، ان کے ساتھ کاروباری تعلقات ہیں، ان کے دیکھا دیکھی ہمارے یہاں بھی یہ رسم آگئی ہے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ناجائز ہے، اس کا ترک کرنا واجب ہے۔

صحیح طریقہ

اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو کوئی شخص تعزیت کے لئے میت کے گھر جائے، وہ ہاتھ اٹھائے بغیر یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور بخشش فرمائے، اس کے درجات بلند فرمائے، اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطا

فرمائے۔ اور بھائی صبر کریں، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، اور صبر کرنے میں اجر وثواب ہے، بے صبری سے کچھ حاصل نہیں۔ بس یہ دو چار تسلی اور دعا کے جملے کہہ دو، یہ کافی ہیں۔ اس کے بعد اٹھ کر چلے آؤ۔ زیادہ دیر بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ اور جب ایک مرتبہ تعزیت کرلی تو بار بار تعزیت کے لئے جانے کی ضرورت نہیں۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں، وہ صبح شام میت کے گھر کا چکر لگاتے ہیں۔ صبح تسلی دے کر آگئے، شام کو پھر تسلی دینے پہنچ گئے، حالانکہ تعزیت کا حکم صرف ایک مرتبہ ہے، جب پہلے دن تعزیت کرلی تو بس تعزیت ہوگئی۔ بہر حال، تعزیت کے لئے جانے کے بعد وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شریعت سے اور سنت سے ثابت نہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا

تیسری بات یہ ہے کہ لوگ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دو کام کرتے ہیں، ایک یہ کہ اجتماعی دعا کرتے ہیں، حالانکہ یہ اجتماعی دعا بدعت اور ناجائز ہے، اس لئے کہ نماز جنازہ خود میت کے لئے دعا ہے، جب شریعت کے مطابق ایک مرتبہ دعا ہوگئی تو پھر دوسری مرتبہ یہ دعا آپ نے اپنی طرف سے کیوں ایجاد کرلی؟ کیونکہ نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا ہی کی جاتی ہے کہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا۔ یعنی اے اللہ! ہمارے زندوں کی مغفرت فرما، ہمارے مُردوں کی مغفرت فرما، ہمارے حاضرین کی مغفرت فرما، ہمارے غائبین کی مغفرت فرما، ہمارے چھوٹوں کی مغفرت فرما، ہمارے بڑوں کی مغفرت فرما، ہمارے مَردوں کی مغفرت فرما اور ہماری عورتوں کی مغفرت فرما۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ" اے اللہ! ہم میں سے جس کو آپ زندہ رکھیں اس کو اسلام پر زندہ رکھئے، اور جب کسی کو وفات دیں تو اس کو ایمان پر

وفات دیں۔ جب یہ دعا کرلی تو اب اس کے بعد سلام پھیر دو۔ لیکن چونکہ دعا کا ادب یہ ہے کہ دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے، اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا جائے، اس کے بعد دعا کی جائے۔ اس لئے نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے۔ اور دوسری تکبیر کے بعد حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ جب شریعت کے مطابق دعا ہوگئی تو اب نماز جنازہ کے بعد دوبارہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا کیا مقصد ہے؟ گویا کہ شریعت نے جو دعا کا طریقہ بتایا ہے اس کے ذریعہ دعا کی تکمیل نہیں ہوئی، اب ہم نماز کے بعد اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ارے ہم شریعت میں اضافہ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ یہ شریعت کے اندر اضافہ ہوگیا۔ لہٰذا اس بدعت کو چھوڑنا چاہئے۔

جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے کاندھے پر رکھ کر دس قدم چلے۔ پھر پچھلا داہنا پایا اٹھا کر دس قدم چلے۔ پھر جنازہ کا اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر دس قدم چلے۔ پھر پچھلا بایاں پایا اٹھا کر دس قدم چلے۔ اس طرح ہر شخص چالیس قدم تک اس کو لے کر چلے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ ابھی ایک شخص اٹھا کر دو قدم ہی چلا تھا کہ دوسرے شخص نے جلدی سے آکر اس سے چھین لیا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ آرام آرام سے لے کر چلیں اور دس قدم تک چلنے کا دوسرے کو موقع دیں، جب دس قدم پورے ہو جائیں پھر دوسرا آدمی آگے بڑھ کر اس سے لے لے، اس سے پہلے نہ لے۔

☆☆☆

جنازہ لے جاتے وقت متوسط چال چلیں

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جب میت کو قبرستان لیجاتے ہیں تو اس وقت ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ میت کو اتنی تیزی سے چلتے ہوئے لیجاتے ہیں کہ متوسط درجے کا صحت مند آدمی بھی کاندھا دیتے ہوئے ڈرتا ہے، بڑے بوڑھے اور کمزور آدمی کو کاندھا دینا ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس دوڑنے میں کہیں میں خود ہی نہ گر جاؤں۔ یہ طریقہ غلط ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ تو بہت تیز رفتاری کے ساتھ لیجانا چاہئے اور نہ ہی بہت ست رفتاری سے لیجانا چاہئے، بلکہ میانہ روی سے درمیانی رفتار سے لیکر جانا چاہئے۔

جنازہ لیجاتے وقت "کلمہ شہادت" کا نعرہ

دوسری بات یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد جب جنازہ کو اٹھایا جاتا ہے تو مسجد سے لیکر قبرستان پہنچنے تک ایک نعرہ لگایا جاتا ہے "کلمہ شہادت" یہ نعرہ بھی ہم نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے، شریعت نے یہ نعرہ ہمیں نہیں بتایا، بلکہ جس طرح سیاسی جماعتیں اپنا اپنا نعرہ لگاتی ہیں، اسی طرح ہم نے یہ مذہبی نعرہ ایجاد کرلیا، حالانکہ ایسا کوئی کلمہ پکارنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ خالص بدعت ہے جو ہمارے معاشرے میں رائج ہوچکی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا ضروری ہے۔

میت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ

ایک اہم بات یہ ہے کہ نوے فیصد مسلمانوں کو میت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے غلط طریقے سے میت کو قبر میں لٹادیتے ہیں۔ وہ غلط طریقہ یہ ہے کہ میت کو قبر میں سیدھا بالکل چت لٹادیتے ہیں اور

صرف اس کا چہرہ قبلے کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ میت کو پوری طرح دائیں کروٹ پر لٹانا چاہئے اور اس کے پورے جسم کا رخ قبلے کی طرف کرنا چاہئے، ہم صرف چہرہ قبلے کی طرف کر دیتے ہیں اور سارا جسم آسمان کی طرف رہتا ہے۔ جیسے انسان زندگی میں جب سنت کے مطابق لیٹتا ہے تو پوری طرح داہنی طرف کروٹ لے کر لیٹتا ہے، اسی طرح میت کو قبر میں پوری داہنی کروٹ دینی چاہئے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ میت کی پوری کمر مشرقی دیوار سے لگا دیں، اس کے نتیجے میں اس کا چہرہ اس کا پیٹ اس کا سینہ سب قبلے کی طرف ہو جائیں گے۔ لیکن آج کل ایسا کوئی نہیں کرتا، بلکہ اگر کوئی کرتا بھی ہے تو دوسرے لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب! ہم نے تو یہ طریقہ کہیں دیکھا ہی نہیں ہے۔ ارے بھائی تمہارا نہ دیکھنا کوئی حجت اور دلیل تو نہیں ہے، حالانکہ ان کو تو یہ کہنا چاہئے کہ اب تک ہم نے غلط طریقے سے دفناتے ہوئے لوگوں کو دیکھا ہے اور آج صحیح طریقے سے دیکھا ہے۔ بہر حال، سنت طریقہ یہ ہے کہ مرنے والا چاہے بوڑھا ہو، یا بچہ ہو، یا جوان ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اس کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا چاہئے، صرف منہ کو قبلہ رخ کر دینا کافی نہیں ہے۔

کفن کی پٹیاں کھولنا

اس کے بعد کفن جن پٹیوں سے باندھا تھا، ان کی گرہیں کھول دیں۔ اور پھر پٹیوں کو باہر نکال دیں۔ وہ پٹیاں قبر کے اندر نہ چھوڑیں، کیونکہ وہ پٹیاں کفن کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ پٹیاں اس لئے باندھی تھیں تاکہ کفن درمیان میں نہ کھل جائے، اور اب ان پٹیوں کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے وہ تین پٹیاں جو پیر کی طرف اور سر کی طرف اور درمیان میں باندھی تھیں، ان کو نکال دیں۔

قبر کو کوہان نما بنانا

قبر تیار کرتے وقت جو کام شریعت کے اور سنت کے خلاف کئے جاتے ہیں، ان میں سے ایک کام یہ ہے کہ قبر پر مٹی اتنی مقدار میں ڈالی جاتی ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ قبر بہت اونچی ہو جاتی ہے، اور پھر وہ دیکھنے سے چھوٹا سا ٹیلہ معلوم ہوتا ہے، حالانکہ سنت یہ ہے کہ قبر کو اونٹ کے کوہان کے برابر اونچا بنانا چاہئے، اور اس کی مقدار علماء اور بزرگوں نے یہ بتائی ہے کہ قبر زمین سے ایک بالشت یا سوا بالشت اونچی ہونی چاہئے، اس سے زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہئے، لیکن آج کل بعض علاقوں میں دو بالشت تین بالشت چار بالشت اونچی قبریں بنا دیتے ہیں۔

ایک حدیث شریف ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کسی قبرستان میں میت کو دفنانے میں مصروف تھے۔ وہاں آپ نے اعلان فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص ہے جو مدینہ منورہ جاکر تین کام کر آئے (۱) ایک یہ کہ مدینہ منورہ میں جتنے بُت ہیں، ان سب کو پاش پاش کر دے۔ (۲) دوسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں جتنی قبریں زیادہ اونچی اونچی ہیں، ان کو درست کر کے آجائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مدینہ طیبہ میں جتنی تصویریں ہیں، ان کو مٹا کر آجائے۔ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں یہ تینوں کام ابھی کر کے آتا ہوں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ابھی حضور اقدس ﷺ قبرستان ہی میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تینوں کام کر کے واپس آگئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے مدینہ منورہ میں کوئی قبر ایسی نہیں چھوڑی جس کو درست نہ کر دیا ہو، اور کوئی بُت ایسا نہیں چھوڑا جسے پاش پاش نہ کر دیا ہو، اور کوئی تصویر ایسی نہیں چھوڑی جسے نہ بگاڑ دیا ہو۔ آپ ﷺ ان کے اس کام سے خوش ہوئے اور پھر ارشاد فرمایا:

آج کے بعد اگر کسی شخص نے ان تینوں کاموں میں سے کوئی کام کیا تو سمجھ لو کہ جو دین میں لیکر آیا ہوں اس نے اس کا انکار کیا۔

اشارہ اس طرف فرمادیا کہ میرے آنے کا مقصد ہی ان تین چیزوں کو مٹانا اور ختم کرنا ہے، لہٰذا ان کاموں کو کرنے والا میرے دین کا انکار کرنے والا ہے۔

قبر کو پختہ بنانا

آج ہماری قبروں کا یہ حال ہے کہ اگر قبر کچی ہے تو وہ بہت اونچی ہے، یا پھر وہ سنگ مرمر کی پختہ قبر بنی ہوئی ہے۔ آج آپ قبرستان جائیں گے تو پچانوے فیصد آپ کو پختہ قبریں نظر آئیں گی۔ حالانکہ اسطرح پختہ قبریں بنانا جناب رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور سنت کے خلاف ہے، آپ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یاد رکھئے! سنت طریقے پر چلنے میں کامیابی اور فلاح ہوگی، اور خلاف سنت طریقے پر چلنے کی صورت میں عذاب اور وبال ہوگا۔

یہ سنت مٹ چکی ہے

قبر کو کچی بنانے کی سنت آج مٹ چکی ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایسی سنت کو زندہ کرے جو مٹ چکی ہو، اس کو سو شہیدوں کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو اپنے مرحوم عزیز و اقارب کی قبروں کو ٹھیک کرنے کا اختیار ہے، لہٰذا اپنے مرحومین کی قبریں جاکر دیکھیں، وہ اگر ہم نے غلط طریقے پر بنوادی ہیں یا کسی اور نے بنوادی ہیں تو ہم اب جاکر اس کو صحیح تو کرواسکتے ہیں۔ لہٰذا آج ہی یہ نیت کرلیں کہ ہم اپنے مرحومین کی قبروں کو سنت کے مطابق بنوائیں گے۔

اور ہم اپنی اولاد کو یہ وصیت کرجائیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری قبروں کو سنت کے مطابق بنایا جائے۔ اپنی اولاد کو اور پسماندگان کو صحیح طریقہ

بتا کر سمجھادیں، اور ان کے سامنے اپنے مرحومین کی قبروں کو ٹھیک کریں تاکہ صحیح طریقہ ان کو اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا

جب مرنے والے کی قبر تیار ہو جاتی ہے تو اس کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے، چنانچہ آپ قبرستان جا کر دیکھیں گے تو ہزاروں پھول کی پتیاں قبروں پر سوکھی پڑی نظر آئیں گی، جن پر ہزاروں روپے خرچ ہو چکے ہونگے۔ یاد رکھئے! پھولوں کی چادر قبروں پر چڑھانا خلاف شرع اور ناجائز ہے، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ معلوم نہیں یہ غلط طریقہ کہاں سے مسلمانوں کے اندر رائج ہو گیا ہے۔ لہٰذا آئندہ جب کسی کا انتقال ہو تو اس کی قبر پر پھولوں کی چادر ہرگز نہ چڑھائیں، اس میں پیسوں کا ضیاع بھی ہے۔

پھولوں کی یہ چادر جس طرح میت کو دفنانے کے بعد چڑھائی جاتی ہے، اسی طرح خاص خاص راتوں میں بھی چڑھائی جاتی ہے۔ مثلاً شب برأت میں لوگ جب مرحومین کی قبر پر جاتے ہیں تو اس وقت بھی پھولوں کی چادر چڑھادیتے ہیں۔ یا گھر میں کوئی خوشی کا موقع آیا تو اس وقت بھی والد صاحب کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کا خیال آجاتا ہے، اسی طرح عید اور بقر عید کے موقع پر پھولوں کی چادر چڑھادیتے ہیں، حالانکہ مرنے کے بعد چادر چڑھانا یا کسی خوشی کے موقع پر چادر چڑھانا، دونوں صورتوں میں منع اور ناجائز ہے اور اس کے اندر اسراف کا گناہ بھی ہے۔ اس لئے اس عمل سے بھی مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔

قبر پر کپڑے کی چادر چڑھانا

جب پھولوں کی چادر چڑھانا جائز نہیں تو کپڑے کی چادر چڑھانا اس سے بھی زیادہ ناجائز ہو گی، اس لئے کہ حدیث شریف میں اس کی صاف ممانعت

موجود ہے، وہ یہ کہ "قبروں کو کپڑے مت پہناؤ" یہ چادر چڑھانا اس کو کپڑے پہنانا اور اس کو کپڑے میں چھپانا ہے، لہٰذا چاہے کسی بھی کپڑے کی چادر ہو، یہ سب ناجائز ہے۔ اسلئے اس سے بچنا چاہئے۔

قبر میں عرق گلاب اور عرق کیوڑہ چھڑکنا

ایک اور غلط کام قبر پر ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب جنازہ جاتا ہے تو عرق گلاب اور عرق کیوڑہ کی بوتلیں اور اگر بتیوں کا پیکٹ بھی اس کے ساتھ جاتا ہے، بلکہ جب کفن خریدنے جاتے ہیں تو یہ سامان بھی ساتھ میں لاتے ہیں اور کفن بیچنے والے بھی یہ سامان اپنی دکان پر رکھتے ہیں اور جب کوئی شخص کفن دفن کا سامان طلب کرتا ہے تو دکاندار یہ عرق گلاب اور عرق کیوڑہ اور اگر بتی کا پیکٹ بھی ساتھ دیدیتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بھی کفن دفن کا حصہ ہے، حالانکہ قبر پر اگر بتی جلانا یا قبر کے اندر اگر بتی کی دھونی دینا اور قبر کے اندر عرق گلاب اور عرق کیوڑہ چھڑکنا یہ سب کام ناجائز اور گناہ ہیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعمال ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان سب کاموں سے ممانعت ثابت ہے۔ کیونکہ یہ کام بعد کی ایجادات ہیں، لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر دین کا حصہ بنادیا ہے۔ شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

قبر پر اگر بتی یا چراغ جلانا

پھر یہ عمل جس طرح دفن کے وقت ناجائز ہے، اسی طرح بعد میں بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ بہت سی قبروں پر آپ کو یہ نظر آئے گا کہ مرنے والے کو تو مرے ہوئے برسوں گزر چکے ہیں، لیکن مرنے والے کی قبر پر ہر جمعرات کو اگر بتی جل رہی ہے، اور بعض لوگوں کی قبروں پر چراغ جلتا نظر آئے گا۔ یا تو مرنے والا وصیت کر جاتا ہے کہ ہر جمعرات کو میری قبر پر چراغ جلادینا، یا مرنے والے

کے پسماندگان اپنی طرف سے یہ عمل کرتے ہیں کہ ہر جمعرات کو ایک آدمی وہاں جاتا ہے اور چراغ جلا کر آجاتا ہے۔ اب یہ پتہ نہیں کہ اس روشنی کے ذریعہ کس کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے یہ سن رکھا ہے کہ قبر میں چونکہ اندھیرا ہوتا ہے، اس لئے قبر کے اوپر چراغ جلادو، تاکہ اندر روشنی ہو جائے۔ ارے بھائی! ذرا یہ تو سوچیں کہ اس چراغ کے ذریعہ روشنی قبر کے اوپر ہو رہی ہے یا قبر کے اندر ہو رہی ہے؟ جو چراغ قبر کے اوپر جل رہا ہے اس کی روشنی تو باہر دور تک نہیں پھیل رہی ہے تو قبر کے اندر اس کی روشنی کیسے چلی جائے گی؟

ناجائز کام پر ثواب نہیں ملتا

اور اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ قبر پر چراغ جلانے سے ثواب ملے گا اور ثواب روشنی ہے، اور قبر والے کی قبر میں وہ ثواب پہنچ کر روشنی کا باعث بن جائے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل ہی ناجائز ہے، اور ناجائز کام کا ثواب نہیں ملتا، جائز اور نیک کام کا ثواب ملتا ہے، بلکہ ناجائز کام کا تو گناہ ہوتا ہے۔ اور قبر کے باہر چراغ جلانا ناجائز کام ہے اور جب ناجائز کام کا ثواب کرنے والے کو نہیں ملے گا تو میت کو وہ ثواب کیسے پہنچے گا؟ بہر حال، قبر پر چراغ جلانا خلاف سنت اور بے فائدہ عمل ہے، اس کو ترک کرنا چاہئے۔ پہلے زمانے میں قبر پر اصلی گھی کے چراغ جلائے جاتے تھے، مقصد یہ ہوتا تھا کہ چونکہ ہمارے والد صاحب زندگی میں اصلی گھی کا چراغ جلایا جائے۔ ارے بھائی! جتنے پیسے اصلی گھی پر یا تیل پر خرچ ہو رہے ہیں، اگر اتنے پیسے خیرات کر دیتے تو میت کی قبر میں چراغ جل جاتا، اسی طرح جتنے پیسے پھولوں کی چادر پر اور اگر بتیوں پر اور عرق گلاب اور عرق کیوڑہ پر خرچ ہو رہے ہیں، وہ اللہ کی رضا کے لئے کسی غریب کو دیکر اس کا ثواب مرحوم کو پہنچا دیتے تو اس کی قبر میں چراغ جل جاتا۔ اس لئے

کہ ثواب نور اور روشنی ہے، اس کا فائدہ میت کو پہنچے گا۔ لیکن اگر آپ نے قبر پر چراغ جلادیا تو اس سے میت کو کیا فائدہ ہوا؟ وہ تھوڑی دیر جل کر ختم ہو جائے گا۔

قبر پر تلاوت کے لئے تنخواہ دار حافظ کا تقرر

اسی طرح ایک گناہ اور کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ بہت سے لوگ مرحومین کی خیر خواہی کے لئے کسی حافظ صاحب کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ مقرر کرتے ہیں، پھر وہ حافظ صاحب روزانہ مرحوم کی قبر پر قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچا کر آجاتے ہیں۔ ہر قبرستان میں اکادکا حافظ پڑھتا ہوا نظر آئے گا، اور ایسے شخص کی قبر پر نظر آئے گا جو خود بھی سیٹھ تھا اور اس کا بیٹا بھی سیٹھ ہے۔ عام طور پر وہ حافظ جی سورۃ یٰسین پڑھ کر ایصال ثواب کر کے چلا جاتا ہے، اور مہینہ ختم ہونے پر اس کے گھر جاکر تنخواہ وصول کرلیتا ہے۔ اب کرنے والا تو خیر خواہی کی بنیاد پر کرتا ہے، لیکن یاد رکھئے! ہر خیر خواہی معتبر نہیں ہے، بلکہ وہ خیر خواہی معتبر ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ یاد رکھئے! کسی کو پیسے دیکر قرآن شریف پڑھوا کر اس کا ایصال ثواب کرانا جائز نہیں۔ جس طرح تراویح میں پیسے لیکر قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا جائز نہیں، اسی طرح پیسے دیکر ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا جائز نہیں، کیونکہ جو شخص پیسے لئے بغیر خالص اللہ کی رضا کے لئے قرآن شریف پڑھے گا تو اس کو ثواب ملے گا، اور جب پڑھنے والے کو ثواب ملے گا، تبھی تو وہ ثواب آگے پہنچائے گا۔ اور جس حافظ صاحب نے قرآن کریم پڑھنے کے لئے پیسے لے لئے تو وہ دنیا کا کام ہو گیا، آخرت کا کام نہ رہا، تو پھر اس کو ثواب کہاں ملے گا، اور جب پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملے گا تو وہ ثواب آگے کیسے پہنچائے گا؟ اس لئے یہ طریقہ ناجائز ہے۔

قبر پر اذان دینا

بعض علاقوں میں ایک بدعت یہ رائج ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے۔ یہ اذان دینا بھی خلاف سنت ہے اور غلط طریقہ ہے۔ اذان تو پانچ فرض نمازوں کیلئے مشروع ہے، پانچ نمازوں کے علاوہ بھی بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں پر اذان دینے کی اجازت ہے، لیکن دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس سے بچنے کی اور پرہیز کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ درخت کی تازہ شاخ اور ٹہنی توڑ کر قبر پر لگاتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے دیکھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ نے ایک درخت سے ایک ٹہنی توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر کے ان قبروں پر لگا دیے، اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری بھری رہیں گی، ہو سکتا ہے کہ ان کا عذاب ہلکا ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو حضور اقدس ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ یہ عمل کیا ہے، دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کو ان کے عذاب کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے آپ بھی کسی وقت ہری ٹہنی لگا دیں، لیکن گلاب کے پھول لگانا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ طریقہ خلاف سنت اور قابل ترک ہے۔

میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا

ایک اور گناہ یہ ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کا اس کے آبائی وطن یا گاؤں سے باہر انتقال ہو گیا، مثلاً کوئی شخص پشاور کا رہنے والا

تھا، اس کا کراچی میں انتقال ہو گیا، یا سعودی عرب میں یا امریکہ یا برطانیہ میں اس کا انتقال ہو گیا، تو اب اس کا تابوت وہاں سے اس کے گاؤں لایا جائے گا، اور گاؤں لاکر اس کو دفن کیا جائے گا۔ چاہے اس پر ان کے ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ خرچ ہو جائے، چاہے میت گل سڑ جائے، چاہے وہ کسی حادثے میں زخمی ہو کر مرا ہو، یا جل کر مرا ہو، لیکن ہر حال میں اس کو اپنے گاؤں لاکر ہی دفن کیا جائے گا۔ اگر غریب ہو گا تب بھی بھیک مانگ کر سودی قرض لیکر میت کو تابوت میں رکھ کر ہوائی جہاز کے ذریعہ اس کے آبائی گاؤں پہنچانا ضروری ہے۔ یاد رکھئے! یہ عمل بالکل ناجائز ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

صحابہ کرام کہاں دفن ہوئے؟

دیکھئے! صحابہ کرام کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، اکثر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے، لیکن مدینہ طیبہ کے قبرستان "جنت البقیع" میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہیں، اور تقریباً چار پانچ ہزار صحابہ کرام مکہ مکرمہ کے قبرستان "جنت المعلّٰی" میں مدفون ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ باقی ایک لاکھ دس ہزار صحابہ کرام کہاں گئے؟ وہ سب دین کی اشاعت کے لئے دنیا کے دوسرے علاقوں میں تشریف لے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں پر ان کو دفن کر دیا گیا۔ کسی صحابی کا تابوت ان علاقوں سے مدینہ منورہ نہیں لایا گیا، اور کسی کی لاش مکہ مکرمہ میں نہیں لائی گئی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر

خود جناب رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال مکہ مکرمہ کے قریب مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھوڑے سے فاصلے پر ہو گیا۔ "مسجد عائشہ" جہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتے ہیں۔ یہ مسجد

آج کل مکہ مکرمہ کے اندر ہی آ گئی ہے۔ چنانچہ انکو وہیں پر دفن کر دیا گیا، اور آج بھی لب سڑک ان کا مزار موجود ہے۔ ان کو مکہ مکرمہ کے قبرستان "جنت المعلیٰ" میں نہیں لایا گیا، حالانکہ اس جگہ سے "جنت المعلیٰ" کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی تعلیم پر عمل تھا۔ لہٰذا آج کل کا یہ رواج خلاف سنت اور قابل ترک ہے اور یہ رواج ناجائز ہے۔ بہر حال، جس مسلمان کا دنیا کے جس علاقے میں بھی انتقال ہو جائے، اس کو وہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینے کا حکم ہے۔ وہاں سے منتقل کر کے اس کے آبائی گاؤں لیجانا ناجائز ہے۔ یہ گناہ ہمارے بعض علاقوں مثلاً سرحد کے علاقوں میں بطور رواج کے رائج ہے، یہ رواج بالکل ناجائز ہے، اس کو ختم کرنا چاہئے۔

غزوہ احد کے شہداء کی قبر

دیکھئے! جبل اُحد مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے، اور اب تو مدینہ منورہ کے بالکل متصل آ چکا ہے بلکہ بعض آبادیاں جبل اُحد کے ساتھ بنی ہوئی ہیں۔ غزوہ اُحد اسی پہاڑ کے دامن میں پیش آیا، غزوہ احد میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے، ان کو مدینہ منورہ کے قبرستان "جنت البقیع" میں لا کر دفن نہیں کیا گیا، بلکہ جبل احد کے دامن میں ان کو دفن کر دیا گیا، اور آج بھی ان کے مزارات وہیں موجود ہیں۔ حالانکہ ان کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کرنا کچھ مشکل نہیں تھا اور زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ کی سنت یہی ہے کہ جس کا جہاں انتقال ہو، جس شہر میں انتقال ہو، اس کو وہیں دفنایا جائے، دوسری جگہ منتقل کرنا سنت کے خلاف ہے۔ یہی مسلمانوں کا اصل طریقہ ہے جو آج تک چلا آ رہا ہے۔

☆☆☆

مرنے والوں کی تصاویر گھر میں آویزاں کرنا

ایک اور بہت بڑا گناہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے اس کی بڑی بڑی تصویریں گھروں میں لگا لیتے ہیں، کبھی کئی کئی پشتوں کی تصویریں لگادی جاتی ہیں، یہ پردادا کی تصویر ہے، یہ دادا جان کی تصویر ہے، یہ ابا جان کی تصویر ہے، سب کی تصویریں دیواروں پر آویزاں ہیں اور ان کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ عمل بالکل ناجائز اور خلاف شرع ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی یاد کو بھلایا جائے، تاکہ انسان اطمینان سے زندگی کے دوسرے کام انجام دے سکے۔ اگر مرنے والا بار بار یاد آتا رہے گا تو پھر انسان زندگی کے دوسرے کام بخوبی انجام نہیں دے سکے گا۔ اس لئے یہ طریقہ چھوڑنا چاہئے اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے تمام احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بدعات اور منکرات سے بچنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مہمان نوازی کے آداب

(۶)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہمان نوازی کے آداب

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا، قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ، فَلَمَّا رَ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ صدق الله العظيم

(سورة هود)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو! اس وقت میں نے سورۃ ہود کی دو آیتیں تلاوت کی ہیں جن میں حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

کی ایک سنت اور اس کے آداب کا ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ سنت ایسی ہے جو ہمارے دین و مذہب میں بھی سنت ہے، اس لئے میں آج اس سنت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں تاکہ اس سنت کی ادائیگی میں اگر ہم سے کچھ کوتاہی ہو رہی ہے تو وہ دور ہو جائے یا اس سنت کی ادائیگی میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ غلط باتیں شامل کر لی ہیں تو ان سے ہم اجتناب کریں۔

اور ان آیات میں اس سنت کے جن آداب کا ذکر ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنت کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے ہم اس سنت کو ان آداب کے ساتھ کرنے اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے ہم اس سنت کو انجام دیں۔

یہ سنت ایسی ہے کہ جس کی ضرورت تقریباً ہر مسلمان مرد اور عورت کو زندگی میں بار بار پیش آتی ہے، لہٰذا بار بار پیش آنے میں اور زیادہ ضروری ہے کہ ہم اس کے آداب سے واقف ہوں اور اس کے اجر و ثواب سے باخبر ہوں، تاکہ جب اس کے ادا کرنے کا وقت آئے تو ہم ثواب سے محروم نہ ہو جائیں یا گناہوں کا ارتکاب کر کے بجائے ثواب کے اور ہم اپنے اوپر وبال مول لے لیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں، آپ کو ابو الانبیاء کہا جاتا ہے، اس لئے کہ بیشتر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیویاں تھیں، ایک حضرت سارہ اور دوسری حضرت ھاجرہ، حضرت ھاجرہ رحمہا اللہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اور پھر انہی کی نسل سے آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جو سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی دوسری اہلیہ حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی زبان میں نام "اسرائیل" تھا اور "اسرائیل" کے معنی ہیں عبد اللہ (اللہ کا بندہ)۔ کیونکہ "اسرا" کا معنی ہیں بندہ، اور ئیل کے معنی ہیں اللہ، اور بنی کہتے ہیں "اولاد" کو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور باقی گیارہ بیٹے ان کے علاوہ تھے، ہر بیٹے کا ایک پورا خاندان تھا، ان بارہ خاندانوں کو "بنی اسرائیل" کہا جاتا ہے، کیونکہ سب یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے خاندان تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سارے نبیوں کے سردار، رحمت کائنات، سردار دوجہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے آپ کو ابوالانبیاء کہتے ہیں، کیونکہ سارے پیغمبروں میں آپ سب کے جدامجد ہیں۔

دین ابراہیمی دین اسلام ہی تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین جو دراصل دین اسلام تھا، اس کے بہت سے احکام جس طرح "بنی اسرائیل" کے اندر جاری وساری تھے، اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اندر بھی بہت سے ان کے احکام جاری وساری ہیں۔ اور سبھی جانتے ہیں کہ قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی جاری وساری ہے۔

صحابہ کرامؓ نے جب یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قربانی کرنے کی کیا حقیقت ہے؟ کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے یہ فرمایا "سنة ابیکم ابراھیم" یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔ ختنہ کرانا یہ

بھی حضرت ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہے۔

مہمان نوازی کی سنّت

اسی طرح ایک سنّت اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور وہ سنّت ہے "مہمان کی ضیافت" اور مہمان کی "مہمان نوازی اور خاطر تواضع" یہ دراصل حضرت ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہے، کیونکہ اس دنیا میں سب سے پہلے یہ ضیافت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع کی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ مبارک عادت تھی کہ جب تک کوئی ان کے دستر خوان پر مہمان نہ آتا تو کھانا نہ کھاتے، انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی مہمان آجائے یا کوئی میرے ساتھ میرے دستر خوان پر کھانا کھانے کے لئے آجائے تو کھانا کھائیں جب کوئی آجاتا تو اس وقت آپ کھانا تناول فرماتے۔

ایک عجیب قصہ

ایک عجیب قصہ اس مقام پر لکھا ہے کہ حضرت اپنی عادت کے مطابق کسی کے انتظار میں تھے کہ کوئی آجائے تو میں اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤں تاکہ اس کی ضیافت بھی ہو جائے اور میں بھی کھانا کھالوں، اتنے میں ایک شخص آیا اور حضرت کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا "بسم اللہ" کہو اور کھانا کھاؤ، اس نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہوتی ہے؟ اللہ کون ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خفا ہوئے کہ اس بندے کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ کسے کہتے ہیں؟ آپ خفا ہو گئے اور اسے اپنے دستر خوان سے اٹھا دیا کہ تم بسم اللہ بھی نہیں جانتے؟ اللہ کو بھی نہیں جانتے؟ تم اس قابل نہیں کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ، حضرت نے اس کو اپنے دستر خوان سے اٹھا دیا اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔

جب وہ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ وحی

لیکر آئے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ابراہیم! ہم نے تو اس کے بچپن سے لیکر اب تک کافر ہونے کے باوجود ایک وقت بھی اس کا کھانا نہیں روکا اور ایک وقت بھی ہم نے اس کو رزق سے محروم نہ کیا اور آپ نے ایک لقمہ دیتے ہوئے بخل سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ کیسے کریم ہیں اور کیسے مہربان ہیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو یہ پیغام ملا تو دوڑے تاکہ اس کو بلا کر لائیں، وہ آتو گیا لیکن اس نے کہا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ دوبارہ بلانے کی وجہ نہیں بتائیں گے، پہلے آپ وجہ بتایئے تب کھانا کھاؤں گا ورنہ نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وجہ بتادی کہ تمہارے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام بھیجا کہ ہم نے تو کبھی اس کی روزی روکی نہیں حالانکہ وہ بچپن سے کافر ہے اور آپ نے اس کو ایک ہی وقت میں اپنے پاس کھانے سے اٹھادیا۔ جب اس نے یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ وہ رب کیسا کریم ہے کہ جس نے واقعی میرے کافر ہونے کے باوجود مجھ پر اپنا دستر خوان کشادہ ہی رکھا اور ایک بار بھی اس نے مجھے بھوکا نہیں رکھا، لہٰذا وہ اسی لائق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، لہٰذا آپ مجھے پہلے مسلمان کیجئے پھر میں بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤنگا۔ پہلے وہ وہیں بیٹھے بیٹھے مسلمان ہوا پھر اس کے بعد اس نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

کھانے سے پہلے "بسم اللہ"

لہٰذا ہمیں بھی کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اور اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور بچیوں کو بھی بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی عادت ڈلوانی چاہئے۔ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو ہمارے مذہب کے اندر بھی بلاشبہ سنّت ہے۔ لہٰذا تو جب آدمی کھانا کھائے تو دونوں ہاتھ دھو کر اللہ کا نام لیکر کھانا کھائے اور جب کھانا کھاچکے تو اللہ کی حمد کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت اور عادت تھی، ایسا اہتمام نہ ان سے پہلے کبھی کسی نے کیا تھا اور شاید اس کے بعد بھی کبھی کسی نے اتنا اہتمام نہ کیا ہو کہ جب تک کھانے میں شریک ہونے کے لئے کوئی آنہ جائے اس وقت تک کھانا نہ کھائے، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس زمانے سے لیکر آج تک یہ ضیافت کی سنت چلی آرہی ہے۔

چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے یہ سارے عرب ہیں جن میں سارے نبیوں کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت عربوں کے اندر بھی بہت زیادہ ہے، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی دنیا کے اندر عرب لوگ مہمان کی مہمان نوازی کے اندر مشہور و معروف ہیں۔

مہمان نوازی کا عجیب واقعہ

ان کے عجیب عجیب واقعات تواریخ کے اندر مذکور ہیں۔ فضائل صدقات میں مہمان نوازی کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔ حضرت ابو الربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ خبر سنی کہ ایک گاؤں میں ایک عورت ہے، اس کے گھر میں ایک ایسی بکری ہے جس کے ایک تھن سے خالص دودھ آتا ہے اور دوسرے تھن سے خالص شہد آتا ہے۔ میں نے یہ خبر سنی تو میں حیران رہ گیا کہ یا اللہ! کیسی آپ کی قدرت ہے؟ اور مجھے یہ سن کر پوری طرح یقین بھی نہ آئے کہ واقعی شہد بھی بکری کے تھنوں سے آسکتا ہے؟ میں نے اس بکری کو دیکھنے کا ارادہ کیا اور اس خبر کی تصدیق کرنا چاہی کہ یہ واقعہ درست ہے یا نہیں؟ تو میں اس گاؤں میں پہنچا اور پھر اس گھر میں پہنچا جس گھر میں یہ بکری تھی۔ دروازے پر میں نے دستک دی تو جس خاتون کی یہ بکری تھی وہ گھر میں موجود

تھیں لیکن ان کے شوہر گھر میں موجود نہیں تھے، انہوں نے دروازے کے پیچھے سے پوچھا کون ہے اور کس لئے آئے ہیں؟ میں نے اپنے آنے کا مقصد بتلایا کہ اس طریقے سے میں نے آپ کے ہاں ایسی بکری کے بارے میں سنا ہے، کیا واقعی یہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ بات صحیح ہے اور میرے پاس یہ بکری موجود ہے۔

شیخ ابو الربیع فرماتے ہیں کہ میں نے تجربہ کرنے کے لئے چلتے چلتے راستے میں سے ایک نیا پیالہ بھی خرید لیا تھا کہ خالی بکری دیکھنا تو کافی نہیں، دودھ نکال کر اور شہد نکال کر بھی دیکھوں گا کہ واقعی شہد نکلتا بھی ہے یا نہیں یا کسی نے ایسے ہی اڑادی ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ میں بکری دیکھنے کے لئے آیا ہوں اور پیالہ بھی ساتھ لایا ہوں، کہنے لگیں اچھا، انہوں نے پردے سے بکری باہر کی طرف نکال دی اور کہا یہ بکری ہے دیکھ لو، میں نے بکری کو ایک طرف کھڑا کیا اور اپنا پیالہ نیچے لگادیا اور دودھ نکالنا شروع کیا تو واقعتاً میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک تھن سے دودھ آرہا تھا اور دوسرے تھن سے شہد آرہا تھا، میں نے اپنے ہاتھوں سے نکالا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے منہ سے پی کر دیکھا۔

جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خبر بالکل سچی ہے اور ایسی عجیب وغریب اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھی جو اس سے پہلے نہ کبھی سنی اور نہ کبھی دیکھی، تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بکری کس مارکیٹ سے لائی ہیں آپ؟ اگر ایسی بکری ایک اور ہو تو میں بھی لے لوں، یہ بکری آپ کو کہاں سے ملی؟ تو ان صاحبہ نے فرمایا کہ دراصل یہ بکری اللہ تعالیٰ کا ایک انعام خاص ہے، یہ عام مارکیٹوں میں نہیں ملا کرتی، یہ بس اللہ کا ایک خاص انعام ہے۔

☆☆☆

بکری کہاں سے ملی؟

اور اس انعام کی اس نے وجہ یہ بیان فرمائی کہ مجھ پر یہ انعام اس طرح ہوا کہ ہم لوگ خانہ بدوش لوگ ہیں، غریب اور انتہا درجے کے مالی اعتبار سے تنگ لوگ ہیں، ہمارے گھر میں ایک بکری تھی، بس ہمارے سارے گھر والوں کا گزارہ اسی پر تھا، ہمارا کچھ اور ذریعہ معاش نہیں تھا، بس تھوڑا بہت کہیں سے کچھ مل گیا تو وہ کھالیا، ورنہ بس شام کو بچے بھی اور بڑے بھی اس بکری کا دودھ دو دو تین تین گھونٹ پی کر وقت گزار دیتے، ہمارے پاس اور کچھ نہیں تھا، اسی اثناء میں بقر عید کا زمانہ آگیا، بقر عید کے زمانے میں میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میں قربانی کرنا چاہتا ہوں، قربانی کرنے کو میرا دل چاہتا ہے، یہ بکری گھر میں موجود ہے اس کی قربانی کر لیتے ہیں۔ میں نے اپنے شوہر سے عرض کیا کہ دیکھئے! قربانی کرنا ہم پر نہ فرض ہے نہ واجب ہے، اور ہمارا گزر بسر اس بکری کے دودھ پر ہے، اگر آپ اس بکری کو بھی ذبح کر دیں گے تو پھر ہمارے بچوں کا کیا ذریعہ ہوگا؟ بچے بھی پریشان ہوں گے، ہم بھی تکلیف میں آجائیں گے، ہم تو جیسے تیسے تکلیف برداشت کر لیں گے لیکن بچوں کی تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جائے گی، اس لئے آپ قربانی نہ کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میری یہ بات ان کے دل کو لگ گئی اور انہوں نے قربانی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور بقر عید گزر گئی۔

بقر عید کے چند روز کے بعد ہمارے گھر ایک مہمان آگیا، اس وقت گھر میں کچھ بھی نہیں تھا جس سے ان کی ضیافت کریں؟ انکی خدمت میں کیا پیش کریں؟ کچھ بھی گھر میں نہیں تھا، تو میں نے اپنے خاوند سے کہا: ہمارے گھر اور تو کچھ بھی نہیں یہ بکری ہے آپ ایسا کریں کہ اس بکری کو ذبح کریں اور اس کا گوشت بنا کر دے دیں، بس میں وہ پکالوں گی آپ مہمان کی خاطر تواضع کر لیجئے گا۔

اللہ اکبر! اندازہ کیجئے وہی خاتون قربانی کرنے کے لئے تو منع کر رہی ہیں،

لیکن مہمان کی ضیافت کرنے کا اس کے اوپر اتنا شوق غالب ہے کہ از خود ہی شوہر سے کہہ رہی ہیں کہ آپ مہمان کی ضیافت کریں اور بکری ذبح کریں، اور اگر آپ گھر کے اندر بکری ذبح کریں گے تو بچوں کے سامنے جب بکری ذبح ہو گی تو بچے روئیں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم دودھ کس کا پئیں گے، لہٰذا ایسا کیجئے کہ آپ بکری کو باہر لیجایئے اور ایک کونے میں لیجا کر ذبح کیجئے۔

شوہر نے بکری کھولی اور چھری لے کر گلی میں ایک طرف لیجا کر اسے ذبح کرنے لگے۔ اس عورت نے کہا کہ شوہر صاحب تو بکری لیکر باہر چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ہماری چھت کے اوپر وہ بکری کھڑی ہے اور نیچے آنے کی کوشش کر رہی ہے، جب میں نے اس کو چھت پر دیکھا تو میں یہ سمجھی کہ شوہر صاحب جو بکری باہر لے گئے ہیں وہ چھوٹ کر بھاگ گئی ہے اور کسی طرح چھت پر چڑھ گئی ہے۔

تو میں یہ بتانے کے لئے کہ بکری چھت پر ہے آپ کہیں پریشان ہوں، آپ چھت پر سے ہی پکڑلیں، میں یہ بتانے کے لئے دروازے سے باہر نکلی تو وہاں دیکھا کہ وہ اس بکری کی کھال اتار رہے ہیں جو میرے گھر کے اندر بندھی ہوئی تھی، میں نے ان سے کہا کہ ایک بکری تو گھر میں بھی آگئی ہے، کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور وہ خاص بکری ہے جو سنبھال کر رکھنا۔ بس میں جیسے ہی گھر آئی تو چند لمحوں بعد وہ بکری اوپر سے نیچے آگئی، میں نے اس کے گلے میں رسی باندھی اور کھونٹے سے باندھ دیا۔ ایک بکری باہر ذبح ہو رہی ہے اس کے بدلے میں اللہ پاک نے ایک بکری یہاں بھیج دی، وہ بکری جو ذبح ہوئی اس سے مہمان کی خوب خاطر تواضع کی۔

اور جب اس بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا تو ایک تھن سے دودھ نکلنے لگا اور ایک تھن سے شہد ٹپکنے لگا، ہماری بھی حیرت کی انتہا نہ رہی، ہم سمجھ گئے کہ

مہمانوں کی خاطر تواضع اور انکی ضیافت کے بدلے میں اللہ پاک نے یہ بہترین بدل اور انعام عطا فرمایا ہے۔

اس دن سے لے کر آج تک بحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے، پہلی بکری کے تھن سوکھے ہوئے تھے، بڑی مشکل سے تھوڑا سا دودھ آتا تھا، اور اس میں تو دودھ کی کوئی کمی نہیں ہوتی، ایک مہمان آجائے یا سو مہمان آجائیں، اس کے تھن تو ویسے کے ویسے ہی دودھ دیتے ہیں، جتنے چاہے آدمی پی لیں اور ایک تھن سے خوب شہد آتا ہے، الحمد للہ ہم بھی اس سے خوب آرام سے سیر ہوتے ہیں۔

اور ان خاتون نے کہا کہ میں نے اپنے بچوں سے کہہ دیا ہے، کہ دیکھو جب تک تمہاری نیت صحیح رہے گی یہ اللہ تعالیٰ کا انعام باقی رہے گا اور جہاں تمہاری نیت خراب ہوئی تو پھر یہ نعمت چھن جائے گی۔

ذرا اندازہ لگایئے کہ اس زمانے میں خواتین کے اندر بھی نیکی کے کیسے جذبات تھے، مہمان کی خاطر تواضع کرنے کا کیسا جذبہ ان کے اندر تھا، اور آج ہم ہیں کہ مہمان کو اپنے لئے وبال اور مصیبت سمجھتے ہیں۔ اس لئے عربوں کے اندر مہمان نوازی مشہور رہے، بلا شبہ اللہ پاک نے ان کو اس میں بڑی برتری عطا فرمائی ہے۔

سنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بھی مہمان کی آمد پر بجائے اس کے کہ ہم دل چھوٹا کرلیں اور چہرہ بگاڑ لیں، نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر ہمیں بھی مہمان نوازی کو اپنا لینا چاہئے۔

آیت میں ضیافت کا واقعہ

یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کا ذکر ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سارہؓ کے اب تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور وہ بوڑھی بھی ہو چکی تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہو چکے تھے، ظاہراً اب اولاد ہونے کی کوئی توقع نہ تھی، فطرتاً انکے دل میں یہ آرزو تھی کہ کاش میری بھی اولاد ہوتی اور ان کی یہ خواہش تھی کہ میرا بھی کوئی بیٹا ہوتا۔ اللہ پاک اپنے نیک بندوں کی آرزوؤں کو بھی پورا فرمایا کرتے ہیں جو صحیح معنی میں بندہ ہو، چنانچہ اللہ پاک نے ان کی آرزو کو پورا فرمانے کے لئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دینے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ انکو خوش خبری سناؤ کہ تمہارے بیٹا ہوگا۔ جب یہ تینوں حضرات تشریف لائے تو پہلی مرتبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ نہیں سمجھے کہ یہ فرشتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس یہ خوشخبری لیکر آئے ہیں، بلکہ آپ نے ان کو عام مہمانوں کی طرح مہمان سمجھ کر بٹھایا اور بٹھاتے ہی فوراً ان کی ضیافت کے لئے اندر تشریف لے گئے اور جلدی سے ایک بچھڑا بھنوا کر لائے اور اس کو لاکر دستر خوان پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ آپ کھانا کھائیے، لیکن انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھائے۔ جب انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تشویش ہوئی کہ کیا بات ہوئی کہ یہ کیوں نہیں کھا رہے ہیں؟ دوسری آیت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بے تکلفی کے ساتھ یہ ظاہر کر دیا کہ تمہارے ہاتھ نہ بڑھانے سے مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، بھئی کس نیت سے آئے ہو؟ کیا ارادہ لیکر آئے ہو؟ میں تو تمہاری خاطر تواضع کرنا چاہتا ہوں اور تم ہاتھ بھی نہیں بڑھا رہے ہو، جب انہوں نے یہ سنا تو انہوں نے ظاہر کر دیا کہ ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں اور آپ کے لئے ایک خوشخبری لیکر آئے ہیں، اور وہ خوشخبری یہ سنائی کہ آپ کی اہلیہ حضرت سارہؓ کے یہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہونگے

اور وہ صاحبِ اولاد ہوں گے، پھر ان کے یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔

تو یہ آیت اللہ پاک نے ان کی اس مہمان نوازی اور ضیافت کے بارے میں نازل فرمائی ہے چنانچہ فرمایا کہ ﴿فَمَالَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾ یعنی نہ ٹھہرے حضرت ابراہیم علیہ السلام لیکن یہ کہ ذرا سی دیر میں تلا ہوا بچھڑا لیکر آگئے۔ اب اس ایک آیت سے کئی آداب علماء نے بیان فرمائے ہیں۔

ضیافت کا پہلا ادب

علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے ایک ادب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میزبان کو اپنے مہمان کی خود خاطر تواضع کرنی چاہیے۔ یہ ادب "لبث" اور "ان جاء" کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گئے اور خود بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے، کسی اور سے نہیں کہا۔ لہٰذا مہمان کا ادب یہ ہے کہ میزبان مہمان کی مہمان نوازی کی خدمت حتی الامکان خود انجام دے۔ یہ بھی جائز ہے کہ نوکروں سے کہہ دے کہ ہمارے مہمان کو کھانا کھلادیں۔ یہ بھی مہمان نوازی ہے، لیکن یہ صورت مہمان کے اکرام کے مناسب نہیں ہے، اس کے ادب اور احترام کے خلاف ہے، اگرچہ گناہ نہیں جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ میزبان خود اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کے لئے کھانے کا خود بندوبست کرے، کھانا لانے میں وہ خود بھی کچھ نہ کچھ حصہ لے، خود کھانا لائے، خود رکھے، پھر بے شک بیٹھ جائے، لیکن یہ کہ خود کچھ بھی نہ کرے یہ بھی جائز ہے لیکن خلاف ادب ہے۔

دوسرا ادب

دوسرا ایک ادب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیلوں کا اور گائیوں کا کاروبار ہوتا تھا، تو ان میں سے حضرت نے بچھیا کا انتخاب کیا، بچھیا کا

گوشت بنسبت بیل کے یا بڑی عمر کی گائے کے بہتر ہوتا ہے اور لذیذ ہوتا ہے۔
اس سے دوسرا ادب معلوم ہوا کہ جو کچھ گھر میں موجود ہو اس میں سے جو بہتر ہو اس کے ذریعہ دعوت کرے، یہ نہیں کہ اچھا اچھا اپنے لئے بچا کر رکھ لے اور دال روٹی مہمان کے سامنے رکھ دے، بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر ایسا مہمان آجائے کہ جس سے اپنے بہت سے کام نکلیں گے، پھر تو اس کے لئے اچھی اچھی چیزوں کا انتظام کرکے اس کے سامنے رکھیں گے اور چٹنی روٹی اپنے لئے بچا کر رکھیں گے، اور اگر ایسا مہمان آگیا جس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں اور کھلانا بھی بھاری پڑ رہا ہے تو بچا کچا اس کے سامنے رکھیں گے اور بڑھیا بڑھیا اپنے لئے بچا کر رکھیں گے۔ یاد رکھئے! ہمیں کسی سے کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، ہمیں تو اللہ کی رضا کے لئے اس کی خاطر تواضع کرنی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ گھر کے اندر سب سے بہتر جو چیز ہو اس سے تواضع کرنی چاہئے۔

تیسرا ادب

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر سے باہر کچھ لینے کے لئے نہیں گئے بلکہ جیسے ہی مہمان آئے ان کو بٹھایا اور فوراً اندر گئے۔ اس سے تیسرا ادب یہ بھی ملا کہ جیسے ہی مہمان آئے اس وقت فوری طور پر تو جو کچھ گھر میں ہو اس سے اس کی خدمت کردے اور باقی مزید انتظامات کے لئے بعد میں انتظامات کرنے چاہئیں، یہ نہیں کہ مہمان تھکا تھکا آیا، اب آپ نہ اس کو کچھ کھلا رہے ہیں نہ پلا رہے ہیں، بس اس کو ایک دفعہ ہی دعوت کے دستر خوان پر بٹھانا ہے، اس سے پہلے چاہے وہ بھوکا پیاسا مرتا رہے۔ ایسا نہ کرے بلکہ جب مہمان آجائے تو جو موجود ہے وہ تو اسی وقت لاکر رکھ دینا چاہئے، اگر آپ کو اس کا مزید اکرام کرنا ہے تو اس کا انتظام بعد میں کرتے رہنا۔
"فَمَا لَبِثَ" کے معنی ہیں بس ذرا دیر ٹھہرے اور جو گھر میں تھا لاکر سامنے

رکھ دیا۔ لہٰذا آج کل جیسے چائے ہو یا شربت ہو، وہ لاکر رکھ دو، کھیر ہو تو وہ کھیر رکھ دو، دال روٹی ہو تو وہ دال روٹی رکھ دو، اس کے بعد مزید اکرام کرنا ہو تو بعد میں کریں۔

چوتھا ادب

وہ جو بچھڑا تھا اس کی ایک صفت دوسری آیت میں یہ بیان فرمائی کہ: "بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ" "سَمِيْن" کے معنی آتے ہیں تگڑا، چکنا، موٹا تازہ، تو اس سے چوتھا ادب یہ معلوم ہوا کہ وہ چیز جنس کے اعتبار سے بھی بہتر ہو تو ساتھ ساتھ نوعیت کے اعتبار سے بھی بہتر ہو (موٹا ہو مگر روکھا نہ ہو) اور روکھے گوشت میں وہ لذت نہیں ہوتی جو چکنے گوشت میں ہوا کرتی ہے، وہ چکنا بھی تھا۔

پانچواں ادب

پانچواں ادب اس آیت کے آخری لفظ سے معلوم ہو رہا ہے وہ آخری لفظ "حنیذ" ہے، جس کے معنی ہیں بھنا ہوا۔ ایک ہوتا ہے شوربے والا سالن، ایک ہوتا ہے روسٹ، اگر دونوں کو مہمان کے سامنے رکھو گے تو وہ سالن کی طرف دیکھے گا بھی نہیں، چاہے میزبان کہتا رہ جائے کہ بھئی یہ بھی اچھا ہے یہ لے لو، لیکن مہمان یہ چاہے گا کہ پہلے وہ طشتری ختم ہو جائے جس کے اندر بھنا ہوا رکھا ہے، پھر بعد میں سالن کو دیکھیں گے۔ لہٰذا نوعیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ کھانا مہمان کے سامنے رکھنا چاہئے۔

چھٹا ادب

چھٹا ادب یہ ہے کہ شکل کے اعتبار سے بھی وہ اعلیٰ ہو۔ بہر حال وہ کھانا جنس کے اعتبار سے بھی، نوعیت کے اعتبار سے بھی، صورت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ

ہو۔ یہ آیت کا ایک حصہ ہے جس سے مہمان نوازی کے چھ ادب معلوم ہوئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت ہے۔

مہمان نوازی کی فضیلت

بہر حال، یہ مہمان نوازی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ سنت ہے۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں سنت ہے وہاں اس کا آپ نے ثواب بھی بڑا عجیب وغریب بیان فرمایا ہے، بس وہی ثواب بطور خاص مجھے اس وقت بیان کرنا ہے، اور بیان اس لئے کرتا ہے کہ الحمد للہ ہم بھی مسلمان ہیں اور اللہ کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں بھی اپنے اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے کا اور خاطر تواضع کرنے کا اور ضیافت کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔

تو اب تک ہم جو ضیافت کرتے آئے ہیں اس میں دین سے اور اللہ کی رضا سے ہٹ کر ہمارے بہت سے دنیاوی مقاصد بھی تھے، تو جب کسی دنیا کے جائز مقصد کے لئے اگر دعوت کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ہر حال میں افضل اور بہتر یہ ہے کہ جب ہم کسی مسلمان کی ضیافت کریں، چاہے وہ ہمارا رشتہ دار ہو، قرابت دار ہو، دوست ہو، ملنے جلنے والا ہو یا عام مسلمان ہو، اللہ کی رضا کے لئے کرنے کی عادت ڈالیں، کیوں کہ اس میں جو ثواب ہے وہ عجیب وغریب ہے۔

میزبان اور جہنم کے درمیان سات خندقیں

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ اگر کوئی کسی مسلمان کو جو بھوکا ہو، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اگر اللہ کی رضا کے لئے اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلادے تو اللہ تعالیٰ اس مہمان نوازی کے بدلے میں اس پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والے کے

اور جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل کردیں گے، جس میں ہر خندق کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا زمین سے لیکر آسمان تک کا فاصلہ۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے کا یہ ثواب ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بالکل ہی جہنم سے باہر اور بہت دور کردیں گے۔

ایک حدیث میں تو آپ نے بہت ہی اہتمام کے ساتھ ایک مسلمان کی ضیافت سے لیکر دس مسلمانوں کی ضیافت کا الگ الگ ثواب بیان فرمایا ہے۔

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔

حدیث مسلسل بالضیافت

اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ سب سے پہلے خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور زمزم کے پانی سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت کی اور پھر اس حدیث کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضیافت کا ثواب بیان فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلے ضیافت کی پھر بعد میں یہ حدیث سنائی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک اسی طرح یہ حدیث منتقل ہوتی چلی آرہی ہے کہ جب استاد یہ حدیث اپنے شاگرد کو پڑھاتا ہے تو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس کی ضیافت کرتا ہے کھجور اور پانی سے پھر یہ حدیث سناتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے ضیافت کی اور ضیافت کرکے یہ حدیث سنائی، اس خاص عمل کے ساتھ یہ حدیث منتقل ہوکر ہمارے پاس پہنچی ہے۔ پچھلے مہینے مجھے اللہ پاک نے اسی ترتیب سے یہ حدیث عطا فرمائی، وہ اس طرح کہ دارالعلوم کراچی میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے مدینہ منورہ سے کھجوریں منگوائیں، زمزم کا پانی یہیں

پر مل گیا، حاضرین کو زمزم کا پانی دیا گیا اور کھجوریں بھی تقسیم کی گئیں، سب نے وہ کھجوریں کھائیں، اور پھر آپ نے وہ حدیث مع سند کے پڑھ کے سنائی اور اس پر بحث کی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو کس کس طریقے سے امت نے محفوظ کیا، آپ نے ضیافت کا ادب کر کے یہ حدیث سنائی تو امت نے اسی ضیافت کا ادب کرتے کرتے...... حدیث منتقل فرمادی اور اسی طرح آج تک یہ حدیث پہنچی اور اسی طرح انشاء اللہ آگے منتقل ہو گی۔

ایک یا دو یا تین مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

بہر حال، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت کی اور ضیافت فرمانے کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایک مسلمان کی مہمان نوازی اور ضیافت کی تو اس کا ایسا ثواب ہے جیسے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی ضیافت اور دعوت کی، اور جس نے دو مسلمانوں کی ضیافت کی تو اس کا ایسا ثواب ہے جیسے اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی ضیافت کی، اور جس نے تین مسلمانوں کی ضیافت کی تو اس کا ایسا ثواب ہے جیسے اس نے حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ضیافت کی۔

چار مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اور جس نے چار مسلمانوں کی ضیافت کی تو اس کا ایسا ثواب ہے جیسے کہ اس نے توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن کریم کی تلاوت کی، یعنی جیسے کوئی شخص ان چاروں کتابوں کی تلاوت کریگا تو اس پر اس کو جو ثواب ملے گا وہ ثواب اس کو چار مسلمانوں کی مہمان نوازی پر اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ قرآن شریف تو آپ پڑھ لیں گے، توراۃ، زبور، انجیل، کہاں پڑھیں گے؟ وہ تو اپنی اصلی حالت ہی میں

نہیں لیکن یہ ثواب عظیم اللہ کی رضا کے واسطے چار مسلمانوں کی ضیافت پر مل سکتا ہے۔

پانچ مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اور جس شخص نے پانچ مسلمانوں کی ضیافت کی، اس کو اللہ تعالیٰ یہ ثواب عطا فرماتے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے اس وقت سے لیکر قیامت تک ایک شخص برابر پانچوں نمازیں اپنے وقت پر باجماعت ادا کرتا رہا، تو اس کو جو ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ پانچ مسلمانوں کی ضیافت کرنے والے کو یہ ثواب عطا فرمائیں گے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی اکیلے نماز پڑھے تو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور اگر باجماعت نماز پڑھے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل نماز میں حساب کتاب جوڑ کر بتایا ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے کو ایک نماز پڑھنے پر تقریباً تین کروڑ گنا ثواب ملتا ہے۔ جو لوگ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے، سوچیں! ان کا کتنا خسارہ ہو رہا ہے؟ دکان داری کے پیچھے کتنی جماعتیں چھوڑ دیتے ہیں؟ ڈیوٹی میں کتنی جماعتیں نکل جاتی ہیں؟ اس شخص کو تین کروڑ گنا ملنے والا ثواب ضائع ہو گیا، کتنا بڑا نقصان ہے؟ یہاں پر اسی حساب سے سمجھ لیجئے، جو جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں کتنا بے شمار اور بے حساب ثواب ہے، یہ ثواب پانچ مسلمانوں کی ضیافت کرنے پر بھی عطا فرما دیتے ہیں۔

چھ مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اگر کوئی شخص چھ مسلمانوں کی ضیافت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سات غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب عطا

فرماتے ہیں۔ اور جہنم سے آزاد ہونے کے لئے ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے۔ بقیہ چھ غلام درجات کی بلندی کا ان شاء اللہ ذریعہ بنیں گے۔

سات مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اگر کوئی شخص سات مسلمانوں کی ضیافت کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے ساتوں دروازے اس پر بند کر دیتے ہیں "لَهَا سَبْعَةُ اَبوابٍ" جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک حصہ تقسیم ہو چکا ہے (یعنی مخصوص تعداد میں افراد ہر ہر دروازے سے داخل ہوں گے) لیکن سات مسلمانوں کی ضیافت کرنے والے کے لئے ساتوں کے ساتوں دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

آٹھ مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اور جو شخص آٹھ مسلمانوں کی ضیافت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتے ہیں جس دروازے سے چاہے جنت میں چلا جائے، یہ شخص بڑا خوش نصیب ہوگا۔ جنت میں مسلمان مختلف دروازوں سے داخل ہوں گے، کوئی باب الصلوٰۃ سے جائے گا، کوئی باب الزکوٰۃ سے جائے گا، کوئی باب الصوم سے جائے گا، کوئی باب التواضع سے جائے گا، لیکن آٹھ مسلمانوں کے ضیافت کرنے والے شخص کے لئے آٹھوں دروازے کھلے ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے کہیں گے کہ حضرت! یہاں سے آجائیے۔ یہ اس کے لئے بہت بڑا اعزاز اور اکرام ہے جو اس کو حاصل ہوگا۔

نو مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اور نو مسلمانوں کی ضیافت کرنے والے کا ثواب ایسا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے اس وقت سے لیکر قیامت تک کوئی آدمی

برابر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا، اس کے گناہوں کی جو تعداد ہو گی، اس تعداد کے مطابق نو آدمیوں کی ضیافت کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرمائیں گے۔

ثواب گناہوں کے برابر کیوں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہوں کے حساب سے نیکی دینے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے اندر یہ حکمت ہے کہ نیکی تو ہمیشہ محدود ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں گناہ لامحدود ہوتے ہیں، گناہ آدمی زیادہ کرتا ہے نیکی کم کرتا ہے، اس لئے معیار نیکی کو نہیں بنایا بلکہ گناہ کو بنایا ہے۔ جو آدمی دنیا کے وجود میں آنے سے قیامت تک گناہ کرتا رہے، اس کے گناہوں کی تعداد کے برابر اس کو نیکیاں عطا فرمائیں گے جو بے شمار ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کر سکتا۔

دس مسلمانوں کی ضیافت کا ثواب

اور جو شخص دس مسلمانوں کی ضیافت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ثواب عطا فرماتے ہیں جیسے کوئی شخص قیامت تک برابر نمازیں پڑھتا رہا، روزے رکھتا رہا، حج کرتا رہا، عمرے کرتا رہا، اس کا جو ثواب ہو گا وہ دس مسلمانوں کی ضیافت کرنے والے کو ملے گا۔

اور دعوت کے لئے قورمہ بریانی ضروری نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کھجور اور پانی سے ضیافت کی پھر بیان فرمایا، اور کھجور اور پانی سے ضیافت کر کے اپنے عمل سے آپ نے یہ بتلادیا کہ ضیافت کے لئے قورمہ اور بریانی کی دعوت کرنا ضروری نہیں، تاکہ غریب آدمی یہ نہ سوچے کہ ہم اس ثواب عظیم کو حاصل کرنے سے محروم رہیں گے، امراء تو بڑی بڑی دعوتیں کر کے یہ ثواب حاصل کرلیں گے اور ہم غریب کہاں جائیں گے۔ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم تو غریبوں کے بھی نبی ہیں، آپ نے اپنے عمل ہی سے بتادیا کہ یہ ثواب عظیم کھجور اور پانی کی ضیافت سے مل سکتا ہے، لہٰذا کوئی کسی وقت اس ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کرے، قورمہ روٹی پکانے کا تکلف نہ کرے، تکلف کے پیچھے اس ثواب عظیم کو ضائع نہ کرے۔

دعوت کے لئے اخلاص کی ضرورت ہے

اور یہ دعوت اخلاص سے کرے اور اخلاص سے ہم یہ دعوت روزانہ کر سکتے ہیں، اس لئے کہ روزانہ کسی نہ کسی کو چائے پلاتے ہیں، کسی کو بوتل پلاتے ہیں، کسی کو شربت پلاتے ہیں اور کسی کو کباب بھی کھلا دیتے ہیں، صبح سے شام تک یہی ہوتا ہے، دکان پر ہوں تو یہ دعوت ہو رہی ہے، گھر پر ہوں تو یہ دعوت ہو رہی ہے، اب اگر ہر جگہ اخلاص کے ساتھ دعوت کرنے کی نیت کر لیں گے تو اس صورت میں اگر ایک مہمان آئے گا تو نمبر ایک کا ثواب کھرا ہو جائے گا، دو آجائیں گے تو دو کا ثواب ہوگا، تین آجائیں گے تو تین کا ثواب حاصل ہوگا، لہٰذا جب کوئی گاہک آجائے تو یہ سمجھو کہ یہ دنیا کا بھی گاہک ہے اور آخرت کا بھی گاہک ہے، لہٰذا جو آگیا اس کو جانے مت دو بلکہ کسی کی بوتل سے تواضع کردو، کسی کو چائے کی پیالی پلادو، آپ کا کیا؟ آپ کا تو یہ معمول ہے اور جس کا معمول نہ ہو اس کے لئے معمول بنا لینے میں کیا مشکل ہے، لیکن جناب اس کے بدلے میں ثواب عظیم ملنے والا ہے یہ اتنا سستا سودا ہے کہ اس سے سستا سودا نہیں ہو سکتا کہ خرچ کچھ نہیں اور پہاڑ کے پہاڑ اجر و ثواب کے نامہ اعمال میں درج ہو جائیں گے۔

گھر والوں کو ضیافت کی فضیلت بتاؤ

اور پھر اپنے گھر والوں کو بھی جا کر یہ حدیث سناؤ کیونکہ آپ کی ضیافت کا دارومدار انہی کی مہربانی پر ہے، وہ خفا ہو جائیں تو پھر دعوت مشکل ہے، پھر تو آپ

کا کھانا بھی مشکل ہے۔ لہٰذا وہ اگر حدیث کو سن کر دعوت کے لئے تیار ہو گئیں تو آپ کی ضیافت دوگنی ہو جائے گی انشاء اللہ۔ اس لئے بیوی بھی نوٹ کرلے اور آپ بھی نوٹ کرلیں کہ ایک مہمان آئے یا دو آئیں، بس یہ اللہ کی رحمت آگئی اور جو مہمان آئے گا تو دونوں کی قسمت کھلے گی، لہٰذا دونوں خوش دلی کے ساتھ اپنے مہمان کا اکرام کریں اور بے تکلفی کے ساتھ جو کچھ حاضر ہو اس سے تواضع کر کے ثواب بنائیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ اور توفیق دیں۔

دعوت سے دنیاوی مقصد حاصل کرنا نہ ہو

مگر دعوت کے اندر نام و نمود، دکھلاوا، نمائش، گردن اونچی، ناک کٹنے سے بچنا، یہ سب چیزیں نہ ہوں، کیونکہ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ہماری زیادہ تر ضیافتیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ تعلقات پیدا ہوں گے، دنیا کے مقاصد حاصل ہوں گے، اس سے فلاں کام نکلے گا، اس سے فلاں کام لینا ہے، کسی موقع پر اس سے کچھ کروانا ہے۔ یاد رکھئے! ایسی دعوت رشوت ہے، اللہ کے ہاں رشوت کا کوئی ثواب نہیں ملتا، بلکہ عذاب ہی عذاب ہے۔

جو مہمان آئے، ہمارا دنیا کا کوئی کام نکلے یا نہ نکلے، بس اللہ کی رضا کے لئے اس کی تواضع کرتے رہیں گے، بس اس ثواب کو اپنے ذہن میں رکھیں، آنے والا مہمان جان پہچان کا ہو یا اجنبی ہو، معمولی درجے کا ہو یا اعلیٰ درجے کا، اس کی تواضع کریں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر مہمان کا اعلیٰ درجے کا اکرام کریں، یہ نہیں، بلکہ مہمان کا حسب درجہ حسب مرتبہ الگ الگ اکرام کریں، لیکن کریں ضرور، یہ نہیں کہ اعلیٰ درجے کا مہمان آگیا تو آپ نے اس کا بڑا اکرام کیا اور جو بے چارہ کم درجے کا آگیا تو اس کو آپ نے ایسے ہی رخصت کر دیا، ایسا نہیں کرنا چاہئے، وہ تو آپ کے لئے نعمت بن کر ہی آیا ہے، لہٰذا وہ مہمان تو اپنی قسمت ہی کا کھائے گا،

آپ کو آپ کی قسمت کا ثواب دے جائے گا۔

بس یہ حدیث میں نے آپ کو خاص طور پر سنانی تھی، وقت بھی ختم ہو رہا ہے، اب دعا فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا اَن الحمد للہ رب العٰلمین

تین بھائی، تین جواب

۷

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد وسیم

میمن اسلامک پبلشرز

۱/۱۸۸۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تین بھائی - تین جواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ

عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

(سورۃ التوبہ: آیت نمبر ۱۰۵)

وقال تعالیٰ: تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ ز وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ○ صدق اللّٰه العظیم۔

(سورۃ ملک: آیت نمبر ا)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو! ان دو آیتوں میں جن میں سے پہلی آیت سورۂ توبہ کی ہے اور دوسری آیت سورۂ ملک کی ہے، ان میں اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی آیات میں اور اسی طرح رحمت کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں مسلمانوں کو عمل کرنے اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب ہے، اور مختلف انداز سے اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ مختلف پیرایوں میں اور مثال دے کر کوئی بات ذہن نشین کرنا، اس کو علم الامثال کہتے ہیں۔ یہ مثالوں کا علم ایسا علم ہے کہ باریک سے باریک اور پیچیدہ سے پیچیدہ بات

مثال کے ذریعہ نہایت آسان ہو کر ذہن میں اُتر جاتی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے بھی قرآنِ کریم میں متعدد مثالیں بیان فرمائی ہیں اور رحمتِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

باعمل زندگی بنائیں

اس آیت کی روشنی میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ایک مثال آپ کی خدمت میں عرض کروں گا، تاکہ اس مثال کو سمجھنے اور اس کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد ہماری پوری توجہ اپنے آپ کو باعمل بنانے کی طرف ہو جائے، اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کرنے کی طرف ہو جائے جو کہ دین کا مقصودِ اصلی ہے۔ سارے دین کا لُبِ لُباب یہی ہے کہ ہم لوگ اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس راہ پر عمل پیرا ہو جائیں، اس لئے کہ جو کچھ ہوگا عمل کرنے سے ہوگا، باتیں کرنے سے تو کچھ نہیں ہوگا، آخرت میں ہر جگہ عمل کی پوچھ ہوگی، اس لئے ہمیں اصل چیز کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

تین بھائیوں کی مثال

وہ مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ رحمتِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مثال سنو! صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص

کے تین بھائی تھے، ایک بڑا ایک منجھلا یعنی درمیانہ اور ایک تیسرا سب سے چھوٹا، یہ تین بھائی تھے۔

بڑے بھائی سے التجاء

جب اس شخص کے انتقال کا وقت قریب آیا اور موت کی سختی میں اور جان کنی کی حالت میں وہ مبتلاء ہوا تو اس نے اپنے بڑے بھائی کو بلایا، اور اس سے کہا کہ بھائی صاحب! میں اس وقت بڑی تکلیف میں ہوں، اور بڑے کرب کے اندر مبتلا ہوں، میری رگ رگ کے اندر سے جان نکلنے والی ہے، اور میرا بہت ہی کڑا وقت ہے اور آخری وقت ہے، میں نے آپ پر اپنی جان اور اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا، جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے آپ کی خدمت کی، ہر طرح سے میں نے آپ کے ساتھ تعاون کیا، اور ہر طرح کی نعمتیں آسائشیں سہولتیں آپ کو پیش کیں، اور آپ کی خاطر میں نے نہ دن دیکھا نہ رات دیکھی، جس طرح بھی مجھ سے بن سکا میں آپ کی خدمت میں لگا رہا، آپ پر ہر چیز میں نے فدا کر دی اور آپ کو ہر طرح کی راحتیں میں نے پہنچائیں، میں نے نہ کھایا مگر آپ کو کھلایا، میں نے نہ پیا مگر آپ کو پلایا، میں نے اپنا علاج نہ کیا مگر آپ کا کیا، جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں نے کیا، اپنی طرف سے میں نے کوئی کسر نہ چھوڑی، اب میرا آخری وقت ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ میرے کام آئیں گے، اور اس مشکل وقت میں آپ میری کچھ مدد کر سکیں گے، مجھے آپ سے پوری پوری

امید ہے کہ آپ میرے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور جو کچھ تعاون ہو سکے گا ضرور کریں گے، اسی لئے میں نے آپ کو یاد کیا ہے اور آپ کو بلایا ہے، میں اپنے زندگی بھر کے احسانات کا واسطہ دے کر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ ہمدردی کریں اور اس مشکل وقت میں میری مدد کریں۔

بڑے بھائی کا جواب

تو بڑا بھائی صاف صاف یہ کہہ دیتا ہے کہ میاں کس کو بلایا ہے اور کس سے امید رکھتے ہو، جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے جھک مارا، یہ تمہاری غلطی تھی، لیکن میں دوٹوک الفاظ میں کہہ دیتا ہوں کہ میں اس وقت تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اور میرے سے اس وقت کسی قسم کی خیر خواہی کی امید نہ رکھنا، تم نے جو کیا سو کیا، وہ تمہاری اپنی سمجھ تھی، لیکن اگر تم نے یہ سب کچھ اس خیال سے کیا تھا کہ اس وقت میں تمہارے کام آؤں گا تو یہ تمہاری غلطی تھی۔ اس طریقہ سے بڑا بھائی اس کو یہ ٹکا سا جواب دے دیتا ہے اور طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں بس اتنا کر سکتا ہوں کہ جب تک تمہاری جان میں جان ہے، میں تمہارے پاس ہوں، لیکن جب تمہارا انتقال ہو جائے گا تو میں کون اور تم کون، تم کسی اور عالم میں جاؤ گے، میں کسی اور کا ہو جاؤں گا، لہٰذا مجھ سے کسی تعاون کی، خیر خواہی کی اور ہمدردی کی توقع نہ رکھنا۔

یہ سن کر اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے، اور بہت ہی غمگین اور افسردہ ہو

جاتا ہے، اور سوچتا ہے کہ ہائے جس کے ساتھ میں نے دن رات ایک کیا اور ہر طرح سے اس کے ساتھ ہمدردی اور اچھا سلوک کیا، آج اس نے کیسا ٹکا سا جواب دے دیا، اسے اس کا بہت افسوس ہوتا ہے۔

منجھلے بھائی سے التجاء

اس کے بعد بڑے بھائی سے مایوس ہو کر وہ منجھلے بھائی کو بلاتا ہے، یعنی درمیانے بھائی کو بلاتا ہے، اور اسے بھی وہ ساری باتیں کہتا ہے جو بڑے بھائی کو کہی تھیں، اور اسے بھی یہی کہتا ہے کہ میں نے زندگی بھر تمہارے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور اچھا سلوک کیا، ہر طرح سے تم کو کھلایا اور پلایا، اور ہر طرح سے میں نے تمہاری تمام ضروریات کا خیال رکھا، خود نہ کھایا تمہیں کھلایا، اور اپنی بیماری کو تمہاری بیماری میں بھول گیا اور میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ساری زندگی میں تمہارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتا چلا آیا ہوں، اور آج یہ میری زندگی کا آخری وقت ہے، اور بڑی سختی، تکلیف اور پریشانی کا وقت ہے، اور نزع کا عالم ہے، اور میں دنیا سے جانے والا ہوں، اور اب میں امید رکھتا ہوں کہ اس وقت تم میرے کام آؤ گے اور میری کچھ مدد کرو گے اور میری خدمت کرو گے۔

منجھلے بھائی کا جواب

تو یہ منجھلا بھائی بھی ویسے ہی جواب دے دیتا ہے جیسے کہ بڑے بھائی نے دیا تھا، اور کہتا ہے کہ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا تھا اگر اس دن کے واسطے کیا تھا تو تجھے غلط فہمی ہوئی، میں تیرے کام آنے والا نہیں، میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں تیرے ساتھ آگے نہیں جا سکتا، میں بس اتنا تو کر سکتا ہوں کہ جب آپ کا انتقال ہو جائے گا تو آپ کو نہلا دھلا کر اور کفن پہنا کر قبر میں آپ کو اتار کر آ جاؤں گا، لیکن آگے پھر کیا ہوتا ہے وہ تم جانو، میں آگے تمہارا کوئی کام نہیں کر سکتا، تمہاری کوئی خدمت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی تعاون و ہمدردی کر سکتا ہوں اور نہ ہی مجھ سے ایسی کوئی توقع رکھنا۔ اس طریقہ سے وہ بھی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتا ہے، اور ٹکا سا جواب دینے کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے، اور بہت ہی افسوس کی حالت میں وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے کہ ہائے میں نے ساری زندگی بڑے بھائی کے ساتھ سلوک، ہمدردی اور خیر خواہی کی اور منجھلے بھائی کے ساتھ بھی میں نے بہت قربانی کا معاملہ کیا اور ہر طرح سے ان کو راحتیں پہنچائیں اور نعمتیں دیں اور ہر طرح کی سہولتوں سے میں نے ان کو ہمکنار کیا، لیکن افسوس کہ بڑے بھائی نے بھی ٹکا سا جواب دے دیا اور منجھلے بھائی نے بھی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ بے چارہ بہت ہی افسردہ اور غمگین ہو جاتا ہے۔

چھوٹے بھائی سے درخواست

آخر میں وہ چھوٹے بھائی کو بلاتا ہے اور چھوٹے بھائی کو بلا کر کہتا ہے کہ اے میرے چھوٹے بھائی! مجھے اس بات کا بڑی ندامت کے ساتھ اعتراف ہے، اور اپنے اوپر مجھے افسوس بھی ہے کہ میں نے بڑے بھائی کا تو بہت خیال رکھا اور منجھلے بھائی کے ساتھ بھی بہت ہمدردی کی، اور ان دونوں کے ساتھ میں نے اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر سلوک کیا، مگر میں آج شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، میں نے آپ کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں کی، آپ کی خاطر میں نے کوئی قربانی نہیں دی، میں اپنے اچھے سلوک نہ کرنے پر اس وقت نادم اور شرمندہ ہوں، لیکن بھائی پھر بھائی ہوتا ہے، کچھ بھی ہو اس وقت میں بڑی مشکل میں ہوں، اور بہت تکلیف میں ہوں، اور میرا آخری وقت ہے، پریشانی کا عالم ہے، دنیا سے چلنے والا ہوں اور دنیا کو خیرباد اور الوداع کہنے والا ہوں، اور میں بڑے بھائی اور منجھلے بھائی کی طرف سے بالکل ناامید ہو چکا ہوں، اس لئے اب آخر میں میں نے آپ کو یاد کیا ہے، زندگی بھر تو میں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ رکھ سکا، میں نے آپ کے ساتھ بہت بدسلوکی کی، آپ کو تکلیفیں دیں، اور آپ کے ساتھ بڑی حق تلفی کا معاملہ کیا اور آپ کے حقوق ادا نہیں کئے، اور میں اس پر اب نادم ہوں، لیکن کیا کروں، آخری وقت ہے، بھائی بھائی کو پکارا کرتا ہے، اس لئے میں نے آپ کو یاد کیا

ہے، اب میرا یہ مشکل وقت ہے، اس میں میں آپ سے مدد کی، تعاون کی اور ہمدردی کی امید کرتا ہوں، لہٰذا آپ میری کچھ مدد کریں، کچھ کام آئیں، اس وقت آپ میرے کچھ کام آجائیں تو بہت اچھا ہوگا، آپ میرے بھائی ہیں۔

چھوٹے بھائی کا جواب

چھوٹا بھائی یہ کہتا ہے: بھائی! آپ بالکل فکر نہ کرو، اور نہ ہی آپ ذرا سا غم کرو، آپ بالکل مت گھبراؤ، میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوں، ہر طرح سے میں آپ کی خدمت کروں گا، ہر تکلیف دہ چیز سے میں آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا، گو آپ نے میرے ساتھ زندگی بھر اچھا سلوک نہیں کیا، مجھے بہت ستایا اور تکلیفیں دیں اور میری بڑی حق تلفیاں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے شریف الطبع اور سلیم الطبع بنایا ہے، میں ان تمام کوتاہیوں کو فراموش کر کے بس آپ کی آواز پر لَبَّیْك کہتا ہوں اور میں ہر طرح آپ کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں، آپ بالکل بے فکر و بے غم رہو، جہاں آپ ہوں میں وہاں آپ کے ساتھ ہوں۔ اللہ اکبر۔

یہ نبی اکرم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بھائیوں کا تذکرہ فرمایا اور پھر صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ بتاؤ ان تین بھائیوں سے کیا مراد ہے، یعنی بڑے بھائی سے منجھلے بھائی سے اور چھوٹے بھائی سے کون مراد ہیں؟ صحابہ کرامؓ کا عام جواب یہ ہوتا تھا واللہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول ہی

بہتر جانتے ہیں کہ ان سے کون مراد ہیں، وہی زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔ فرمایا کہ اچھا یہ بڑا بھائی کیسا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! بڑا بھائی بڑا نکما اور بڑا نالائق اور بڑا احسان فراموش ہے کہ جس کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کیا، اسی نے سب سے ٹکا سا جواب دیا، وہ تو بڑا ہی بد تمیز ہے اور بڑا ہی نالائق ہے اور بالکل ہی نمک حرام ہے۔ پھر پوچھا کہ درمیانہ اور منجھلا بھائی کیسا ہے؟ عرض کیا حضور ﷺ! وہ بھی بہت برا ہے اور بڑا ہی نالائق اور نہایت احسان فراموش ہے اور ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اسے بھائی کہا جائے۔ پھر پوچھا کہ تیسرا بھائی کیسا ہے؟ عرض کیا حضور ﷺ! تیسرا بھائی صحیح معنی میں بھائی ہے، اس کو بھائی کہنا چاہئے، وہ نہایت شریف اور نہایت سلیم الطبع ہے اور اس نے واقعی بھائی کے بھائی چارہ کا حق ادا کیا اور بھائی کے آڑے وقت میں کام آیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا ان سے کون مراد ہیں؟

بڑا بھائی "مال و دولت"

پھر آپ ﷺ نے ان کی وضاحت فرمائی کہ بڑے بھائی سے مراد ہے انسان کا روپیہ پیسہ اور اس کا مال و دولت، سونا چاندی، زمین، مکان، جائیداد، یہ انسان کا بڑا بھائی ہے، سب سے زیادہ انسان اپنی زندگی میں اس مال و دولت کی خدمت کرتا ہے، اس کے لئے دن رات ایک کرتا ہے، اس کے لئے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، بڑی بڑی مشقتیں جھیلتا ہے اور کیسی کیسی

پریشانیاں گوارہ کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ بچائے اس کے پیچھے ایمان تک گنواں دیتا ہے، اس کی خاطر جھوٹ بولتا ہے، کم تولتا ہے، کم ناپتا ہے، اور کوشش کرتا ہے کہ یہ بڑا بھائی کسی طریقہ سے حاصل ہو جائے اور کسی طریقہ سے یہ میرا بن جائے، اس کے بنانے کے لئے آدمی کیا کچھ نہیں کرتا، اولاد کو چھوڑتا ہے، بیوی کو چھوڑتا ہے، ماں باپ کو چھوڑتا ہے، دوستوں کو چھوڑتا ہے، شہر کو چھوڑتا ہے، اپنے ملک اور وطن کو چھوڑ دیتا ہے، اور دور دراز کے ملکوں میں جاکر زندگی گزارتا ہے، نہایت تکلیف کے ساتھ ایک ایک کمرے میں آٹھ آٹھ نونو آدمی رہتے ہیں، اور مشین کے پرزے کی طرح ڈالر کمانے کے لئے لگے ہوئے ہیں، ہر راحت اس پر قربان ہے، تمام تر توانائیاں اس پر فدا ہیں، یہ بڑا بھائی ہے، ساری محنت اس کی خاطر ہو رہی ہے، راتوں کی میٹھی نیند اس پر قربان ہے، کتنی فیکٹریاں ہیں کہ ساری رات ان میں کام ہوتا ہے، گرمیوں میں بھی اور سردیوں میں بھی ساری ساری رات کام ہوتا ہے، سویرے سویرے تین چار بجے اٹھ کر جانا اس کی خاطر کچھ مشکل نہیں، اس پر صحت بھی قربان، جوانی بھی قربان، بیوی بچے بھی قربان، ماں باپ بھی قربان، اور خود بھی قربان، اس کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا، لہٰذا جتنی خدمت آدمی اس بڑے بھائی کی کرتا ہے کسی کی نہیں کرتا۔

مال و دولت کا ساتھ کہاں تک؟

لیکن اس بڑے بھائی کا حال یہ ہے کہ جب انسان کا آخری وقت قریب آتا ہے تو لاکھوں روپے بینک میں رکھے ہوئے ہیں، ہزاروں روپے گھر کے اندر رکھے ہوئے ہیں، لیکن کوئی بھی اس کے کام آنے والا نہیں ہے، پیسہ تو اتنا بھی کام نہیں آتا کہ انسان کے ساتھ قبر تک چلا جائے، بس یہ کہتا ہے کہ جب تک تیرے سانس میں سانس ہے میں تیرا، اور تیرے بعد میں پرایا، آنکھ بند ہوتے ہی یہ دوسروں کا ہو جاتا ہے، زندگی تو اس نے قربان کی اور اپنے آپ کو اس پر فدا کیا، تن من دھن کی بازی لگائی، اور لمبی لمبی ڈیوٹی ادا کی، اپنے عیش و آرام کو اس پر قربان کیا، لیکن آنکھ بند ہوتے ہی یہ دوسروں کا ہو گیا، اس کا حساب اس کی گردن پر رہ گیا۔ یہ بڑا بھائی ہے جس پر ہم لوگ فدا ہیں۔

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل

یہ خزاں ہے جو باانداز بہار آئی ہے

جو چمن سے گزرو تو اے صبا! یہ کہنا بلبل زار سے

کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

یہ چمن صحرا میں بدل جائے گا یہ خبر بلبل کو دو

تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قربان کرے

اس لئے اس بڑے بھائی پر اعتماد کرنے کا تو یہ حال ہے کہ جب کام کا وقت آئے گا تو طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لے گا، بلکہ وہ کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ میرے ساتھ کیا تیری غلطی تھی، اگر میری خدمت کی تھی اور مجھے کمایا تھا اور مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا تو یہ تیری غلطی تھی۔ میں تو تیری جان کے ساتھ ہوں، بس جب تک تیری جان میں جان ہے تو میں تیرے پاس بیٹھا ہوں، ادھر تو نے آنکھ بند کی ادھر میں دوسری طرف گیا۔

منجھلا بھائی: بیوی بچے

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منجھلے بھائی سے مراد ہے انسان کی بیوی اور بچے، انسان جو دوسری قربانی دیتا ہے وہ اپنے بیوی بچوں کے لئے دیتا ہے، ان کی محبت میں انسان راتوں کو جاگتا ہے، بیوی یا بچہ بیمار ہو جائے تو اس کی محبت میں ساری رات گزار دیتا ہے، ان کی بے چینی اور ان کا درد دیکھا نہیں جاتا، ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی، اور بیوی بچوں کو بہتر حالت میں لانے کے لئے انسان ان کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں دیتا ہے، اپنی جوانی کو اپنی طاقت کو اپنی توانائی کو اپنے آرام و راحت کو قربان کرتا ہے، بیوی شوہر کی محبت میں، ماں باپ اولاد کی محبت میں، اولاد ماں باپ کی محبت میں نہ جانے کیا کیا کر گزرتے ہیں، ان کی خاطر انسان حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا، جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، دن رات کی پرواہ نہیں

کرتا، بس ان کی خاطر کما کما کے یہ چاہتا ہے کہ میرے بیوی بچے خوش رہیں، بس اس کو یہ فکر رہتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بیوی بچوں کا کیا ہوگا، اسی فکر میں وہ اپنی ساری جوانی قربان کر دیتا ہے، اپنی توانائیاں قربان کر دیتا ہے، زندگی بھر ان کی خدمت کرتا ہے۔

بیوی بچوں کا حال

اور ان کا یہ حال ہے کہ جب انسان کا آخری وقت آتا ہے تو یہ بس اتنا ہی کرتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ قبرستان تک چلے جائیں گے، بیوی تو قبرستان بھی نہیں جاتی، بچے اگر سمجھدار ہیں، بالغ ہیں تو وہ اور دوسرے احباب ہی اس کو قبر تک پہنچانے کے لئے جاتے ہیں اور وہاں پہنچا کر واپس آجاتے ہیں، اور کوئی بھی قبر میں اس کے ساتھ نہیں لیٹتا، چاہے کتنا ہی محبوب شوہر ہو لیکن بیوی کہہ دے گی کہ میں اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتی، ایسے ہی کتنی محبوب بیوی ہو تو شوہر کہہ دیتا ہے کہ میں تمہیں قبر میں اتار دوں گا لیکن قبر میں تمہارے ساتھ لیٹ نہیں سکتا، ایسے ہی نہ اولاد قبر میں آنے والی مصیبتوں سے بچا سکتی ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا شعر ہے:

زندگی بھر کی محبت کا صلہ یہ دے گئے
دوست و احباب آکر مجھ کو مٹی دے گئے

اور لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارا دوست تھا، نماز جنازہ نہ ملی نہ سہی،

کم از کم اس کو مٹی دینے میں شریک ہو جائیں، اولاد اور محبین و مخلصین سارے کے سارے آخر میں تین مٹھی مٹی ڈال کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آخری حق تھا جو ہم نے ادا کر دیا، آگے وہ جانے اور اس کا کام جانے، لیکن اس کی قبر میں اترنے والا کوئی نہیں ہے۔ مال جہاں تھا وہیں رہا، دوکان اپنی جگہ سے ایک قدم (انچ) بھی آگے نہ بڑھی، کارخانہ اپنی جگہ پر رہا، پیسہ اپنی جگہ پر رکھا رہا، دولت اپنی جگہ پر رکھی رہی، وہ اس کی مدد کے لئے اپی جگہ سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھی، ایک انچ بھی اس کے ساتھ نہ چلی، مال و دولت وہیں کے وہیں رہ گئے اور انہوں نے وہیں سے جواب دے دیا۔ یہ تو بڑے بھائی تھے۔ اور اولاد نے بھی ٹکا سا جواب دے دیا کہ اگر تم نے اس دن کے واسطے ہماری خدمت کی تھی تو یہ تمہاری غلطی تھی، آگے تم جانو تمہارا کام جانے، یہ درمیانے بھائی کا جواب ہو گیا۔

چھوٹا بھائی: نیک عمل

اب رہ گیا چھوٹا بھائی، تو چھوٹا بھائی وہ انسان کا نیک عمل ہے، زندگی بھر آدمی عمل کے ساتھ سب سے زیادہ بدسلوکی کرتا ہے۔ اگر ہم جائزہ لے لیں تو یہ نظر آئے گا کہ ہم روزانہ نماز کا گلا گھونٹتے ہیں، کبھی وقت پر اور کبھی بے وقت پڑھتے ہیں، کبھی ادا اور کبھی قضاء پڑھتے ہیں، کبھی سنتیں چھوڑ رہے ہیں اور کبھی واجبات چھوڑ رہے ہیں، جلدی جلدی پڑھ رہے ہیں، الٹا سیدھا وضوء کر رہے ہیں، نماز پڑھ بھی رہے ہیں تو اس میں نہ توجہ ہے نہ

دھیان ہے نہ لگاؤ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

روزانہ ہمارا نماز کے ساتھ یہی حال ہے کہ اگر ہم نماز میں ہیں تو دل دوکان میں ہے، اگر ہم سجدہ میں ہیں تو دل گھر میں ہے۔ اسی طریقہ سے حج فرض ہے، لیکن حج کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں جاتی، زکوٰۃ واجب ہے لیکن کوئی حساب وکتاب نہیں، زکوٰۃ دی دی نہ دی نہ دی، اور اگر دی تو ایسی جگہ دی جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی ہی نہیں ہوتی، اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ساری بدسلوکی عمل کے ساتھ ہے، عمل یہ کہہ رہا ہے کہ آنکھیں بچاؤ، کانوں کو بچاؤ، زبان کو بچاؤ، لیکن وہیں ہماری آنکھیں ہمارے کان اور ہماری زبان بے دھڑک استعمال ہو رہی ہے، تو جتنی بھی بدسلوکی اور بے وفائی ہو رہی ہے وہ چھوٹے بھائی کے ساتھ ہو رہی ہے، ہر طرح کی قربانی تو بڑے اور منجھلے بھائی کے ساتھ ہو رہی ہے اور بے وفائی اور بدسلوکی چھوٹے بھائی کے ساتھ ہو رہی ہے، جو کام آنے والا ہے اس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے، کوئی خیر خواہی نہیں، اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہے، اس کے ساتھ تو بدسلوکی ہی بدسلوکی ہے اور بدتمیزی ہی بدتمیزی ہے، اسے ذلیل ورسوا کیا جا رہا ہے اور اسے بدنام اور اس کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جا رہا ہے، حالانکہ حقیقت میں یہی مرنے کے بعد انسان کے کام آتا ہے، جب مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو قبر میں ساتھ جانے والا یہ چھوٹا بھائی ہے، وہی اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہی اس کے ساتھ قبر میں اترتا ہے۔

نیک اعمال عذاب قبر سے حفاظت کرنے والے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور قبر کا عذاب اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو اگر اس نے قرآن شریف کی کچھ آیتیں یاد کر رکھیں تھیں جو اس کے ذہن کے اندر محفوظ تھیں، تو اس صورت میں اگر قبر کا عذاب سر کی جانب سے آتا ہے تو وہ آیتیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور عذاب قبر سے کہتی ہیں کہ خبردار! اگر تو نے یہاں سے قدم بڑھایا، اگر تو ادھر سے آیا تو تیری خیر نہیں، اور اگر وہ عذاب دائیں جانب سے آتا ہے تو دائیں جانب نماز کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ خبردار! اگر تو نے ادھر سے اس پر حملہ کیا، تو میں اس کے لئے سینہ سپر ہوں، آگے بڑھ کر دیکھ تجھے پتہ چل جائے گا کہ آگے بڑھنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اور اگر بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو "روزہ" اس کے لئے ڈھال بن جاتا ہے، اللہ اکبر، اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہاں سے تجھے آنے کی اجازت نہیں ہے، یہاں میرا سنگین پہرا لگا ہوا ہے، ادھر سے تو آگے نہ بڑھ، میں اس کی حفاظت کے لئے تیار ہوں، اور اگر پیروں کی طرف سے عذاب آنا چاہتا ہے اور اسے عذاب دینا چاہتا ہے تو زکوۃ و صدقات کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور عذاب کو خبردار کرتے ہیں کہ اِدھر سے نہ آنا، ہم اِدھر سے اس کا پہرہ دے رہے ہیں اور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو اگر کوئی شخص زندگی بھر چھوٹے بھائی کی خدمت کرے تو قبر کا

عذاب اندر ہی نہ آئے، پہلے ہی سے اسے کہہ دیا جائے کہ "نم کنومة العروس" کہ تو اس طرح آرام کر جیسے دلہن پہلی شب میں آرام کیا کرتی ہے۔

مؤمن کی قبر کا حال

حدیث شریف میں یہی آتا ہے کہ جب کوئی نیک بندہ قبر میں جاتا ہے اور سوالوں کا جواب دے دیتا ہے، تو اس کے بعد اس کی قبر جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے کشادہ کر دی جاتی ہے اور جنّت کے قالین اس کے لئے بچھا دئے جاتے ہیں، جنّت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جہاں سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اس کے پاس آتی ہیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آتی ہیں، اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تو بالکل سکون و آرام سے رہ اور بالکل بے خوف رہ، اب تجھے کسی قسم کا کوئی خدشہ اور اندیشہ نہیں۔ لیکن وہ قبر میں تنہاء ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی آتا ہے، بہت ہی خوبصورت چہرہ والا اور بہت ہی بہترین لباس پہنا ہوا، دور سے وہ اسے آتا ہوا دیکھتا ہے، جب وہ قریب آتا ہے تو یہ میّت اسے کہتی ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا چہرہ تو بہت ہی حسین ہے اور بہت خوبصورت ہے، صرف چہرہ دیکھنے ہی سے مجھے بڑا سکون محسوس ہو رہا ہے، آپ کی آمد میرے لئے باعث بشارت اور باعث راحت معلوم ہوتی ہے، آپ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے "انا عملك الصالح" اوکما قال: میں تیرا نیک عمل ہوں، اب میں تیرے پاس آیا ہوں

اور تیرے ساتھ رہوں گا، تیرا دل بہلاؤں گا، تو یہاں اکیلا رہے گا تو تیرا دل گھبرائے گا، میں تیرے ساتھ رہوں گا، اور میں تیرا مونس و غمخوار ہوں اور تیرا ہمدرد ہوں اور ہر جگہ میں تیرے ساتھ رہوں گا، تو بالکل غم مت کر اور بالکل نہ گھبرا، میں ہر جگہ تیرے ساتھ ہوں۔ انسان کا یہ نیک عمل قبر میں آکر اسے خوش خبری سناتا ہے، اور وہ یہ سن کر باغ باغ ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ مجھے یہ غم تھا کہ میں یہاں پر اکیلا کیا کروں گا؟ اب تم آگئے ہو تو اب وقت آرام سے کٹے گا، اور نہایت آرام سے باقی وقت گزر جائے گا۔

قیامت اور نیک عمل

اور جب قیامت برپا ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، تو وہ وقت بھی بڑی گھبراہٹ کا وقت ہوگا اور بڑی پریشانی کا وقت ہوگا، نفسی نفسی کا وقت ہوگا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، تو جس شخص نے دنیا میں سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا ہوگا اور پڑھتا رہا ہوگا تو لا الٰہ الا اللہ اس کے سامنے ہوگا، اور اللہ اکبر سر پر ہوگا، دائیں طرف سبحان اللہ ہوگا، بائیں طرف الحمد للہ ہوگا، اور پیچھے لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہوگا، یہ چاروں طرف سے اس کو اس طرح گھیرے میں لیں گے جس طرح سپاہی کسی کو اپنے گھیرے میں لیتے ہیں۔ تو یہ کلمات دائیں طرف سے

بھی بائیں طرف سے بھی آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی، غرض یہ کہ چاروں طرف سے اسے اپنے حصار میں لے کر چلیں گے اور اسے کہیں گے کہ تو مت گھبرا، یہ وقت تیرے پریشان ہونے کا نہیں ہے، تو ہماری حفاظت میں ہے اور ہم ہر جگہ تیرے ساتھ ہیں، اور تیرے سارے مراحل ہم طے کروادیں گے، تو مت گھبرا (اللہ اکبر) یہ ہے عمل صالح اور یہ ہے چھوٹا بھائی کہ جس کے ساتھ انسان ساری زندگی بدسلوکی کرتا ہے اور وہی اس کے ساتھ آخر میں اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کے کام آتا ہے۔

کونسا بھائی اچھا؟

یہ ہیں تین بھائی، اب آپ خود فیصلہ کر کے بتایئے کہ ان میں سے کون سا بھائی اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ دوستی کی جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے اور اس کی خدمت کی جائے اور اس پر اپنے آپ کو قربان کیا جائے؟ ظاہر ہے کہ تیسرا بھائی اس قابل ہے، لہٰذا بڑے اور منجھلے بھائی کو چھوڑ کر چھوٹے بھائی کو اختیار کرنا چاہئے کہ وہی انسان کے کام آنے والا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ

"نزہۃ البساتین" میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک بزرگ ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور دفنانے کے لئے قبرستان بھی تشریف لے گئے،

تو جب میت کو قبر میں دفنا دیا گیا اور دفنانے کے بعد یہ واپس ہونے لگے تو ابھی چند قدم ہی یہ لوگ چلے تھے کہ قبر میں بڑی زور کا دھماکہ ہوا اور سب لوگ ڈر گئے اور کھڑے ہوگئے اور سوچنے لگے کہ کیا معاملہ ہے، ابھی سوچ ہی رہے تھے اور خوف میں مبتلاء تھے کہ دوسرا دھماکہ ہوا جو پہلے سے بھی زیادہ زور کا دھماکہ تھا، جس سے یہ لوگ لرز گئے اور کانپ گئے، اور سوچنے لگے کہ ایسا لگتا ہے کہ اس میت کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اور یہ دھماکوں کی آواز اس عذاب قبر کی ہے، قریب تھا کہ یہ لوگ ڈر کر بھاگنے لگتے تو ان بزرگ نے ان کو ہمت دلائی کہ تھوڑی دیر ٹھیرو، ابھی یہ کچھ ہی دیر ٹھہرے تھے کہ پہلے دو دھماکوں سے بھی زیادہ زور سے تیسرے دھماکہ کی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحہ قبر پھٹ گئی اور اس میں سے کالے رنگ کا ایک کتا نکل کر کے بھاگا، یہ جو بزرگ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت کے یہ منکشف فرمایا کہ یہ کتا عذاب ہے، چنانچہ انہوں نے اس کتے سے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ دھماکہ کی آواز کیسی تھی؟ تو اس کتے نے بتایا کہ میں اس کا بد عمل ہوں، جب یہ قبر میں رکھا گیا تو میں اس کو عذاب دینے کے لئے اس کی قبر میں آیا تھا تاکہ میں اس کو عذاب دیتا، لیکن جیسے ہی میں نے اس کو عذاب دینے کا ارادہ کیا تو سورۂ یٰسین اور سورۂ تبارک الذی یہ شخص پڑھا کرتا تھا وہ قبر کے اندر کہیں سے آگئیں اور انہوں نے کہا کہ ہم تجھ کو عذاب نہیں دینے دیں گے۔ اور تم نے جو دھماکوں کی آواز سنی تھی تو ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے گرز تھے، جب پہلا دھماکہ ہوا تو اس وقت

انہوں نے مجھے گرز مارا تھا مجھے بھگانے کے لئے اور عذاب قبر سے باز رکھنے کے لئے، لیکن میں باز نہ آیا تو انہوں نے دوبارہ میرے گرز مارا، لیکن میں پھر بھی باز نہ آیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو عذاب پہنچاؤں اور تکلیف پہنچاؤں، لیکن تیسری مرتبہ انہوں نے میرے اس زور سے گرز مارا کہ پھر میں رہ نہ سکا اور قبر سے نکل کر کے بھاگنے پر مجبور ہو گیا، ورنہ میں اس کا برا عمل ہوں اور اس کو عذاب دینے کے لئے آیا تھا۔

بہر حال، بعض اوقات اللہ پاک اس طریقے سے دوسروں کو دکھلاتے ہیں، اس لئے چھوٹے بھائی کو اتنا کمزور نہ کرلیں کہ پھر وہ کام ہی نہ آسکے، یہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ یہ واقعہ جب انہوں نے کسی دوسرے بزرگ کو سنایا تو انہوں نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس شخص کے یہ دو نیک عمل تو تھے ہی اس کے علاوہ اور بھی کچھ نیکیاں ایسی تھیں جو کہ اس کے گناہوں سے بھاری تھیں، اس لئے یٰسین شریف اور تبارک الذی عذاب قبر سے بچنے کا ذریعہ بن گئیں۔

سورۂ تبارک الذی کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ سورۂ تبارک الذی منجیة ہے، یعنی عذاب قبر سے بچانے والی ہے، جو آدمی سونے سے پہلے اس کا ورد رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ اور یٰسین شریف کے بھی بڑے فضائل ہیں۔

چھوٹے بھائی کی خدمت کریں

لہٰذا اگر خدانخواستہ کسی کی نیکیاں بالکل کم ہوں اور گناہ بہت زیادہ ہوں اور توبہ کر کے بھی نہ مرا ہو تو پھر اس کا نیک عمل اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ پھر وہ عذاب کو دور نہیں کر سکتا۔ لہٰذا چھوٹے بھائی کی خدمت تو بہت ضروری ہے، اس کے ساتھ خوب ہمدردی کی جائے، ہر طرح سے اس کے ساتھ تعاون کیا جائے اور اس کو اپنایا جائے، تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ یہ وہ بھائی ہے جو ساتھ جانے والا ہے اور قدم قدم پہ مدد کرنے والا ہے، بشرطیکہ اس کے اندر طاقت ہو، اگر خدانخواستہ اس کے اندر طاقت ہی نہ ہوئی تو پھر یہ کیا مدد کرے گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا واقعہ

اس پر ایک بڑی پیاری حکایت حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی اور یہ حکایت بھی ''نزہۃ البساتین'' میں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ان کی توبہ کا واقعہ پوچھا، تو فرمایا کہ شروع میں بالکل آزاد تھا اور دین کی طرف میری بالکل توجہ نہ تھی، بے عملی کی راہوں پر میں گامزن تھا، اسی زمانہ میں میں نے ایک خوبصورت باندی خریدی اور اس باندی سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک بیٹی عطا فرمائی، وہ بچی بہت ہی خوبصورت اور معصوم تھی اور میں اپنا دل اس سے بہت ہی بہلایا کرتا تھا،

جب وہ بڑی ہو گئی اور بولنے لگی تو بس میری خوشی کی انتہاء نہ رہی، میں گھنٹوں اس کے ساتھ کھیلتا اور اس کی پیاری پیاری باتیں سنتا اور اس سے کرتا، اس طرح سے میرے دن اس کے ساتھ بڑے اچھے گزر رہے تھے، اور میں بڑے آرام و راحت اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کر رہا تھا، آخرت سے غافل تھا، برائے نام مسلمان تھا، اس طرح سے میرے دن گزر رہے تھے کہ میری بچی بیمار ہوئی اور اس طرح بیمار ہوئی کہ میں نے پانی کی طرح پیسہ بہایا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکی، ایک دن اچانک اس کا انتقال ہو گیا۔

جب اس کا انتقال ہو گیا تو بس دنیا میری نظروں کے آگے اندھیر ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا ہے ہی نہیں، اب میرا دل نہ گھر میں لگتا نہ گھر سے باہر لگتا نہ دوستوں میں لگتا، میرا حال بہت ہی برُا تھا اور میں اس کی یاد میں جنگلوں میں گھومتا تھا، ویرانوں میں بیٹھتا تھا، اور اس کی یاد مجھے آتی رہتی تھی، جتنا وہ مجھے یاد آتی اتنا ہی مجھے رونا آتا، لیکن میرے پاس سوائے رونے کے اور کچھ نہ تھا، اس لئے کہ وہ جا چکی تھی، اور میں غم سے نڈھال، دنیا میں مجھے نہ کھانا اچھا لگے نہ پینا اچھا لگے نہ پہننا اچھا لگے نہ رہنا اچھا لگے، میری طبیعت ہر چیز سے اچاٹ ہو گئی۔ ایک دن میں اسی طرح اس کی یاد میں رو رہا تھا اور روتے روتے میں لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، تو خواب کے اندر میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے، اور سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف جا رہے ہیں، تو میں بھی اپنی قبر سے نکلا، جیسے ہی میں اپنی قبر سے نکلا تو میں بڑا پریشان کہ یا اللہ میرا کیا ہو گا، میرے پاس تو کچھ

بھی نہیں ہے، میں کیا پیش کروں گا؟ ابھی میں اسی فکر میں تھا کہ مجھے اپنے پیچھے سے سرسراہٹ کی آواز سنائی دی جیسے کوئی چیز تیزی سے گھسٹتی ہوئی میری طرف آرہی ہو، میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت ہی خطرناک کالے رنگ کا بڑا سا اژدھا پھن پھیلائے ڈسنے کے لئے میرے پیچھے چلا آرہا ہے، بس اسے دیکھتے ہی میرے پیروں تلے زمین نکل گئی اور خوف کے مارے میرا برا حال ہو گیا، اور اب وہ میرے پیچھے پیچھے میں آگے آگے، میں جتنی تیزی سے دوڑتا اتنی تیزی سے وہ بھی دوڑتا، کبھی اِدھر جارہا ہوں کبھی اُدھر جارہا ہوں، آخر میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا، جب میں پہاڑ کے اوپر چڑھا تو وہ بھی میرے پیچھے چڑھتا ہوا آ گیا، میں نے ارادہ کیا کہ پہاڑ کی دوسری جانب اُتر جاؤں، جب اس طرف دیکھا تو جہنّم دھک رہی تھی، جہنّم کو دیکھ کر کے میرا حال اور (پتلا) برا ہو گیا اور جان بچانے کے لئے پھر میں پہاڑ سے نیچے اترا تو اسے دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پیچھے چلا آرہا ہے، میں نیچے اتر کر پھر دوڑنے لگا۔

راستے میں مجھے ایک بہت ہی کمزور اور نحیف اور سفید لباس سفید چہرہ والے سفید ڈاڑھی والے بزرگ ملے، میں نے دوڑتے دوڑتے جلدی سے اُن سے درخواست کی کہ میں بہت پریشان ہوں اور یہ اژدھا میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور یہ مجھے جہنم میں ڈالنا چاہتا ہے، اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ میری کچھ مدد فرمایئے، اس لئے کہ میں اکیلا اس سے مقابلہ نہیں کر پا رہا اور یہ مجھے جان سے مار دے گا، اگر

اس نے مجھے ڈس لیا تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بیٹا تم تو دیکھ ہی رہنے ہو کہ میں کتنا کمزور ہوں، میں تمہاری مدد تو نہیں کر سکتا، تم ایسا کرو کہ آگے جاؤ وہاں ایک پہاڑ ہے، وہاں مسلمانوں کی امانتیں رکھیں ہوئی ہیں، شاید تمہاری بھی کوئی امانت رکھی ہوئی ہو جو تمہارے کام آجائے۔ میں ان کی بات سن کر آگے گیا، لیکن پریشانی کے عالم میں مجھے کچھ بھائی نہ دیا، میں گھومتا گھومتا پھر ان کے پاس سے گزرا، میں نے پھر ان سے درخواست کی حضرت! آپ ہی میری کچھ مدد فرما دیجئے، میں بہت پریشانی کے عالم میں ہوں اور یہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا اور میری جان نہیں چھوڑ رہا۔ تو انہوں نے کہا کہ بیٹا میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ میں بہت کمزور ہوں، میری ہڈیوں میں بھی جان نہیں ہے، زیادہ چل پھر نہیں سکتا، میں اس طاقت ور سانپ سے تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں، البتہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس طرف جاؤ، اس طرف ایک گول سا پہاڑ ہے اور اس میں بہت سے دروازے ہیں، اس پہاڑ کے پاس تم جاؤ اس کے اندر مسلمانوں کی امانتیں محفوظ ہیں، وہاں اگر تمہاری کوئی امانت ہو گی تو تمہیں انشاء اللہ تعالی مل جائے گی اور تمہارے کام آئے گی۔

میں توجہ سے ان کی بات کو سن کر اس طرف چلا، جب میں ادھر گیا تو مجھے وہ پہاڑ نظر آیا، میں جلدی سے اس کے قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے اس پر پہرہ دے رہے تھے، جیسے ہی میں گیا تو انہوں نے نچلی منزل کے دروازے کھول دیے، جیسے ہی دروازے کھولے تو اندر سے چھوٹے

چھوٹے بہت سارے بچے نورانی چہرہ والے باہر آئے، انہوں نے پوچھا کہ بھائی تمہارے بھی کسی بچہ یا بچی کا انتقال ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں میری بھی ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے، تو انہوں نے دیکھ کر بتایا کہ یہاں تو کوئی نہیں ہے اوپر والی منزل میں دیکھتے ہیں، ابھی وہ اوپر والی منزل کھول ہی رہے تھے کہ اوپر والی منزل کی گیلری سے میری بچی نے مجھے پکارا اور کہا کہ ابا! تم یہاں کہاں ہو اور یہ تمہارے پیچھے اژدھا کیسے لگا ہوا ہے، اور پھر اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور اس نے لے جاکر مجھے اندر کمرہ میں بٹھایا اور میری سانس بحال ہوئی اور میرا خوف دور ہوا، اور وہ زندگی میں جیسے میری گود میں بیٹھا کرتی تھی اور میری ڈاڑھی سے کھیلا کرتی تھی اسی طریقہ سے وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور میرا سارا غم کافور ہو گیا اور ساری دہشت جاتی رہی، اور میں بڑے آرام و سکون سے وہاں بیٹھ گیا۔ اور اس نے کہا ابا! اب تم بے فکر رہو اور اب تمہیں اس کی طرف سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اور وہ مجھ سے پھر پیاری پیاری باتیں کرنے لگی، تو میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹی! تم یہاں کیا کرتی ہو؟ اس نے کہا ابا ہم یہاں قرآن شریف پڑھتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ یہ جو سانپ میرے پیچھے تھا یہ کیا ہے؟ ابا یہ تمہارا برا عمل ہے، تم جو زندگی عیش و عشرت اور عیاشی میں گزار رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی بسر کر رہے ہو، تو تمہارے سارے گناہوں نے یہ بد شکل اختیار کر لی ہے اور یہ تمہیں دوزخ میں ڈالنا چاہتا تھا، شکر ہے کہ تم

یہاں آگئے اور فی الحال تم اس سے بچ گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اچھا بیٹی وہ بزرگ جو مجھے راستہ میں ملے تھے وہ کون تھے؟ اس نے کہا ابا وہ تمہارے نیک عمل ہیں، لیکن تم نیک عمل کرتے نہیں، تم نے نیک اعمال کی طرف توجہ ہی چھوڑی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے تمہارے یہ نیک عمل اتنے کمزور ہیں کہ یہ تمہیں عذابِ قبر سے اور قیامت کے اس عذاب سے بچانے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ ان نیک اعمال کی طرف تمہاری توجہ نہیں ہے اور جس کی طرف تمہاری توجہ ہے وہ تو تمہارے گناہ ہیں، بداعمالیاں ہیں، نافرمانیاں ہیں، اور یہ بداعمالیاں اور نافرمانیاں چاہتی ہیں کہ تمہیں ہلاک و برباد کردیں۔ اور پھر پوچھا کہ تم یہاں کب تک ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ابا! ہم قیامت تک یہیں رہیں گے، تمہارے آنے کا انتظار ہے، جب تم آجاؤ گے تو تمہارے ساتھ آگے چلیں گے۔ یہ باتیں وہ مجھ سے کر رہی تھی کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ اور وہ شعبان کی پندرہویں شب تھی اس رات میں نے یہ خواب دیکھا۔

بس آنکھ کھلتے ہی میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرلی، شراب نوشی سے عیاشی سے اور جن گناہوں کے اندر میں مبتلا تھا سب سے میں نے اسی رات اسی لمحہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر سچی توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی، اور پھر میں نے نیک اعمال سے دوستی کرلی اور چھوٹے بھائی کو اپنا لیا۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کی صف میں شامل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان

کو اتنا مقام عالی عطا فرمایا کہ آج ان کا شمار بزرگوں میں ہوتا ہے اور الحمد للہ وہ ہمارے سلسلے کے بزرگوں میں سے ہیں۔

نیک عمل کب کام دے گا؟

بہر حال، نیک عمل بھی اس وقت قبر کے عذاب سے بچانے کا باعث بنتا ہے جب اس میں کچھ طاقت ہوگی، قوت و توانائی ہوگی۔ لہٰذا قرآنِ کریم کی ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں اسی نیک عمل کے کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور سورۂ تبارک الذی کی آیت میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؕ

(سورۂ تبارک الذی آیت ۲)

اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ تمہیں آزمائیں کہ کون سب سے اچھے عمل کرتا ہے۔

لہٰذا یہ چھوٹا بھائی ہی سب سے زیادہ کام آنے والا ہے، بڑے بھائی اور منجھلے بھائی سے کوئی توقع رکھنا ناسمجھی کی بات ہے۔

چھوٹے بھائی کی دوستی سے بڑے بھائی کا کار آمد ہونا

اور جو کوئی چھوٹے بھائی کو اپنا لیتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے، اس

کے ساتھ اچھا سلوک اور ہمدردی کرتا ہے اور تن من دھن اس پر قربان کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی مہربانی فرماتے ہیں کہ پھر بڑا بھائی بھی چھوٹے بھائی کی طرح کار آمد ہو جاتا ہے، کیونکہ جب انسان نیک عمل کرے گا تو یہ نیک عمل یہ سکھلائے گا کہ اس بڑے بھائی یعنی مال و دولت کو کس طریقہ سے نیکی میں استعمال کرنا چاہئے، پھر وہ حرام سے بچائے گا، ناجائز سے بچائے گا، غفلت سے بچائے گا اور اس مال و دولت کو آخرت کے لئے استعمال کرنا سکھلائے گا، نیک راہوں میں لگانے کا طریقہ بتائے گا، پھر انسان حلال طریقہ سے کمائے گا، جائز طریقہ سے کمائے گا، دل میں اس کی محبت نہ ہوگی، اور پھر اس کو کسی مسجد میں لگائے گا، کسی مدرسہ کی تعمیر میں لگائے گا، کہیں پانی کا کنواں کھدوائے گا۔ اور پھر مرنے کے بعد خود قبر میں لیٹا ہوا ہوگا اور اس کی بنی ہوئی مسجد میں لوگ نمازیں پڑھ رہے ہوں گے، تلاوت کر رہے ہوں گے، ذکر و دعا کر رہے ہوں گے، وعظ اور درسِ قرآن اور درس حدیث ہو رہا ہوگا، اور سارا ثواب اسے قبر کے اندر پہنچ رہا ہوگا، ثواب کے پارسل کے پارسل اس کے پاس آ رہے ہوں گے۔ دیکھئے چھوٹے بھائی کی دوستی سے وہ بڑا بھائی بھی کار آمد ہو رہا ہے۔

منجھلے بھائی کا کار آمد ہونا

ایسے ہی یہ منجھلا بھائی بھی اس آدمی کے لئے کار آمد ہو جاتا ہے جو آدمی خود نیک ہوتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو نیکی کی راہوں پر لگاتا ہے، تو

سب سے بڑا صدقہ جاریہ انسان کی نیک اولاد ہوتی ہے، مسجد سے بھی، مدرسہ سے بھی، کنویں سے بھی، پل سے بھی۔ ماں باپ نے اولاد کو نیک راہ پر لگایا تھا اس سے وہ اولاد نیک بن گئی، اب وہ جو بھی نیک کام کرے گی زندگی بھر اس کا ثواب ماں باپ کو پہنچتا رہے گا، اور وہ جو دعائیں کرے گی ان دعاؤں کا ثواب بھی ان کو ملے گا اور جو ایصال ثواب کرے گی تو اس کا ثواب بھی ان کو پہنچتا رہے گا۔

ایک حکایت

نزہۃ البساتین میں ایک حکایت لکھی ہے: ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک قبرستان میں گیا، اور وہاں ایک طرف کو میں لیٹ گیا اور میری آنکھ لگ گئی، میں نے دیکھا کہ ایک میدان ہے اور بہت سے آدمی اس میدان کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں، اور ان پر کوئی سفید سی چیز برس رہی ہے اور وہ اسے چن چن کر اکھٹا کر رہے ہیں، اور ایک آدمی وہاں ایک طرف بیٹھا ہوا ہے اور وہ وہاں سے کوئی چیز نہیں آٹھا رہا، تو میں نے اس سے جا کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چیز اٹھا رہے ہیں اور آپ ان کے ساتھ اٹھانے میں کیوں شریک نہیں ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ سب اہلِ قبور ہیں، اس قبرستان میں جتنے مسلمان ہیں یہ سب ان کی روحیں ہیں، اور یہ میدان میں جمع ہو کر جو چیز چن رہے ہیں تو دراصل دنیا والوں نے ان کے لئے جو ایصالِ ثواب کیا ہے اور ان کے لئے جو دعائے مغفرت کی ہے اور جو ان کو ثواب

پہنچایا ہے وہ ان پر برس رہا ہے اور پہنچ رہا ہے، جس کو جتنا پہنچایا گیا ہے وہ اس کو اس میدان میں سے چن رہا ہے، اس کو اٹھا کر اور جمع کر کے یہ لوگ اپنی اپنی قبروں میں چلے جائیں گے، میں نے پوچھا آپ کیوں نہیں یہ ثواب اٹھا رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ میرا ایک بیٹا ہے، وہ روزانہ پورا ایک قرآن شریف ختم کر کے اس کا ثواب مجھے پہنچا دیتا ہے، میرے پاس جتنا آ جاتا ہے ان کے پاس اس کا ہزاروں حصہ بھی نہیں آ رہا، میں نے کہا کہ اپنے بیٹے کا نام اور پتہ بتاؤ اور کس بازار میں وہ تجارت کرتا ہے؟ چنانچہ اس نے پتہ بتا دیا اور بازار بتا دیا، جب میں بیدار ہوا اور اس بازار پہنچا جس بازار کا پتہ انہوں نے مجھے بتلایا تھا اور جو چہرہ مہرہ انہوں نے بتایا تھا اس چہرہ مہرہ والا ان کا بیٹا میں نے تلاش کر لیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ لوبیہ بیچ رہا تھا، اور میں نے دیکھا کہ اس کی زبان مسلسل ہل رہی تھی، تو میں اس کے پاس گیا اور اس کو سلام کیا اور میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے والد صاحب زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں وفات ہو گئی، میں نے کہا اچھا تو پھر آپ یہ کیا پڑھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ میں روزانہ ایک قرآن شریف اپنے والد صاحب کے لئے ختم کرتا ہوں، اپنا سامان بھی بیچتا رہتا ہوں اور گاہک کے جانے کے بعد پھر شروع کر دیتا ہوں، اور قرآن شریف مجھے ازبر یاد ہے، صبح شروع کرتا ہوں شام تک ختم کر دیتا ہوں اور اپنے والد صاحب کو بخش دیتا ہوں۔ میں نے اپنا خواب اس کو سنایا کہ تمہارا ثواب روزانہ ان کو پہنچ رہا ہے اور تمہارے والد صاحب تو بادشاہ بنے ہوئے ہیں،

بھائی! اس سلسلہ کو جاری رکھنا، تمہارے والد صاحب تم سے بہت خوش ہیں۔

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ میں اس قبرستان سے گزرا اور میں ایک جگہ لیٹا تو اللہ تعالیٰ نے پھر اس قبرستان کا حال مجھ پر منکشف فرمادیا، اب میں نے دیکھا کہ اسی طریقہ سے اس میدان میں سب لوگ جمع ہیں اور اسی طریقہ سے سفید سفید چیز ان کے اوپر برس رہی ہے جس کو وہ زمین پر سے چن رہے ہیں، اور وہ آدمی بھی چن رہا ہے جس کو میں نے پہلے اکیلے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے پوچھا کہ پہلے تو تم اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور اب تم بھی چن رہے ہو، اس نے کہا کہ اب میرے اس بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا اب میں بھی اس کا محتاج ہوں، اور دنیا والے جو دعائیں اور ایصال ثواب پہنچاتے ہیں وہ میں بھی ان کے ساتھ چن رہا ہوں، جیسے وہ محتاج ہیں ایسے ہی اب میں بھی محتاج ہوں۔ دیکھ لیا آپ نے، پورا قرآن شریف بیٹا اپنے باپ کو پہنچا رہا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ روزانہ پورا قرآن شریف ہم میں سے کون پہنچا سکتا ہے؟ تو میں اس کی ترکیب بتا دیتا ہوں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو چار قرآن شریف ختم کرنے کا ثواب دیتے ہیں، اور اگر کوئی ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھتا ہے تو دس قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ تو بھائی کم از کم بارہ مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھ کر ہم بھی اپنے ماں باپ کو اور

اپنے دادا دادی کو اپنے نانا نانی کو اپنے ساس سسر کو اور اپنے بیوی بچوں کو ثواب پہنچا سکتے ہیں، روزانہ بارہ مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچادو، ان کی عید آ جائے گی، ہمارا کچھ بھی نہ جائے گا، اور انشاء اللہ ہمارے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ آئے گی۔

بہر حال، یہ چھوٹا بھائی کام کا ہے، اگر یہ درست ہو جائے اور اس کو ہم ٹھیک کرلیں یعنی اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کرلیں تو بیوی بچے بھی نیکی کی راہ پر چلیں گے، پھر یہ بھی ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لئے استغفار کریں گے، دعا کریں گے، ایصال ثواب کریں گے، دنیا و آخرت میں ہمارے کام آئیں گے۔

بہر حال، اگر ہم اس تیسرے بھائی یعنی نیک عمل کے ساتھ خدمت کا تعلق رکھیں گے، اس کو اپنائیں گے، تو یہ مال و دولت یعنی بڑا بھائی بھی نیک بن جائے گا، اور پھر یہ بھی حلال و طیّب بن کر اعتدال کے ساتھ ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنے گا، دنیا میں بھی اسے ہم انشاء اللہ تعالیٰ نیک کاموں میں اور نیک راہوں میں لگائیں گے اور اپنی اولاد کو بھی نیک کاموں میں لگانا سکھائیں گے تو پھر یہی مال ہماری اولاد ہمارے مرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ صدقہ جاریہ میں لگائے گی۔ جو لوگ خود نیک ہوتے ہیں اور جن کی اولاد بیوی بچے نیک ہوتے ہیں، انہیں کی اولاد پھر ہر سال ان کے لئے قربانی بھی کرتی ہے، عمرہ بھی کرتی ہے، طواف بھی کرتی ہے، صدقہ و خیرات اور مغفرت کی دعائیں اور ایصالِ ثواب بھی کرتی ہے، اور جس نے

مال و دولت کو اپنا خدا بنالیا، یا دین کو چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں کو سب کچھ بنایا اور دین کو پسِ پشت ڈال دیا تو پھر اس سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی عذاب و وبال اور پریشانی کی چیز نہیں ہو سکتی، پھر یہ صرف دنیا تک ساتھ ہیں، آگے جانے والا کوئی نہیں، آگے تو آدمی پھر اکیلا ہی جائے گا۔

خلاصہ

رحمتِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعہ ہم کو صرف ایک چیز کی طرف متوجہ فرمایا ہے، کہ دیکھو دنیا اور بیوی بچے یہ دل لگانے کی چیز نہیں ہے، یہ اس لئے ہیں کہ تم دنیا میں اِن کے ساتھ رہو اور ان کو بھی دین کے راستہ پر لگاؤ، دل لگانے کی چیز تو بس اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور دل میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے، نہ پیسہ کی محبّت اور نہ ہی اولاد کی محبّت۔ ان کی محبت اتنی زیادہ نہ ہو کہ یہ محبت غالب ہو کر دین کی محبت کو پیچھے کر دے، ان کی اتنی محبّت رہے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ رہیں، کیونکہ ہم ان کے محتاج ہیں، ان کے بغیر انسان کی زندگی گزر نہیں سکتی، لیکن ان کو تابع کر کے رکھو، خادم بنا کر رکھو، ان کو اپنا متبوع و مخدوم نہ بناؤ اور ان کو زندگی کا مقصود نہ بناؤ۔ مقصود اصلی تو دین ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور آخرت ہے، اگر ان کو اپنا مقصودِ اصلی بنایا اور ان کو اپنایا اور ان پر اپنی جان قربان کی اور ان پر اپنا تن من دھن قربان کر دیا، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے یہ بھی رام ہو

جائیں گے، اور یہ بھی دنیا و آخرت میں ہمارے خیر خواہ اور ہمدرد بن جائیں گے، ورنہ مال و دولت تو صرف دنیا میں ہمارے ساتھ ہے، مرتے ہی دوسروں کا ہو جائے گا اور وارث اس کے مالک بن جائیں گے، اور بیوی بچے اور دوست احباب بھی صرف قبر تک ہمارے ساتھ ہیں لیکن قبر کے باہر باہر، اور قبر کے اندر ہم اکیلے ہوں گے، وہاں تو نیک عمل ہی جائے گا اگر نیک عمل ہوگا ورنہ برا عمل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح فہم نصیب فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے کہ دین ہی ہمارا مقصودِ اصلی بن جائے اور آخرت زندگی کا سب سے اہم مقصد بن جائے اور اللہ تعالیٰ اس چھوٹے بھائی سے دوستی اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کریں

۸

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد وسیم

میمن اسلامک پبلشرز

۱/۱۸۸۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کریں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له. ونشهد ان لااله الا الله وحده لا شريک له، ونشهد أن سيدنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه وبارک وسلم تسليماً كثيراً كثيرا.

امابعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورة العصر) صدق الله العظيم.

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! آج میں انشاء اللہ آپ کی خدمت میں وہ پانچویں حدیث بیان کروں گا جس کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب فرمایا تھا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ حدیثوں کو منتخب فرمایا تھا اور ان پانچ حدیثوں پر عمل کرنے کی اپنے بیٹے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی تھی اور یہی بات حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) احادیث سے ابوداؤد شریف مرتب کی ہے، جس میں تمام احادیث سند کے اعتبار سے صحیح ہیں، یا صحیح کے قریب ہیں، اور پھر ان چار ہزار آٹھ سو حدیثوں کا خلاصہ چار حدیثیں ہیں ان میں یہ حدیث بھی شامل ہے جو ابھی میں آپ کے سامنے بیان کروں گا، اس کے علاوہ بھی دیگر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ پورے دین کا ایک چوتھائی حصہ نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے اندر جمع فرمادیا ہے، بلکہ بعض علماء کرام نے آگے بڑھ کر یہاں تک فرمادیا ہے کہ یہ حدیث نصف العلم ہے یعنی آدھا دین یہ حدیث ہے، اور باقی آدھا دین دوسری تمام حدیثیں ہیں، یعنی جس کسی نے اس حدیث کو سمجھ لیا اور سمجھ کر اس پر عمل کرلیا، تو اس کا تقریباً آدھے دین پر عمل ہوگیا۔

بہترین حدیث

وہ حدیث مبارک یہ ہے کہ سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه".

(ترمذی، کتاب الزہد، باب نمبر ۱۱، حدیث نمبر ۲۳۱۸)

ترجمہ: انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جس کام میں دین یا دنیا

کا کوئی فائدہ نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

جس کام میں دین کا یا آخرت کا کوئی فائدہ ہو، یا دنیا کا کوئی جائز فائدہ ہو اس کو بیشک کرے، تاکہ اس کو کرنے سے دین کا اور آخرت کا فائدہ حاصل ہو یا دنیا کا جائز فائدہ اس کو حاصل ہو، لیکن ایسا کوئی کام یا ایسی بات نہ کرے کہ جس میں نہ دین کا کوئی فائدہ ہو، نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو اور نہ ہی آخرت کا کوئی فائدہ ہو، یا تو بالکل ہی بے فائدہ ہے، یا بے فائدہ سے بڑھ کر اس میں نقصان بھی ہے، تو اس سے بدرجہ اولیٰ پرہیز کرے، کہ اس میں آخرت کا دین کا اور دنیا کا نقصان ہے۔

گناہوں کے نقصانات

جتنے بھی گناہ ہیں ان میں دنیا وآخرت کا نقصان ہے، گناہوں سے دنیا میں بھی تباہی اور بربادی آتی ہے آدمی کا سکون اڑ جاتا ہے بے چینی اور بے قراری میں انسان مبتلاء ہو جاتا ہے، اور آخرت کا نقصان تو یقیناً ہے سب سے بڑا عذاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ قبر اور دوزخ کا عذاب ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے پناہ میں رکھے۔ آمین

زندگی قیمتی ہے

بہر حال، فضول اور لایعنی کاموں سے بچنا یہ وہ اہم ارشاد ہے جسے ہمیں فی الفور اپنانے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ یہ جو زندگی ہم سب کو ملی ہوئی ہے

یہ بڑی قیمتی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ذریعہ اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کو بیان فرمایا ہے، اگر ہم ذرا غور کریں گے تو ہمیں بھی یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہ لمحاتِ زندگی کتنے قیمتی ہیں، اور اس کا صحیح اندازہ تو آخرت میں جا کر ہوگا، لیکن اس وقت ہمارے اختیار میں کچھ نہ ہوگا۔

دو رکعتوں کی اہمیت

سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک قبر کے پاس سے گذرے تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم جب کسی وقت جلدی جلدی میں دو رکعتیں پڑھ لیتے ہو اور ان کو معمولی سمجھتے ہو، وہ معمولی نہیں ہیں، یہ میت جو اس قبر کے اندر ہے، وہ یہ حسرت اور تمنّا کر رہی ہے کہ کاش مجھے زندگی کے دو منٹ اور مل جاتے تو میں بھی دو رکعتیں اور پڑھ لیتا، اس کے نزدیک دو رکعتیں پڑھ لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، یعنی دنیا میں جتنی بھی نعمتیں ہیں سونا ہے چاندی ہے روپیہ ہے عہدہ ہے بادشاہت ہے سلطنت ہے عزت ہے اور نہ جانے کتنی انگنت نعمتیں ہیں، یہ دنیا کی نعمتیں بھی کوئی شمار نہیں کر سکتا، اس کے نزدیک یہ دو رکعتیں ان تمام نعمتوں سے افضل اور بہتر ہیں، اس لئے تمنّا کر رہا ہے کہ کاش مجھے دو منٹ زندگی کے اور مل جاتے تو دو رکعتیں اور پڑھ لیتا۔ تم ان دو رکعتوں کو معمولی سمجھ رہے ہو، اس سے پوچھو وہ دو رکعتیں کتنی قیمتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، راستے میں آپ ایک قبر کے پاس رُکے، اور سواری سے اترے اور دو رکعت نفل پڑھی اور پھر سواری پر آ کر بیٹھ گئے اور روانہ ہو گئے، آپ کے ساتھی نے یہ سمجھا کہ یہ کسی خاص شخص کی قبر ہے اس لئے دو رکعت نفل آپ نے یہاں پڑھی ہیں، تو پوچھا کہ حضرت یہ دو رکعت آپ نے کس لئے پڑھی ہیں؟ فرمایا کہ یہ دو رکعت میں نے اس لئے پڑھی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میت یہ حسرت اور تمنا کرتی ہے کہ کاش دو منٹ مجھے اور مل جاتے تو میں دو رکعت اور پڑھ لیتا، لیکن اب اس کا تو عمل منقطع ہو چکا، اب اگر یہ دو رکعتیں پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا۔ تو میں نے سوچا کہ مجھے تو اللہ نے ابھی عمل کی اجازت دی رکھی ہے، مجھے تو فرصت دے رکھی ہے، وقت دیا ہوا ہے، مہلت دے رکھی ہے، کیوں نہ میں دو رکعتیں پڑھ لوں، اس لئے میں نے سواری سے اتر کر دو رکعتیں پڑھ لیں تاکہ میرا تو کم از کم عمل ہو ہی جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی توفیق عطاء فرما دیں۔ آمین

مرنے والا سب کچھ جان لیتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ مرنے والا اپنے عزیز واقارب دوست واحباب کی دعاؤں اور ایصال ثواب کا ایسا محتاج ہوتا ہے جیسے ڈوبنے والا زندگی کے سہارے ڈھونڈتا ہے، کیونکہ وہ میت جانتا ہے کہ نیک کاموں کا کیا ثواب

ہے، اور گناہوں کا کیا عذاب ہے، اب تو ہر چیز اس کے سامنے مثل آئینہ کے ہے، نیکیوں کا اجر و ثواب بھی اس کو سامنے نظر آ رہا ہے کہ "سبحان اللہ" پڑھنے کا یہ ثواب ہے، "الحمدللہ" پڑھنے کا یہ ثواب ہے، "اللہ اکبر" کا یہ ثواب ہے دو رکعتوں کا یہ ثواب ہے تلاوت کا یہ ثواب ہے، صدقہ کا یہ ثواب ہے اور ہر نیک کام کا یہ ثواب ہے سب کچھ سامنے نظر آ رہا ہے، جتنی بھی آخرت کی نعمتیں ہیں سب نظر آ رہی ہیں، اس لئے وہ دیکھ کر تمنا کرتا ہے کہ ہائے میرے والد صاحب میرے لئے دعا کر دیں، میری ماں میرے لئے یٰسین شریف بخش دے میرا بھائی میرے لئے صدقہ وخیرات کر کے ثواب بخش دے وہ ایسا بے چینی اور انتظار کے ساتھ اپنے بھائیوں کی دعاؤں اور استغفار اور ایصال ثواب کا منتظر ہوتا ہے جیسے کہ ڈوبنے والا زندگی کے سہارے ڈھونڈتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ قبرستان سے گذر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحب قبر کا حال ان پر منکشف فرما دیا اور ان کو میت قبر کے اندر بیٹھی ہوئی قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول نظر آئی، انہوں نے میت سے پوچھا کہ ہم نے سنا تھا کہ قبر کے اندر عمل نہیں کرنا پڑتا، وہاں تو بس آرام ہی آرام ہے، مگر تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم عمل کے اندر مشغول ہو، اس میت نے کہا کہ یہاں عمل کرنے کی کوئی تاکید نہیں اور حکم نہیں لیکن یہاں پر ایک معمول ہے کہ جب کوئی شخص منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دے کر کامیاب ہو جاتا ہے، اور

عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے، تو اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ قیامت تک تمہیں قبر کے اندر انتظار کرنا ہے۔ جب تک دنیا آباد ہے اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، جب دنیا ختم ہوگی تو قیامت آئے گی، قیامت کے بعد حساب وکتاب ہوگا، حساب وکتاب کے بعد جنّت یا جہنم میں جاؤ گے، اب تم قبر میں کب تک انتظار کرو گے لہٰذا تمہارا کوئی مشغلہ ہونا چاہئے تاکہ تم اس میں مشغول رہو، اور تمہارا وقت آسانی کے ساتھ گذر جائے، لہٰذا ہر ایک سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنا پسندیدہ کام بتلادو اگر وہ تمہارے حسب حال ہوگا تو تمہیں اس کی اجازت دے دی جائے گی، چنانچہ جب میں اللہ کے فضل وکرم سے اپنے سوال وجواب میں کامیاب ہوگیا اور عذاب قبر سے نجات پائی اور قبر کی پرسکون زندگی پائی، تو مجھ سے بھی پوچھا گیا کہ تم کونسا کام کرنا پسند کرو گے، تاکہ تم اس میں لگے رہو، میں دنیا کے اندر قرآن شریف کا حافظ تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے اندر قرآن شریف پڑھنے کا بہت ہی شوق عطا فرمایا تھا، میں دنیا کے اندر قرآن شریف کی تلاوت میں منہمک رہتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا مجھے بہت ہی ذوق عطا فرمایا تھا، اس لئے میں نے کہا کہ مجھے قرآن شریف پڑھنے کی اجازت مل جائے تو عنایت ہوگی، چنانچہ مجھے اس کی اجازت دے دی گئی، لہٰذا میں رات دن قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہوں اور یہاں پر نہ نیند ہے نہ اونگ ہے نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے، نہ کمزوری ہے نہ بیماری ہے، اس لئے کہ یہ تو سارے جسم کے لوازمات تھے اور وہ دنیا میں رہ گیا، یہ تو عالم برزخ ہے اور عالم برزخ میں روح ہوتی ہے اور روح کو نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس لگتی ہے نہ کمزوری ہوتی ہے نہ بیماری، بس رات دن قرآن

شریف کی تلاوت میں مشغول رہتا ہوں۔

ایک سبحان اللہ کی قیمت

جب سے میں اس قبر میں آیا ہوں، اس وقت سے اب تک میں نے ستر ہزار قرآن شریف ختم کر لئے ہیں، وہ ستر ہزار قرآن شریف میں تمہیں دیتا ہوں تم ایک "سبحان اللہ" کا ثواب مجھے بخش دو، میں نے کہا کہ ارے بھائی! کیوں ستر ہزار تم مجھے دے رہے ہو اور ایک سبحان اللہ کا ثواب لے رہے ہو، آخر ان دونوں میں نسبت ہی کیا ہے، ایک کے بدلہ میں دس ہوتے یا سو ہوتے تو کوئی بات تھی، اس نے کہا نہیں پہلے تم مجھے ایک سبحان اللہ بخش دو پھر میں تمہیں بتاؤں گا، تو ان بزرگ نے کہا کہ پہلے تم بتلاؤ پھر میں تمہیں دونگا، دنیا میں تو ستر تو کیا سات بھی دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے، ایک سبحان اللہ کے بدلہ میں ایک قرآن شریف بھی نہیں دیگا، اور تم ستر ہزار قرآن شریف دے رہے ہو، اس نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہاں قرآن کریم کی تلاوت کا کوئی ثواب نہیں، اس لئے کہ یہ دارالجزاء ہے دارالعمل نہیں، یہاں ستر ہزار تو کیا ستر لاکھ کا بھی ثواب نہیں ہے، لیکن جہاں تم ہو وہاں سبحان اللہ کہنے سے الحمد للہ کہنے سے اتنا ثواب ہے کہ میزان عمل کا آدھا پلڑا بھر جاتا ہے اور وہ میزان عمل کوئی چھوٹی ترازو نہیں ہے بلکہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اس میں رکھ دیں تو وہ اس کے اندر سما جائیں گے۔ میرے ستر ہزار کا کوئی ثواب نہیں تمہارے سبحان اللہ کا اتنا ثواب ہے اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ ستر ہزار تم لے لو ایک سبحان اللہ مجھے دے دو۔

یہ زندگی قیمتی ہے

اس وقت ہم زمین کے اوپر ہیں اور ہم ابھی سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں جو کہ وہ میت ستر ہزار قرآن کریم کے بدلے مانگ رہی تھی، ہم الحمد للہ کہہ سکتے ہیں اللہ اکبر کہہ سکتے ہیں لا الہ الا اللہ کہہ سکتے ہیں، تو یہ دنیا کی زندگی کتنی قیمتی ہے اس میت نے ستر ہزار قرآن شریف ختم کر لئے اس کا تو کوئی ثواب نہیں اور دنیا میں رہنے والا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے، ہماری زندگی اتنی قیمتی ہے، چھوٹے چھوٹے اعمال پر اللہ تعالیٰ کے رسول نے ایسے ایسے ثواب بیان فرمائے ہیں کہ ان کو پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

"سبحان اللہ وبحمدہ" کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی آدمی صرف سبحان اللہ وبحمدہ سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھے، تو اس کا آخرت میں اتنا بے حساب اجر وثواب ہوگا کہ کسی کا بھی اتنا ثواب نہ ہوگا، سوائے اس شخص کے کہ اس نے بھی یہی کلمہ اتنی مرتبہ پڑھا ہو یا اس سے زیادہ پڑھا ہو، لہٰذا اگر اس کے ساتھ "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" بھی ملا لیا جائے تو اس کا اور بھی زیادہ ثواب ہو جاتا ہے، جتنے کلمات بڑھیں گے اتنا ثواب بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

درود شریف کا ثواب

ایک کتاب ہے "درود وسلام کا حسین مجموعہ" اس میں ایک چھوٹا سا درود

ہے، وہ یہ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلٰوتِکَ" اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یہ درود شریف پڑھنا دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہے، اور اگر کوئی شخص دس مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لے تو ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہو گیا، اب روزانہ کون ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھ سکتا ہے۔ ایک لاکھ تو درکنار، دس ہزار مرتبہ پڑھنا بھی آسان کام نہیں ہے، لیکن یہ درود شریف پڑھنا سب کے لئے آسان ہے، مصروف سے مصروف آدمی بھی ہر نماز کے بعد دس مرتبہ بآسانی پڑھ سکتا ہے، نماز پڑھنے کے لئے آرہے ہیں تو راستے ہی میں پڑھ لیں، مسجد میں آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ کر پڑھ لیں، نماز کے بعد جب تسبیحات پڑھتے ہیں ان کے بعد دس مرتبہ پڑھ لیں، تو روزانہ جب دس مرتبہ پڑھے گا تو ایک نماز میں ایک لاکھ مرتبہ ثواب ہو جائے گا، اور دن میں جب پچاس مرتبہ پڑھے گا تو پانچ لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھنے کا ثواب ہو جائے گا، اللہ پاک نے کیسے اپنی رحمت برسا رکھی ہے، آخرت چونکہ بے انتہا ہے اس لئے اجر و ثواب بھی بے انتہاء ہے، تو جب بندے آخرت کی زندگی میں پہنچیں گے تو جیسے وہ آخرت کی زندگی لامتناہی ہے تو اس کے لئے اجر و ثواب بھی بے انتہا ہے۔ اللہ نے اجر و ثواب کے دروازے کھولے ہوئے ہیں۔

ایک عجیب بابرکت کلمہ

ایک اور کلمہ بڑا ہی عجیب و غریب ہے وہ یہ ہے کہ: "لَا اِلٰـــــهَ اِلَّا اللّٰہ وحده لا شريک له احداً صمداً لم يلد ولم يولد ولم يکن له کفواً

احــد" اس دعا میں آدھا تو قل ھواللہ ہی ہے "لا الـــه الا الله وحـده لا شـریک لـه" یہ تو ہر مسلمان کو یاد ہوتا ہے، اس سے آگے دو جملے ہیں اَحَداً صَمَداً اس سے آگے قل ھواللہ ہے لـم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احـدا۔ لیکن اس کلمہ کی فضیلت یہ ہے کہ اگر کوئی ایک مرتبہ پڑھے تو اس کو بیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں، اگر پانچ مرتبہ پڑھ لیں تو ایک کروڑ نیکیاں ہونگیں، دس مرتبہ پڑھ لیں تو دو کروڑ ہو گئیں، اب بتلائیے ہر نماز سے پہلے یا بعد میں دس مرتبہ یہ چھوٹا سا کلمہ پڑھنا کیا مشکل کام ہے، اور اس سے اندازہ لگائیں کہ ہماری یہ زندگی کتنی قیمتی ہے، اس میں آخرت کے لئے کیا کیا کما سکتے ہیں، لیکن ہم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، لایعنی کاموں کے اندر مشغول ہیں۔

کاموں کی تین قسمیں

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کے جتنے بھی کام ہیں وہ تین قسموں پر مشتمل ہیں (۱) یا تو وہ کام ایسا ہے کہ جس کے اندر دین یا دنیا کا کوئی فائدہ ہے یعنی دنیا کا کوئی جائز فائدہ حاصل ہے یا دین کا اور آخرت کا فائدہ ہے، مثلاً اس میں اللہ کی رضا ہے مغفرت ہے بخشش ہے، یہ سارے فضائل ہیں اور نفع ہے آخرت کا، اور ان کے ساتھ دنیا کا بھی نفع ہوتا ہے کہ آدمی کو سکون ملتا ہے چین ملتا ہے، آرام ملتا ہے، عزت ملتی ہے راحت ملتی ہے حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے، یہ دنیا کے فوائد ہو گئے۔

(۲) دوسرے وہ کام ہیں کہ جن کے اندر یا تو آخرت کا کوئی نقصان ہے یا دنیا کا کوئی نقصان ہے، مثلاً دین کا یہ نقصان ہے کہ وہ گناہ ہے چاہے کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو، چاہے ہاتھ کا گناہ ہو، چاہے آنکھ کا گناہ ہو، چاہے کان کا

گناہ ہو چاہے دل کا گناہ ہو، چاہے پیسے کا گناہ ہو یا عہدہ و منصب کا گناہ ہو، اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ اس میں خسارہ ہے، بے عزتی ہے انسان کی بے حرمتی ہوتی ہے وقار گرتا ہے، یہ نقصانات دنیا کے ہو گئے، مالی نقصان ہو یا جانی نقصان ہو یا عزت جاتی رہی یا اور کوئی دنیاوی نقصان پہنچ گیا۔

(۳) اور تیسری قسم کاموں کی وہ ہے کہ جس میں نہ نفع ہے نہ نقصان ہے، نہ دین کا کوئی فائدہ ہے، نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہے، نہ دین کا کوئی نقصان ہے، نہ دنیا کا کوئی نقصان ہے، مثلاً وہ بے فائدہ لایعنی کام ہے۔

اب جس کام میں دنیا یا آخرت کا کوئی فائدہ ہے وہ تو کار آمد ہوا، اسے تو چاہئے کہ انسان اختیار کرے، اور اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو ایسے ہی کاموں کے لئے وقف کردے، اور صبح سے شام تک ایسے کاموں کو اختیار کرے کہ جن میں یا تو دنیا کا حلال یا جائز نفع ہو، یا آخرت کا کوئی اجر و ثواب من جانب اللہ مقرر ہو، تاکہ اس کے کرنے سے آخرت کا اجر و ثواب یا دنیا کا کوئی حلال و جائز فائدہ نصیب ہو جائے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، وہ نافع اور مفید ہے، اور جتنے وہ کام ہیں کہ جن میں دنیا یا آخرت کا کوئی نقصان ہے اس میں کوئی عذاب ہے، وبال ہے وہ گناہ ہیں نافرمانیاں ہیں جن پر دنیا میں بھی طرح طرح کے عذاب اور وبال اترتے ہیں، اور آخرت میں بھی ان پر عذاب ہے تو ایسے کاموں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

رہے وہ کام جن میں نہ نقصان نہ نفع نہ نیکی نہ بدی نہ اجر و ثواب نہ کوئی نقصان تو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جو تیسری قسم کے کام ہیں اگر آدمی غور کرے تو یہ بھی نقصان دہ ہے اس لئے کہ جتنا وقت اس نے اس

بے کار اور لایعنی کام میں گزار دیا اگر کار آمد میں گزارتا تو نہ جانے کتنا فائدہ حاصل کرتا۔

تین کاموں کی مثال۔ایک واقعہ

اس کی ایک بڑی ہی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک آدمی جو بہت ہی غریب محتاج یتیم اور مفلوج خستہ حالت ہے، فقر وفاقہ سے عاجز آ گیا ہے، وہ اتفاق سے ایک جزیرہ میں پہنچ جاتا ہے وہاں سونے کا ایک پہاڑ ہوتا ہے، اور پہاڑ کا مالک اس سے کہتا ہے کہ تم بہت غریب آدمی ہو اور فقر وفاقہ سے عاجز آ گئے ہو، مجھ سے تمہاری حالت دیکھی نہیں جاتی اس لئے تم جتنا سونا اس پہاڑ میں سے نکالو گے وہ تمہاری ملکیت ہوگا، میری طرف سے تمہیں اجازت ہے، اور دیکھو جس وقت میں مناسب سمجھوں گا تمہیں لینے سے منع کروں گا لیکن میں یہ نہیں بتاتا کہ کس وقت منع کروں گا اور جب تک میں منع نہ کروں تم جتنا چاہے سونا لے سکتے ہو، اور جب منع کروں گا تو ایک رتی اس میں سے لینے کی اجازت نہ ہوگی، اور تم لینا بھی چاہو گے تو نہیں لے سکو گے، اور پھر اگر تم اس جزیرے سے نہ بھی جانا چاہو گے تو زبردستی تمہیں نکلوا دوں گا۔

عقل مندی کا تقاضا

ظاہر ہے کہ عقل مندی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزارے، اس لئے کہ وہ تو جانتا ہے کہ میں تو ایسے ایسے فقر وفاقہ میں رات دن گزار کر آیا ہوں لہٰذا وہ تو رات دن سونا کھودنے ہی میں لگا رہے گا، یہ سمجھے گا یہ تو بڑا قیمتی وقت ہے اسمیں جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے سونا نکال لوں۔

اور اگر کوئی شخص اس سے یہ کہے گا کہ یہ جزیرہ تو بڑا عمدہ ہے چلو تفریح کرتے ہیں تو یہ جواب دیگا چھوڑو تفریح کو میں تو سونا نکالوں گا تمہیں تفریح مبارک، اس کو تو جتنا بھی وقت ملے گا اوزار لے کر کے سونا کھود کر کے اپنی بوری میں جمع کریگا اور یہ سوچے گا کہ یہ سونا کیسے لے کر کے جاؤں گا، رات دن اسی فکر میں رہے گا، اور اس میں تو اسی کا فائدہ ہے، جتنا سونا لے جائے گا اتنا ہی فائدہ ہوگا، اس کی نسلیں بیچ کر کے کھائیں گی، لیکن اگر وہ فقیر اس مالک کی یہ بات سن کر اس جزیرے کی سیر وتفریح میں لگ جائے اور سونے کو ہاتھ نہ لگائے تو بظاہر اس میں بھی اس کا کوئی نقصان نہیں ہے، لیکن حقیقت میں کتنا بڑا نقصان ہے، کہ اس کو اس میں سے کتنا سونا با آسانی مل سکتا تھا لیکن اس نے حاصل نہ کیا اور جب مالک نے کہا کہ نکلو یہاں سے، جتنا لے لیا بس لے لیا، اب مزید لینے کی اجازت نہیں، اب اگر وہ چاہے کہ لاؤ میں جلدی سے کچھ اور لے لوں تو نہیں لے سکے گا۔ تو یہی بے فائدہ کاموں کی مشغولیت ہے تو دنیا میں آئے تھے اس لئے تاکہ آخرت کا سونا حاصل کرتے، یا دنیا کا کوئی جائز فائدہ حاصل کرتے سونا نہ سہی چاندی ہی سہی، تو چاندی بھی مفید سونا اور ڈالر بھی مفید، تو جتنا بھی حاصل کرتے فائدہ ہوتا، لیکن اللہ بچائے جس نے یہاں آکر کے اپنے اوقات بجائے سونا حاصل کرنے کے فضول اور لایعنی کاموں میں گزار دیے تو ایسا ہی ہے جیسے کہ اس کو سونے کا پہاڑ ملا لیکن اس نے ایک رتی بھی حاصل نہ کیا۔

ہماری حالت

آج ہمارے معاشرے کے اندر اپنے اوقات کو گنوانے کے اتنے مشغلے

پھیل چکے ہیں، اور اتنے کام ہمارے لا یعنی اور فضول ہو گئے ہیں کہ جن کے اندر ہماری زندگی کے قیمتی اوقات ضائع ہو رہے ہیں، گناہوں کی باتوں کو تو بیان ہی نہیں کر رہا ہوں اس لئے کہ گناہوں کی باتوں کی لمبی فہرست ہے ہمارا پورا معاشرہ گناہوں کی دل دل میں دھنسا ہوا ہے، ان میں دنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی خسارہ اس سے تو بچنا ہر حال میں ضروری ہے، لیکن ان گناہوں کے علاوہ ایک طریل فہرست ہماری لا یعنی کاموں کی ہے لا یعنی باتوں کی ہے اور لا یعنی مجلسوں کی ہے، اگر ہم آپس میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں تو گھنٹوں ادھر ادھر کی فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں مرد حضرات بھی اس میں مبتلا ہیں خواتین بھی اس میں مبتلا ہیں، آپس میں جب بھی بیٹھیں گے چاہے وہ تقریبات ہو یا غیر تقریبات ہوں چاہے کاروباری مصروفیات ہوں چاہے تفریحی مصروفیات ہوں، جہاں کہیں بھی بیٹھیں گے، فضول باتوں میں لگ جاتے ہیں اگر کوئی ہماری باتوں کی ٹیپ لگا دے اور ہمیں نہ بتائے اور اس کے بعد جب ہم اس محفل سے اٹھیں اور وہ ہمیں وہ ہمارا ٹیپ سنا دے تو ہم خود ہی اندازہ لگا لیں گے کہ ایک ہزار باتوں کے اندر ایک بھی کام کی بات نہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں سینکڑوں باتیں غیبت کی ہوں گی، برائی کی ہوں گی، گناہ کی ہوں گی، یا وہ باتیں ہوں گی کہ جن میں نہ دین کا کوئی فائدہ ہے اور نہ دنیا کا، لا یعنی باتوں سے ہماری مجلسیں بھری ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ بچائے جہاں کہیں دو دوست بیٹھیں گے تو ایسی باتیں کریں گے کہ جن میں نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت کا، ہمارا یہ فعل ایسا ہے جیسے کہ سونے کے پہاڑ کو گنوا دینا، یہ ایسے ہی بے دردی کے ساتھ

زندگی کے لمحات کو ضائع کرتا ہے جیسے کسی کو ہزاروں کروڑوں روپے کمانے کا موقع ملے اور وہ اسے فضول ضائع کر دے۔

اپنے کو آراستہ کرنا

ان کاموں میں سے ایک کام عورتوں اور مردوں میں مشترک ہے البتہ عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، وہ ہے اپنے آپ کو فیشن کے طور پر آراستہ کرنا بقدرِ ضرورت اپنے آپ کو آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ہمیں اپنے آپ کو کسی تقریب میں سجانے کے لئے گھنٹوں درکار ہوتے ہیں، نہ جانے کتنے مرحلوں سے گذر کر خواتین اس قابل ہوتی ہیں کہ وہ کسی تقریب میں جا کر شامل ہوں، بیوٹی پارلر سے لیکر گھر تک اور گھر سے لے کر باہر تک یہ سارے مراحل مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں، یہ فضول اور لایعنی ہے، ایسے ہی مرد حضرات بھی عورتوں کو دیکھ کر میک اپ کے عاشق ہو گئے لہٰذا وہ بھی جب کسی تقریب یا کسی شادی میں جائیں گے تو عورتوں سے کم ان کا بھی میک اپ نہیں ہوتا، وہ بھی آراستہ اور پیراستہ ہونے کیلئے کبھی یہ چیز لگا رہے اور کبھی وہ لگا رہے ہیں عورتوں سے وہ بھی پیچھے نہیں ہیں، گھنٹوں اس کام میں صرف ہوتے ہیں نہانے کے لئے بھی گھنٹوں چاہئیں اور پھر میک اپ کرنے میں اور کلف والے سوٹ پہننے میں گھنٹوں چاہئے اور پھر ایک آدمی رہنمائی کے لئے بھی چلتا ہے اور کہتا ہے اب پاؤں یوں رکھو اب یوں رکھو یہ سب فضول اور لایعنی چیزیں ہیں، اللہ بچائے۔

موت سے پہلے کچھ کر جاؤ

حضرت مجذوب صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
یاد رکھ ورنہ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جوکرنا ہے آخر موت ہے

اور ایک جگہ فرماتے ہیں۔

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یوں ہی مرنے والا
تجھے حسن ظاہر نے دھوکہ میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں ان فضول اور لایعنی کاموں کا ایک سلسلہ ہے، جن میں ہماری زندگی کے قیمتی لمحات اور اوقات ضائع ہوکر برباد ہو جاتے ہیں جن سے ہمیں بچنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے وہ فرماتے ہیں:

یہ کہاں کا افسانہ ہے سود وزیاں
جو گیا سوگیا جو ملا سو ملا

کہو دل سے فرصت عمر ہے کم
جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

لہٰذا وہ کام کرو جس سے خدا یاد آئے، وہ کام کرو جن میں دنیا و آخرت کا کوئی نفع ہو، ایسے کاموں سے بچو جن میں نہ دنیا کا کوئی نفع نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہو۔

حضرت میاں جی نور محمدؒ کا واقعہ

حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، اللہ پاک نے ان کا عجیب مزاج بنایا تھا، حضرت کا یہ مزاج تھا کہ اپنے سارے پیسے اپنی ایک تھیلی میں رکھتے تھے، اور جب کسی دوکاندار کے پاس کوئی چیز خریدنے کے لئے جاتے، تو خریدنے کے بعد اپنی تھیلی اس کے سامنے رکھ دیتے کہ جتنے تمہارے پیسے بنتے ہیں اتنے لے لو، وہ کہتا کہ حساب کر لو تو جواب دیتے کہ حساب کتاب کو چھوڑو، اتنی دیر میں کئی مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ لوں گا جتنے دیر میں حساب کروں گا، تم اپنا حساب خود ہی لگا لو، تو دکاندار بھی بڑی احتیاط سے جتنے پیسے بنتے اتنے پیسے گن کر کے لے لیتے تاکہ کوئی پیسہ زیادہ نہ آجائے اور باقی پیسے گن کر کے تھیلی میں ڈال دیتے اتنی دیر حضرت اللہ اللہ کرنے میں لگے رہتے۔

حافظ ابن حجرؒ کا ایک واقعہ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حافظ ابن حجرؒ کا ایک واقعہ سنایا تھا پرانے زمانہ میں قلم کانے کا ہوتا تھا تو اس کو بار بار باریک

کرنا ہوتا تھا قط لگانا ہوتا تھا، تو قط لگانا یہ بھی عبادت کا حصہ ہوا لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جب کتاب لکھنے کے دوران وہ قلم سنوارتے اور اس کے اوپر قط لگاتے تو اس دوران ان کی زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہتا تھا۔ یہ جو تھوڑا سا وقت قلم بنانے میں گذرتا تھا اس کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے، کہ ہاتھ تو بیشک قلم بنانے میں مصروف ہے آنکھیں دیکھنے میں مصروف ہیں تو زبان اللہ کے ذکر میں کیوں نہ مشغول ہو، جن کو اللہ پاک عقل عطاء فرماتے ہیں آخرت کی فکر عطاء فرماتے ہیں۔ وہ اپنے لمحات زندگی کو اس طریقہ سے بچا بچا کر آخرت کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

چار کام کرلیں

اب ہم اپنی زندگی کو کیسے آخرت کے کاموں کے لئے استعمال کریں؟ اس کے لئے چار کاموں کی ضرورت ہے، اس سے ہم فضول اور لایعنی کاموں سے بچیں گے اور زندگی کے لمحات دنیا کے جائز نفع اور آخرت کے اجر وثواب کے لئے مشغول ہوجائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پہلا کام: گناہوں سے بچیں

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی ناجائز اور گناہ کے کام ہیں ان سے سچی توبہ کرلیں، اور آئندہ ان سے بچنے کا پکا عہد کرلیں اور

ہمت بھی کریں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق بھی مانگیں۔

دوسرا کام: اللہ کی رضا کیلئے ہر کام کریں

(۲) دوسرے یہ کہ وہ کام، جن میں دین اور دنیا کا نفع ہے جن کو عبادت بھی کہہ سکتے ہیں جائز اور مباح بھی کہہ سکتے ہیں، اس کے اندر تو ہم صرف اللہ کے واسطہ کرنے کی نیت کرلیں صبح سے شام تک جتنے کام بھی ہم کریں گے ان کے اندر عبادتیں بھی آئیں گی، اور وہ کام بھی آئیں گے جن کے اندر دنیا کا حلال و جائز نفع ہے۔ ان کے اندر خالص اللہ کو راضی کرنے کی نیت کرلیں، تو سارے کے سارے کام ہوجائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا یہ نیت کرلیں جو کام بھی کریں وہ اللہ کی رضا کے لئے کریں۔

تیسرا کام: ذکر کی عادت

(۳) تیسرا کام یہ کریں کہ ہم رات دن اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے کے عادی بنیں یہ بہت بڑی دولت ہے اور یہی دولت حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب تھی، کہ ہاتھ سے قلم بنا رہے ہیں اور زبان اللہ اللہ کرنے میں مصروف ہے، جب کسی کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی عادت پڑجاتی ہے، وہ لیٹے بھی بیٹھے بھی چلتے بھی پھرتے بھی آتے بھی جاتے بھی اس کی زبان اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجاتی ہے، جب زبان مشغول ہوجاتی ہے پھر آہستہ آہستہ دل بھی اس کے ساتھ مشغول ہوجاتا ہے، اس طریقہ سے سر سے پیر تک وہ سراپا ذکر بن جاتا ہے، پھر وہ اس کا مصداق بن جاتا ہے جو حدیث

شریف میں آیا ہے "اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ" اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آتا جاتا ہے، جس کو اردو میں کہا کہ:

ذکر کیا ہم نے تیرا اتنا
قابل ذکر ہوگئے ہم بھی

تو ذکر اللہ کی کثرت وہ نعمت ہے وہ دولت ہے کہ جس کا اجر و ثواب بھی بے انتہا ہے اور اس سے انسان کی زندگی کے لمحات اللہ کی یاد میں گذر سکتے ہیں۔

چوتھا کام: فضول کام چھوڑیں

(۴) اور چوتھا کام یہ کریں کہ جتنے بھی فضول اور لایعنی کام ہیں، فضول اور لایعنی بحثیں ہیں، اور فضول لایعنی مجلسیں ہیں، اور فضول ولایعنی پروگرام ہیں، ان سب سے اپنے آپ کو بچائیں، اور روزانہ ان چار کاموں پر عمل کرکے اپنی صبح سے شام تک کی زندگی کا جائزہ لیں؛ مثلاً یہ کہ میں نے صبح ارادہ کیا تھا کہ میں فرائض وواجبات ادا کروں گا گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤں گا، لایعنی کاموں سے پرہیز کروں گا کثرت سے ذکر اللہ کروں گا اور سارے کام اللہ کی رضا کے لئے کروں گا، اب میں نے دن کیسا گذارا، سونے سے پہلے پانچ منٹ نکال کر جائزہ لیں، اگر اس کے اندر کمی ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگیں ابھی تو اس کی تلافی بہت آسان ہے، مرنے کے بعد بہت مشکل ہوگی، کیا معلوم کل ہمیں نصیب بھی ہو یا نہ ہو، اس لئے صبح سے شام تک جو نقصان ہوگیا اور اب تک پچھلی زندگی میں جو نقصان ہوگیا سب کی تلافی سونے سے پہلے کرلیں اور پھر دعا کریں کہ یا اللہ

اگلا دن مجھ کو عطاء فرما تا کہ اگلا دن بھی میرا آپ کی ہی رضا کے مطابق گذرے آپ کی اتباع آپ کی فرمانبرداری میں گذرے۔ بس روزانہ یہ عمل کرتے رہیں انشاء اللہ کامیاب ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

مثنوی کی سبق آموز حکایت

۹

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی کی سبق آموز حکایت

الحمدللہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یهدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له، ونشهد ان لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له ونشهد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمدًا عبدہ ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی آله واصحابه وبارك وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا، اما بعد:فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیمْ یا یها الذین منوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّدقین (سورۃ توبہ:۱۱۹)

تین کتابیں

میرے قابل احترام بزرگو!

اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ میرے ذہن میں آیا ہے۔ حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ تین کتابیں بڑی عظیم اور بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہیں (۱) ایک قرآن کریم (۲) دوسری بخاری شریف۔ (۳) تیسری مثنوی شریف۔

مولانا جلال الدین رومیؒ اور ان کی مثنوی شریف

"مثنوی شریف" حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی "الہامی کتاب" ہے، اللہ پاک نے ان کے سینے میں عشق و محبت کی ایک شمع روشن فرمائی تھی، اور اس کے نتیجے میں اللہ پاک نے ان کے قلب پر تقریباً ساڑھے اٹھائیس

(۲۸۵۰۰) ہزار اشعار القاء فرمائے، جن سے مثنوی شریف مرتب فرمائی۔ اس مثنوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ؎

ہست قرآن در زبانِ پہلوی

کہ مثنوی شریف فارسی زبان میں قرآن کریم ہے۔

مثنوی میں مضامین قرآن کی جھلک

جس طرح قرآن کریم عربی میں ہے، بس اسی کی جھلک مثنوی شریف کے اندر بھی ہے۔ اور قرآن کریم کا جو انداز بیان ہے وہ تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس میں حق تعالیٰ جل شانہ نے دین کی باتوں کو مختلف واقعات کی روشنی میں سمجھایا ہے اور دل نشین مثالوں سے ذہن نشین فرمایا ہے، چنانچہ اس میں واقعات بھی ہیں، حکایات بھی ہیں، قصے بھی ہیں، پچھلی امتوں کے حالات بھی ہیں، اور عجیب عجیب مثالیں بھی ہیں جن سے حق تعالیٰ شانہ اپنے احکام اور اپنی ہدایات کو لوگوں کے دلوں میں اتارتے ہیں۔ اسی طرح مثنوی شریف میں بھی حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی انداز اختیار فرمایا ہے۔ مثنوی شریف میں وہی قرآن کریم کی باتیں ہیں اور وہی تعلیمات اور ہدایات ہیں جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، لیکن ان کا انداز مثال دے کر سمجھانے کا ہے، اور واقعات بیان کرکے پھر ان واقعات کی روشنی میں نصیحتیں فرمانے کا ہے۔ آپ نے یہ انداز اس لئے اختیار فرمایا کہ واقعات کے ذریعے، حکایات کے ذریعے، تمثیلات کے ذریعے جو بات بتائی اور سمجھائی جاتی ہے وہ بہت زیادہ آسانی سے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور مثالوں کے ذریعے کوئی بات سمجھانا یہ بھی ایک فن ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت ہے جو کسی کسی کو اللہ پاک عطا فرماتے ہیں۔

فن تمثیل میں دو نمایاں حضرات علماء

ہمارے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تمثیل کا فن ایسا عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل بات کو بھی ایک ذرا سی مثال سے دل نشین کر دیا کرتے تھے، اسی طرح حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ پاک نے تمثیل کا فن بہت عطاء فرمایا تھا۔

مثنوی شریف کا تعارف

اس لئے مثنوی شریف کے اندر آپ کو واقعات، حکایات، قصے اور مثالیں ملیں گی، اور ان واقعات اور مثالوں میں سے کچھ واقعات فرضی بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان کا اصل مقصد تو دین کی بات کو ذہن نشین کرانا ہے اور اس پر عمل کی دعوت دینا ہے، اب اس کے لئے کوئی بھی انداز اختیار کر لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ واقعات سچ مچ پیش آئے ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بات کو سمجھانے کے لئے کچھ واقعات بنا لئے گئے ہو۔

بہر حال، مثنوی شریف میں مولانا یہ واقعات اور حکایات اور تمثیلات جگہ جگہ لے کر آئے ہیں اور پھر ان واقعات کے ذیل میں حضرت نے ایسی گرانقدر نصیحتیں فرمائی ہیں کہ ان واقعات کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کے بعد پھر ان نصیحتوں کا سمجھنا اتنا آسان ہو جاتا ہے کہ بس پھر عمل کرنے ہی کو جی چاہتا ہے۔

تصوف کے چاروں سلسلوں میں مثنوی کا مقام

اس لئے جب سے اللہ پاک نے اس دنیا میں مثنوی شریف کو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ مرتب فرمایا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک طریقت اور تصوف کے تمام سلسلوں میں اس کو ایک خاص مقام حاصل

ہے، اور صوفیاء کرام اور اولیاء عظام اور جو لوگ طریقت میں قدم رکھنے والے اور تربیت حاصل کرنے والے اور تربیت دینے والے ہیں، ان کے ہاں مثنوی شریف کی خاص اہمیت ہے۔ ہمارے اکابر نے بھی اس سے بہت ہی زیادہ لگاؤ رکھا اور آج تک رکھا ہوا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تو باقاعدہ اس کا درس ہوا کرتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں اس کی شرح لکھی جو تقریباً بائیس (۲۲) یا چوبیس (۲۴) جلدوں میں چھپی ہوئی ہے اور بھی دوسرے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

اردو میں مثنوی کا جامع انتخاب

موجودہ دور میں ہمارے حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے مثنوی شریف کا ایک بہت ہی مختصر اور جامع انتخاب اردو میں فرمایا ہے جس کا نام ''معارف مثنوی'' ہے۔ یہ کتاب بھی بہت پیاری ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، عام آدمی بھی اس کو پڑھ کر مثنوی شریف کے علوم و معارف سے آگاہ ہو سکتا ہے، اور اس کو پڑھ کر دل کے اندر واقعی آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ معارف مثنوی ایک جلد میں ہے، ہم لوگ اس کو ہی پڑھ لیں تو بہت غنیمت ہے، یہ پڑھنے کی کتاب ہے۔

قصہ محمود غزنوی اور سبق آموز حکایت

مثنوی شریف میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ تحریر فرمایا ہے اور پھر اس کے ذیل میں نصیحتیں فرمائی ہیں۔ آج اسی کو سنانے کے لئے جی چاہتا ہے! لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ رات کو اپنے شاہی محل

میں شاہی لباس اتار کر عامیانہ لباس پہن کر محل کے خفیہ راستہ سے باہر تشریف لائے، اور ارادہ یہ تھا کہ ایک عامیانہ لباس پہن کر شہر اور شہر کے گرد و نواح میں جاکر اپنی رعایا کے حالات معلوم کروں کہ وہ کس حال میں ہیں؟ آرام سے سو رہے ہیں یا تکلیف میں ہیں۔

ہر فرد مسلم کی ذمہ داری

اور یہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ بادشاہ مملکت ہو یا اپنے گھر کا بادشاہ ہو کہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھے، ان کا دھیان رکھے کہ وہ آرام سے ہیں، راحت سے ہیں، تکلیف میں تو نہیں ہیں۔ اگر وہ تکلیف میں ہیں تو ان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے، اور ان کی نگرانی کرے کہ وہ کسی غلط راہ پر تو نہیں جارہے ہیں۔ یہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے جس کی جواب دہی کل قیامت کے روز ہر ایک نے کرنی ہے، جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ اس ذمہ داری کو ضرور پورا کرتا ہے۔

اندھیری رات کا چشم دید واقعہ

اسی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ شاہی محل سے باہر آئے اور گشت کرنے لگے۔ اندھیری رات تھی، کچھ دور گئے تو دیکھا کہ ایک جگہ شہر کے باہر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کررہے ہیں، تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا باتیں کررہے ہیں، ان کے قریب جاکر بیٹھ گئے۔ کیونکہ رات اندھیری تھی، جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کوئی ساتھی ہے جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ آکر بیٹھا ہے، ان کے آنے پر کوئی خاص توجہ نہ دی، اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو زیادہ نظر بھی نہیں آرہا تھا، اس لئے پہچان بھی نہ سکے کہ

یہ کون ہے؟! اجنبی ہے یا اپنا ہی کوئی ساتھی ہے، جیسے ہی بیٹھے تو انہوں نے آپس میں گفتگو شروع کی اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ:

مجرمانہ ہنر یا چوروں کا کمال فن

بھائی آج ہمیں ایک جگہ چوری کرنی ہے تو چوری کرنے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنی صلاحیت اور اپنی قابلیت بیان کردے اور اپنا کمال اور اپنا ہنر ظاہر کردے تاکہ وہی خدمت اس کے سپرد کردی جائے اور اسی کے مطابق پھر منصوبہ بنایا جائے۔

ان میں سے ایک چور نے کہا کہ میرے اندر تو یہ کمال ہے کہ اگر کتا بھونکتا ہے تو میں اس کی بولی سمجھ کر میں بتادیتا ہوں کہ یہ اپنی بولی میں کیا کہہ رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ چوروں کو سب سے زیادہ کتوں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لئے سب خاموش ہوگئے کہ چلو بھئی ٹھیک ہے اس کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

دوسرے چور نے کہا کہ میرے اندر یہ خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر بتادیتا ہوں کہ خزانہ کہاں مدفون ہے، کھودنے کی ضرورت نہیں، جہاں شبہ ہو وہاں کی مٹی میں سونگھ لیتا ہوں اور سونگھ کر مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ سونا کہاں دفن ہے چاندی کہاں دفن ہے۔

تیسرے نے کہا کہ میرے اندر یہ کمال ہے کہ میں رات کی تاریکی میں اگر کسی کو دیکھ لوں تو دن کو بھی بے شک و شبہ اس کو پہچان لیتا ہوں۔ دن میں پہچان لینے میں مجھے کوئی تردد اور تامل نہیں ہوتا، اس قدر میری آنکھوں میں پہچاننے کی صلاحیت ہے۔

چوتھے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ میں مضبوط سے مضبوط دیوار میں نقب لگالیتا ہوں، یعنی اس میں سوراخ کر کے اندر چلا جاتا ہوں، چاہے سنگ مرمر کی دیوار ہو اور چاہے پکی اینٹوں کی دیوار ہو۔

پانچویں نے کہا کہ میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ کتنا ہی اونچا محل ہو، کتنی ہی اونچی عمارت ہو، میں رسّہ پھینک کر اس عمارت کے کنگرے میں اس کو پھنسا کر اندر اتر جاتا ہوں، میرے اندر یہ خوبی اور یہ کمال ہے۔

چھٹا سلطان محمود غزنوی کا کمال

پھر ان سب نے محمود غزنوی سے پوچھا، وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ بھی ہمارا کوئی ساتھی ہے جو یہاں بیٹھا ہوا ہے، ان سے دریافت کیا کہ جناب آپ کے اندر کیا کمال ہے اور آپ میں کیا خوبی پائی جاتی ہے؟ تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری ڈاڑھی کے اندر یہ خاصیت ہے کہ جس وقت مجرموں کو پھانسی کے لئے تختہ دار پر لے جایا جارہا ہو اگر عین اس وقت میری ڈاڑھی ہل جائے تو فوراً وہ مجرم اس سزا سے بری ہو جاتے ہیں اور فوراً ان کی وہ سزا معاف ہو جاتی ہے اور وہ موت کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔

جب انہوں نے یہ سنا تو سارے کے سارے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ آپ تو ہمارے سردار ہیں اور آپ تو ہمارے قطب ہیں، اس لئے کہ آپ کے پاس جو کمال ہے وہ ہم میں سے کسی کے پاس نہیں، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس جو بھی ہے اس سے چوری کی تکمیل تو ہوتی ہے لیکن اگر پکڑے گئے تو نجات کا ہنر ہم میں سے کسی کے پاس بھی نہیں، یہ آپ کے پاس ہے، لہٰذا سب سے بڑا جو خطرہ تھا جس کا علاج ہم میں سے کسی کے پاس بھی نہ تھا وہ آپ کے پاس ہے، اب تو گھبرانے کی ضرورت ہی نہیں۔

اس ہنر اور کمال کو مولانا رومیؒ نے اپنے شعر میں بڑے عجیب انداز میں بیان فرمایا ہے، فرمایا کہ:

مجرماں راچوں بجلا داں دہند
چوں بجنبد ریش من ایشاں ہند

کہ جب مجرموں کو پھانسی دینے کے لئے جلادوں کے حوالے کیا جاتا ہو اس وقت اگر میری داڑھی ہل جائے تو وہ فوراً رہا ہو جاتے ہیں اور ان کو نجات مل جاتی ہے۔ یہ سن کر دوسرے لوگوں نے ان سے جو کچھ کہا اس کو مولانا اپنے اشعار میں فرماتے ہیں ؂

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی

روز محنت ہا خلاص ما توئی

ان سب چوروں نے کہا کہ ہمارے قطب تو آپ ہیں اور مصیبت کے وقت رہائی اور نجات پانا تو تمہارے ذریعہ ہے۔

لہٰذا اب تو ہمیں بالکل بے خوف و خطر ہو کر چھوٹی موٹی چوری نہیں بلکہ کچھ بہت بڑا کام کرنا چاہئے، کیونکہ اب تو ہر طرح کا خطرہ بھی ٹل گیا اور سارے اپنے فن کے ماہر جمع ہو گئے۔

شاہی خزانے سے مالا مال ہونے کا خواب

لہٰذا انہوں نے کہا کہ اب ایسا کرتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے محل میں چوری کرنے چلتے ہیں اور شاہی خزانہ لوٹتے ہیں تاکہ بس ایک ہی مرتبہ خزانہ ہاتھ آجائے اور پشتہا پشت کے لئے کے لئے فراغت ہو جائے۔ یہ کہہ کر وہ سب کے سب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے محل کی طرف چوری کرنے کے ارادہ سے چلے، اب راستے میں کتے بھونکنے شروع ہو گئے، شاہی محل کے شکاری اور شاہی کتوں نے جیسے ہی محل کی طرف اجنبی لوگوں کی آہٹ سنی تو وہ زور زور سے بھونکنے لگے، تو کسی نے اس چور سے کہا جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں کتوں کی بولی کو سمجھ لیتا ہوں، ذرا بتاؤ تو سہی کہ یہ کتے کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ یہ کتے یہ کہہ رہے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی تمہارے ساتھ ہیں۔

حرص وہوس کا اندھاپن

یہ سن کر دوسرے چور کہنے لگے واہ جی پاگل! تو بولی جانتا بھی ہے یا نہیں جانتا؟ کیا سلطان بھی ہماری طرح چور ہے؟ کیا وہ ہمارے ساتھ رہتا ہے؟ وہ کوئی چوری کرتا ہے؟ تو پاگل تو نہیں ہے، کبھی کتوں کی بولی سمجھی بھی ہے؟ مولانا فرماتے ہیں وہ تو بیچارہ صحیح کہہ رہا تھا، لیکن یہ دولت کی ہوس میں ایسے اندھے ہو چکے تھے کہ اس کی بچی بات کو بھی انہوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ حرص ایسی بری بلا ہے کہ یہ ہر ہنر اور کمال کو بھی انسان سے پوشیدہ کر دیتی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

کہ جب دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو پھر انسان کے سامنے اصل حقیقت بھی اوجھل ہو جاتی ہے۔ تو وہ بیچارہ بالکل صحیح کہہ رہا تھا اور واقعی کتوں کی بولی سمجھ کر کہہ رہا تھا، لیکن چونکہ سارے کے سارے چور اس وقت خزانے کے ہوس میں اندھے ہو چکے تھے، اب اسکی صحیح بات کا بھی انہوں نے مذاق اڑایا۔ آج بھی جو اللہ کے نیک بندے، علماء حق، آخرت کی فکر رکھنے والے اللہ کے بندے جو بات کہتے ہیں حقیقتاً وہ بالکل صحیح کہتے ہیں، لیکن ہم دنیا کی محبت میں ایسے غرق ہیں کہ ان کی بات پر یقین نہیں کرتے۔

ایک بچی حکایت

یہاں درمیان میں ایک چھوٹی سی حکایت یاد آگئی، ایک شخص کا انتقال ہو گیا، انتقال ہونے کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھا تو خواب میں اس نے مرنے والے سے دریافت کیا کہ تم یہ بتاؤ کہ یہ ہمارے علماء کرام مرنے کے بعد

کی زندگی سے متعلق عذاب وثواب کی جو باتیں بیان کرتے ہیں وہ کس حد تک صحیح ہیں؟ تم نے یہاں آکر کیا دیکھا کیا پایا؟

تو اس مرنے والے نے کہا کہ جو کچھ ہمارے علماء فرماتے ہیں بالکل برحق ہے، جن باتوں پر عذاب ہوتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، واقعۃ یہاں عذاب ہو رہا ہے اور جن باتوں پر ثواب ملتا ہے اور آخرت کی نعمتیں ملتی ہیں، میں نے یہاں آکر اس کو بھی دیکھ لیا، وہ نعمتیں ملنا بالکل برحق ہے۔ اس لئے تم ان کی بات پر یقین رکھنا، میں نے تو یہاں آکر دیکھ لیا۔

بات یہ ہے کہ علماء اور ہمارے اکابر جو کچھ کہتے ہیں، برحق بات ہے، اور کیوں نہ برحق ہوں جبکہ وہ قرآن وحدیث کی باتیں کہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم سنتے ہیں، کرتے نہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو کرنے والا بنادے (آمین)

چوروں کی شاہی محل کی طرف روانگی

بہر حال، کتوں کی آواز سمجھنے والے کی بات پر کسی نے بھی یقین نہیں کیا اور سارے کے سارے محل کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر ایک نے دیوار میں نقب لگائی اور اندر داخل ہو گیا، دوسرے نے محل کے کنگرے سے رسہ باندھا اور اندر اتر گیا، اس طرح سارے کے سارے اندر پہنچے، پھر جس کے اندر یہ صلاحیت تھی کہ وہ مٹی سونگھ کر بتلایا کرتا تھا کہ یہاں خزانہ ہے اس نے نشاندہی کردی کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے، چنانچہ ان سب نے خزانہ کھودا اور کھودنے کے بعد نکال لیا اور جمع کر کے جلدی جلدی اس کے حصے بنائے اور سب نے اپنے اپنے حصے اٹھائے اور چل دیے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو دیکھا، ان کی راہوں کو دیکھا اور جہاں وہ جارہے تھے اس کو بھی سمجھ لیا اور پھر دوسرے خفیہ راستہ سے واپس محل کے اندر آگئے۔ سب چور اپنا اپنا حصہ لے کر اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ

دیکھ کر اپنے محل میں واپس آ گئے۔ اب دوسرے دن دربار لگا اور تمام اہل دربار کے سامنے رات کا سارا واقعہ بیان کیا۔

چوروں کی گرفتاری

اور ایک خصوصی دستہ انکو گرفتار کرنے کے لئے اور شاہی خزانہ حاصل کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ دستہ جب وہاں پہنچا تو وہ لوگ ابھی سو ہی رہے تھے، رات بھر کے جاگے ہوئے تھے، جو سامان لائے تھے وہ ابھی بندھا کا بندھا رکھا ہوا تھا، کھول کر ابھی انہوں نے دیکھا بھی نہیں تھا، اسی حالت میں ان کو گرفتار کر لیا۔ سارا خزانہ بھی مل گیا اور پانچوں کے پانچوں چور بھی پکڑے گئے اور ان کو ہتھکڑیاں پہنا کر اسی وقت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دربار میں حاضر کر دیا۔ جس وقت ان کو دربار میں لایا گیا تو خوف کے مارے ان سب کا برا حال تھا، چہرے زرد پڑ گئے، ہوائیاں چہرے پر اڑ رہی تھیں، خوف کے مارے کلیجہ ان کا منہ کو آنے لگا۔

چوروں کو سزائے موت کا حکم

جب وہ سامنے آ گئے تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو سزائے موت سنا دی اور حکم دیا کہ انکو جلاد کے حوالے کیا جائے اور انکو پھانسی دیدی جائے۔ اور چونکہ یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے اس لئے اس میں کسی گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

چہرہ شناس پر اطمینان کے آثار

جیسے ہی ان کو سزائے موت سنائی، بس ان کے پاؤں وہیں تھر تھر کانپنے لگے اور خوف کے مارے برا حال ہو گیا۔ لیکن ان میں جو ایک چور چہرہ شناس تھا جس

کے اندر یہ خاصیت تھی کہ وہ رات کی تاریکی میں اگر کسی کو دیکھ لے تو دن کے اندر بھی وہ اس کو پہچان لیا کرتا تھا، اس کا حال ذرا مختلف تھا۔ کبھی تو اس کے چہرے پر سکون کی لہر آجاتی اور بڑا بے فکر اور بڑا مطمئن نظر آتا، اور کبھی اس کے چہرے پر بھی دہشت کے اور خوف کے آثار نمایاں ہو جاتے، کیونکہ اس نے پہچان لیا تھا کہ جو تخت شاہی پر بیٹھا ہوا ہے اور پھانسی کی سزا سنا رہا ہے، یہ تو وہی ہے جو رات میں ہمارے ساتھ تھا اور جس کے بارے میں کتے کی بولی جاننے والے ہمارے ساتھی نے جو نشاندہی کی تھی وہ صحیح کی تھی۔ ابھی تو اس نے سزا سنائی ہے لیکن جیسے ہی اس کی ڈاڑھی رحم سے ہلے گی ہم فوراً نجات پا جائیں گے، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

چہرہ شناس کو سلطان کے جاہ و جلال کا خوف

لیکن کبھی کبھی اس کا دل یہ کہتا کہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ سلامت اپنا یہ ہنر ظاہر نہ کریں، کیونکہ وہ تو بادشاہ ہیں، ہمارے تابع تھوڑی ہیں، ہو سکتا ہے کہ جو فیصلہ انہوں نے سنایا ہے اس کو جاری رکھیں، پھر تو موت سامنے ہے، اس لئے کبھی اس کا دل خوف کے مارے دھڑکنے لگتا اور کبھی اس آس پر کہ شاید بادشاہ سلامت اپنا ہنر ظاہر کر دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب نجات پا جائیں گے، پھر کیا غم ہے کیا خوف ہے۔

لیکن بادشاہ سلامت بالکل خاموش بیٹھے تھے اور ذرہ برابر بھی انکے چہرہ سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کچھ رعایت دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حکم دے دیا کہ ان کو لے جاؤ اور جلاد کے حوالے کر دو۔

چہرہ شناس کی آہ و زاری اور اس کی مقبولیت

جب وہ چور عدالت میں مجرموں کے کٹہرے سے نکلنے لگے تو چہرہ شناس

نے ہمت کی اور کہا کہ حضور ایک عرض ہے اگر آپ سن لیں! سلطان نے کہا سناؤ کیا بات ہے! اس نے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ میں نے آپ کو پہچان لیا، آپ ہمارے ساتھ تھے، جیسا آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے بلاشبہ چشم دید ہے مگر آپ تو ہمارے ہم راہی ہیں، اور آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میری ڈاڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ اگر مجرموں کو پھانسی دینے کے لئے جلاد کے حوالے کیا جارہا ہو تو اگر عین اس وقت میری ڈاڑھی رحم سے ہل جائے تو فی الفور مجرموں کو پھانسی کی سزا سے نجات مل سکتی ہے، تو ہم پھانسی کی سزا سن چکے ہیں، اب آپ جلدی سے اپنی داڑھی کا ہنر دکھلا دیجئے، ہمارا کلیجہ منہ کو آرہا ہے اور ہمارا رنگ فق ہو رہا ہے اور ہم نیم مردہ ہو چکے ہیں۔ اب آپ جلدی اپنا ہنر دکھلایئے۔ ہم سب نے تو اپنا اپنا ہنر دکھلا دیا، ہمارے اندر جو کچھ بھی کمال تھا وہ ہم نے ظاہر کر دیا اور ہمارے ہنر نے ہمیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈلوادیں۔ جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ بات سنی تو مسکرائے اور ان لوگوں کی آہ وزاری اور توبہ کرنے اور معافی مانگنے سے دریائے کرم جوش میں آگیا اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نگاہ سلطان شناسی کا انعام، عفو ودرگزر

اب مجھے تمہاری اس نگاہ سلطان شناس کے ہوتے ہوئے سزا جاری کرنے میں شرم آتی ہے، تم نے مجھے پہچان لیا، اور تم اس قدر لرزاں وترساں ہو اور رو رہے ہو، لہٰذا اب اگر تم آئندہ کے لئے توبہ کر لو تو بس میں جلدی سے ڈاڑھی ہلاتا ہوں۔ وہ بولے ہم تو توبہ پہلے ہی سے کر چکے جس وقت پکڑے گئے تھے، اسی وقت ہمارے تو پیروں تلے زمین نکل چکی تھی بس اب جلدی سے معافی کا اعلان فرمادیں۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور ان کی معافی فرمادی اور ان کی سزا کو معاف کر دیا، اس لئے کہ وہ توبہ کر چکے تھے، اور فرمایا کہ اگر تم اپنی اس نگاہ شناسی کا مظاہرہ نہ کرتے تو میں وہی فیصلہ جاری رکھتا جو میں سنا چکا تھا لیکن اب

جب تم مجھے پہچان چکے ہو تو اب پہچاننے کے بعد تمہاری وجہ سے میں نے تمہیں بھی اور تمہارے سب ساتھیوں کو معاف کر دیا۔

یہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان فرمائی ہے جو دلچسپ بھی ہے لیکن بڑی سبق آموز بھی ہے، اس حکایت کے ضمن میں حضرت مولانا نے چند بڑی نصیحتیں بھی فرمائی ہیں۔

ہم جہاں جس حال میں ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہیں

سب سے پہلی نصیحت یہ فرمائی ہے کہ دیکھو یہ دنیا ایسی ہے جیسے اندھیری رات ہے، اور اس اندھیری رات میں اس دنیا کے اندر انسان جہاں بھی ہوتا ہے اور جو کچھ بھی کرتا ہے اس وقت اس کے ساتھ اللہ پاک موجود ہوتے ہیں، نماز پڑھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ موجود ہیں اور خدانخواستہ کوئی گناہ کر رہا ہے تو بھی اللہ پاک اس کے پاس موجود ہیں، جیسے محمود غزنوی ان چوروں کیساتھ ہر وقت موجود تھے۔ چنانچہ وہ چور رات میں جس وقت چوری کا منصوبہ بنا رہے تھے، اور جس وقت چوری کرنے کے لئے جا رہے تھے، اور جس وقت چوری کر رہے تھے، سلطان محمود غزنوی ان کے ساتھ تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ"

جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا مراقبہ

چنانچہ اگر تم اس بات کا مراقبہ کر لو اور مراقبے کے ذریعے اپنے ذہن میں اس بات کو بٹھا لو کہ اللہ پاک تمہارے ساتھ ہیں تو جس دن تمہارے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی، بس اس کے بعد گناہ کے قریب جانا تمہارے لئے مشکل

ہو جائے گا۔ ہم سے جو گناہ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے غفلت کی وجہ سے گناہ سرزد ہوتا ہے، اگر یہ استحضار ہو جائے اور قلب کے اندر یہ بات پیوست ہو جائے کہ اللہ پاک ہمارے ساتھ ہیں تو پھر کیسے گناہ ہو سکتا ہے، گناہ جب بھی ہوتا ہے غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے، چاہے وہ غفلت انتہا درجہ کی ہو کہ جس میں انسان دیدہ ودانستہ گناہ کرتا ہے یا ادنیٰ درجہ کی ہو کہ اس کے اندر عزم وارادہ تو نہیں ہوتا، ہاں! غفلت اور سستی ہوتی ہے، اس مرض کا علاج ہی یہ ہے کہ اس بات کا مراقبہ کیا جائے کہ اللہ پاک ہمارے ساتھ ہیں۔

صوفیاء کرام اس کا خاص طور سے مراقبہ کراتے ہیں، یہ کوئی مشکل کام نہیں، بس آدمی روزانہ پانچ منٹ یا دس منٹ نکال لے اور بالکل تنہائی میں بیٹھ کر اس وقت میں یہ تصور جمائے کہ اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں، اللہ پاک میرے ساتھ ہیں، میں چل رہا ہوں تو میرے ساتھ ہیں، میں بیٹھا ہوں تو میرے ساتھ ہیں، میں کھا رہا ہوں تو میرے ساتھ ہیں، میں سو رہا ہوں تو میرے ساتھ ہیں، چہار طرف اللہ پاک ہیں، اور اللہ پاک میرے ساتھ ہیں اور میں ان کے سامنے ہوں، بس چند روز کے بعد ہی یہ خیال ذہن میں جمنا شروع ہو جائے گا۔

اللہ کے دھیان کے لئے کثرت ذکر اللہ کی ضرورت

کثرت ذکر اللہ بھی اس کے لئے بہت معین ومددگار ہے، اور صوفیاء کرام ذکر اللہ بھی کثرت سے کرواتے ہیں۔ چاروں سلسلوں میں کثرت ذکر اللہ ہے، جیسے صحبت اہل اللہ ضروری ہے ایسے ہی کثرت ذکر اللہ بھی ضروری ہے۔ اس کثرت ذکر اللہ سے بھی انسان کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد بستی ہے، اللہ تعالیٰ کا دھیان انسان کے دل میں آتا ہے۔ اور جس دن یہ دھیان دل میں بیٹھ جاتا ہے تو اسی دن سے انسان گناہوں سے کنارہ کش ہونے لگتا ہے، فرائض کے ادا

رہنے کی اس کے اندر فکر پیدا ہونے لگتی ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے یہ نصیحت فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس بات کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کرنی چاہئے کہ اس کے دل میں ہر دم اللہ کی یاد رہے، ہر دم اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے۔ اور جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے گا تو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانا بھی آسان ہوگا اور اسکی نافرمانی سے بچنا بھی آسان ہوگا۔

ہمارے حضرت مفتی اعظمؒ کے اشعار

ایک مرتبہ میں اپنے شیخ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت اپنے کچھ پرانے کاغذات کی چھانٹی کر رہے تھے، اور ان میں جو کام کے تھے وہ ایک طرف رکھ رہے تھے اور جو کسی کام کے نہ تھے وہ الگ رکھ رہے تھے، اسی دوران حضرت نے ایک ورق اٹھایا اور حضرت نے اسے کھولا اور کھول کر درمیان میں سے اس کو تھوڑا سا چاک کیا اور مجھے عطاء فرمادیا، اس وقت تو وہ ورق میں نے لے کر رکھ لیا اور پھر کمرے میں آکر جب میں نے اسے کھولا تو اس میں حضرت کے دستِ مبارک سے اردو کے کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے، غالب یہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے اپنے اشعار تھے، کیونکہ اس میں کسی شاعر کی معرفت یا کسی شاعر کا اور کوئی لقب موجود نہیں تھا۔ اس میں یہی حقیقت بتائی گئی تھی کہ ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے، بدکرداریوں کی وجہ سے اور معاصی و نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہیں، ورنہ وہ تو ہمارے ساتھ ہیں وہ تو ہماری شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس کے دو شعر میں آپ کو سناتا ہوں:

تیرے دیکھنے کی جو آس ہے یہی زندگی کی اساس ہے
میں ہزار تجھ سے بعید ہوں یہ عجب کہ تو میرے پاس ہے

تیری ذات پاک ہے لازوال، تیری سب صفات ہے بے مثال
تو برونِ وہم وخیال ہے تو ورائے عقل وقیاس ہے
کسی انجمن میں قرار دل نہ کسی چمن میں بہار دل
کہوں کس سے یہ حال دل کہ یہ ہر جگہ میں اداس ہے

دوسرے شعر میں حضرت نے فرمایا کہ ہم آپ سے بہت دور ہیں لیکن آپ تو بالکل ہمارے قریب ہیں۔

حکیم محمد ابراہیم رزمیؒ کے اشعار

ایسے ہی ہمارے سکھر میں ایک بزرگ تھے حکیم سید محمد ابراہیم رزمی رحمۃ اللہ علیہ، یہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعزازی خلیفہ تھے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ماسٹر ثامن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے، ان کے اشعار بھی بڑے سبق آموز ہیں۔ ان کے بھی چند اشعار میں اللہ تعالیٰ کا نزدیک ہونا اور ہمارا ان سے دور ہونا بیان کیا گیا ہے، اور یہ کہ کس طریقے سے ہم اس حقیقت پر آجائیں اور ہمارے اندر یہ استحضار پیدا ہو جائے، اس کا طریقہ بھی حضرت نے اپنے اشعار میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:ـ

دور ہے محمل سے کوئی، کوئی ہے محمل کے پاس
کس کو سمجھائیں کہ لیلیٰ ہے حریم دل کے پاس
کیا کہا کیا وہ کبھی آتے نہیں سائل کے پاس
تو یہ ذکر وفکر کی دھڑکن ہے کیسی دل کے پاس
وہ تو رہتے ہیں ہمیشہ سب کے جان ودل کے پاس
یہ حجاب اٹھتا ہے لیکن مرشدِ کامل کے پاس

(رزمی)

شیخ کامل کی ضرورت

حضرت والا نے قرب کا یہ طریقہ بیان فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو بہت بعید پاتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری اصلاح نہیں ہوئی اور تعلق مع اللہ ہمیں ابھی تک نصیب نہیں ہوا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا وہ بیان جو دو جمعہ پہلے تعلق مع اللہ کے موضوع پر حضرت نے یہاں فرمایا تھا وہ دل و دماغ میں بسانے کے قابل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا استحضار اصل میں کسی اللہ والے کی صحبت میں جا کر نصیب ہوتا ہے، خالی کوئی نسخہ بتا دینے سے اور اسے استعمال کر لینے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ نسخہ استعمال کرنے کے بعد پھر اتار چڑھاؤ طبیعت میں ہوتا ہے تو پھر اس کی اطلاع دینے کے لئے کسی طبیب کی اور شیخ کامل کی طرف رجوع لازمی ہے۔ اس لئے حکیم محمد ابراہیم رزمی صاحب نے فرمایا کہ شیخ کامل اور مرشد کامل ہی اس سلسلہ میں رہنمائی کرے گا۔ تو اس طریقہ سے ہمارے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ ہمیں ہر دم اللہ تعالیٰ کا استحضار رہنے لگے گا اور جب اللہ پاک کا ایسا استحضار اور ایسی حضوری حاصل ہو جائے گی تو پھر گناہوں سے بچنا ہمارے لئے آسان تر ہو جائے گا اور احکام کو بجالانا سہل ہو جائے گا۔ ایک نصیحت تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی۔

گناہوں کی کثرت اور اللہ کا حکم

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ دیکھو جب ہم اس دنیا میں کوئی گناہ کرتے ہیں یا کوئی نافرمانی کرتے ہیں یا کسی حق کے اندر کوتاہی کرتے ہیں تو اس وقت اللہ پاک ہمیں دیکھ رہے ہوتے ہیں، ہماری وہ کوتاہی،

ہماری وہ غفلت، ہمارا وہ گناہ، ہماری وہ نافرمانی اللہ پاک کے علم میں ہوتی ہے، لیکن اللہ پاک اس قدر حلیم و بردبار ہیں کہ رات دن اس کے بندے کیسی کیسی نافرمانیاں کررہے ہیں، کفر و شرک جو نافرمانی کی انتہا ہے اتنی وسیع پیمانے پر دنیا کے اندر ہورہی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ دنیا میں اکثریت کافروں کی، مشرکوں کی، دھریوں کی، ملحدوں کی اور بے دینوں کی پائی جاتی ہے اور پھر جو مسلمان ہیں ان کے اندر بھی کس قدر بے راہ روی، بے پردگی، بے حیائی، اور کس قدر چوریاں، ڈکیتیاں، قتل و غارت گری اور کتنے بڑے بڑے جرائم اور بڑے بڑے گناہ ہورہے ہیں، اور ایسے ایسے گناہ ہورہے ہیں جو خداوند قدوس کو اعلان جنگ کی دعوت دینے والے ہیں، وہ کس قدر وسیع پیمانے پر ہورہے ہیں، سود کالین دین کس قدر دنیاپہ چھایاہوا ہے۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کو جنگ کی دعوت دینے کے برابر ہے۔ کتنا سنگین گناہ ہے، لیکن اللہ پاک کس قدر حلیم ہیں اور کس قدر بردبار ہیں کہ اتنی نافرمانیوں کے باوجود بھی وہ فی الحال کسی کو اس جرم کی حقیقی سزا نہیں دیتے کب دیں گے؟ جب دنیا ختم ہوجائے گی، عالم آخرت برپا ہوجائے گا، قیامت قائم ہوگی، اس وقت ان تمام انسانوں کو اور ان تمام مجرموں کو اللہ پاک قیامت کے دن حاضر کریں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

اللہ تعالیٰ کو ہمارے گناہوں کا علم ہے

ہمیں اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم گناہ کررہے ہیں اور اس پر ہمیں کوئی سزا نہیں مل رہی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ پاک کو معلوم نہیں ہے، بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے مگر علم کے ساتھ ساتھ اللہ پاک حلم کی صفت سے آراستہ ہیں، وہ ہمیشہ سے حلیم ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ حلیم ہی رہیں گے، اس وجہ سے وہ فی الحال سزا نہیں دیتے بلکہ آخرت میں سزا دیں گے۔ اس لئے ہمیں گناہ کرنے پر جرأت نہیں کرنی چاہئے۔

جیسے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے چوری کے منصوبے بنانے کے وقت بھی ان کے پاس تھے، جب وہ چوری کرنے کے لئے جارہے تھے تب بھی وہ ساتھ تھے، اور جب وہ چور محل میں گھسے تو بھی وہ ان کے ساتھ تھے، اور جب خزانہ لوٹا تو اس وقت بھی وہ ساتھ تھے اور جس وقت خزانہ باندھا تو بھی ساتھ تھے لیکن اس وقت محمود غزنوی نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ دوسرے دن عدالت قائم کی تو ان سب کو پھانسی کی سزا سنادی۔ بالکل اسی طرح جب آنکھ بند ہوگی تو جتنے بھی گناہ کئے ہونگے ان سب کی سزاؤں کا اللہ پاک کی طرف سے اعلان ہوگا۔

آج کا کیا کل سامنے آجائے گا

اس لئے ہمیں گناہ کرتے وقت ڈرنا چاہئے کہ آج ہم جو کچھ کریں گے، آج ہم کسی کا پیسہ کھالیں گے، آج ہم کسی کی عزت خاک میں ملادیں گے، آج ہم کسی کو طعنہ دیدیں گے، کسی کی غیبت کریں گے، کسی کو ذلیل کریں گے، کسی کو رُسوا کریں گے، کسی پر ظلم کریں گے، کسی کے ساتھ غلط برتاؤ کریں گے، کسی کو ستائیں گے اور پھر ہم بے فکر ہو جائیں گے تو ہم آج تو یہ سب کام کرلیں گے لیکن کل قیامت میں اس کی سزا بھی بھگتنی ہوگی۔

آج کا ہنسنا کل رونے کا سبب بن سکتا ہے

آج تو کفار مسلمانوں کے اوپر ہنستے ہیں، کل جب مسلمان کامیاب ہونگے تو وہ ان پر ہنسیں گے۔ "اِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ" کہ تم آج ہنس لو، کل قیامت میں ہم تم پر ہنسیں گے، ہمیں اس وقت کامیابی ہوگی اور تم اس وقت ناکام اور ذلیل ہو جاؤ گے۔

دنیا میں سزا نہ ملنا مہلت خداوندی ہے

اس لئے گناہ کرتے وقت ہمیں کانپنا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور ان کے حلم سے خوف کھانا چاہئے، آج وہ ہم سے بردباری کا معاملہ فرما رہے ہیں، ڈھیل دے رہے ہیں، لیکن ان کی ڈھیل سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارا گناہ کرنا جائز اور درست ہے، اللہ بچائے۔ اللہ تعالیٰ کے حلم سے ڈرنا چاہئے۔ ان کے حلم اور بردباری کا تو یہ عالم ہے کہ:

اللہ کے حلم کا عجیب وغریب واقعہ

ہمارے ایک بزرگ جو ہمارے حضرت کے خلیفہ ہیں اور دارالعلوم کے قریب رہتے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ یہ واقعہ سنایا اور ان کو کسی عربی نے یہ واقعہ سنایا کہ کسی بستی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہو گیا، اور اللہ پاک نے عذاب نازل کرنے کے لئے اور عذاب بھیجنے کے لئے فرشتوں کو مقرر کر دیا اور وہ فرشتے اس علاقے کی طرف روانہ ہو گئے جہاں جاکر عذاب نازل کرنا تھا۔ ابھی فرشتے زمین و آسمان کے درمیان تھے کہ بستی میں لوگ اپنی معمول کی زندگی گزار رہے تھے اور کاروبار چل رہا تھا، عورتیں اپنے گھروں میں کام کاج میں مشغول تھیں کہ ایک عورت اپنے گھر میں دوپہر کو آٹا گوندھ رہی تھی، اس کا دودھ پیتا بچہ قریب میں لیٹا ہوا تھا اور وہ رو رہا تھا اور وہ اپنی ماں کو یاد کر رہا تھا کہ کسی طرح مجھے گود میں لے لے اور دودھ پلادے۔ وہ عورت اس کو تسلی دے رہی تھی کہ بیٹا تو خاموش ہو جا، میں ابھی آٹا گوندھ کر تجھے دودھ پلاؤں گی، لیکن بچہ بچہ ہی ہوتا ہے وہ برابر روتا ہی رہا اور ماں اس کو برابر تسلی دیتی رہی۔ تسلی دیتے دیتے یکایک اس کی زبان سے یہ نکل گیا۔ اسکت یا بنیّ ان ربی حلیم اسکت یا بنیّ ان ربی حلیم میرے بیٹے خاموش ہو جا میرا پروردگار بڑا حلیم اور بردبار ہے، میرے

بیٹے خاموش ہو جا میرا پروردگار بڑا حلیم اور بردبار ہے، بس جیسے ہی اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا، اللہ پاک نے ان فرشتوں کو واپس بلالیا جو عذاب لیکر روانہ ہوئے تھے، اور فرمایا کہ اس بستی میں ایک عورت نے ہمارے تعریف کردی اور اس نے ہمیں حلیم کہہ دیا ہے، حلیم کہنے کے بعد اب عذاب دینا شان حلم کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وہیں سے واپس بلالیا۔

وہ تو ایسے حلیم ہیں تو اس حلم کا تقاضہ تو یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں نافرمانی سے اور بچنا چاہئے کہ ایسے مہربان اور بردبار پروردگار کی نافرمانی کریں۔ نہ یہ کہ ان کے حلم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خدانخواستہ ان کی نافرمانی میں آدمی مبتلا ہو جائے۔

دنیا کے ہنر اور پیشے باعث نجات نہیں

آخر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نصیحت یہ فرمائی ہے کہ آپ نے دیکھ لیا اس واقعہ کے اندر کہ ہر ایک چور نے اپنا اپنا ہنر دکھایا لیکن کسی کا کوئی ہنر کام نہیں آیا، بس ایک آدمی کا ہنر کام آیا جس نے رات کی تاریکی میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان لیا تھا اور اس کے ہنر نے دوسرے دن سب کی نجات کروادی۔ ایسے ہی دنیا کے اندر جتنے بھی پیشے ہیں، جتنے بھی اس کے اندر کمالات ہیں، جتنے بھی اس دنیا میں ہنر اور پیشے پائے جاتے ہیں کوئی بھی ان میں سے بندے کے لئے باعث نجات نہیں۔

باعث نجات ہنر

بس باعث نجات ہنر تو یہ ہے کہ یہاں رہ کر اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی نظر حاصل کی جائے۔ نگاہ سلطان شناس یہاں بھی درکار ہے، جس نے اس دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا صحیح تعلق پالیا اور اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرلی اور اللہ کی سچی محبت اپنے اندر پیدا کرلی اور اس دنیا کے ظلم کدے میں اس نے اپنے خالق حقیقی کو پہچان لیا تو بس اس کی نگاہ سلطان شناس کل آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے

گی جس طرح اس ایک چور کی نگاہ نجات کا ذریعہ بنی تھی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ہر یکے خاصیتِ خود وانمود
ایں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

کہ ہر ایک نے اپنی اپنی خاصیت اور اپنا اپنا ہنر دکھادیا لیکن ہر ایک کے ہنر نے اس کی بدبختی کو بڑھادیا۔

دنیاو آخرت کی فلاح کاذریعہ

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ہٹ کر دنیا کے جتنے بھی ہنر اور پیشے ہیں وہ انسان کے لئے آخرت میں بدبختی کو بڑھانے والے ہیں۔ لیکن جس طرح اس واقعے میں نگاہ سلطان شناس کام آئی، ایسے ہی دنیا میں اگر تعلق مع اللہ جس کو حاصل ہو جائے گا بس اس کا یہی تعلق اس کی دنیا کی فلاح کا بھی ذریعہ بنے گا اور آخرت میں بھی اسکے کام آئے گا اور اس کی نجات کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کے دو طریقے

اس لئے ہم سب کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ اس دنیا میں رہ کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور ان کی سچی محبت حاصل ہو جائے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں: ایک صحبت اہل اللہ اور دوسرا کثرت ذکر اللہ۔ بس یہ دو چیزیں اگر اہتمام کے ساتھ ان کے آداب اور شرائط کے ساتھ اپنائی جائیں۔ تو پھر انسان کو اس میں اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور سچی محبت حاصل ہو جاتی ہے، اتباع سنت کی دولت سے مالامال ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں دنیاو آخرت کی فلاح کا جو وعدہ ہے، پھر وہ انشاء اللہ اس کے حق میں پورا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین